

کھانے پینے کے

اسلامی آداب

اور

جدید سائنس

ترغیب اللہ سعید و تیمی

کھانے پینے کے

اسلامی آداب

اور جبرید سائنس

رفیع الدین سعید

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

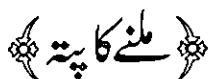
| | | |
|----------|---|--|
| نام کتاب | : | کھانے پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس |
| مؤلف | : | رفیع اللہ مسعود تیمی |
| صفحات | : | ۲۶۴ |
| سن اشاعت | : | ۲۰۱۰ء |
| تعداد | : | 2200 |
| قیمت | : | 90 روپے |
| کمپوزنگ | : | فرحان گرافکس، دہلی |
| ناشر | : | سلفی بک سروسز |

۵۸۴۱، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

شہاب الدین خان نے ”الہدی پبلیکیشنز“

کے لئے طباعت کیا۔

ای میل: shihablig@yahoo.com



☆ الہدی پبلیکیشنز، 5841، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۶

☆ مکتبہ ترجمان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۶

☆ الکتاب انٹرنیشنل، دہلی

☆ عفاف پبلشرز، دہلی

☆ دارالکتب السلفیہ، دہلی

﴿فہرست مضامین﴾

| | |
|----|---|
| ۹ | تقدیم |
| ۱۶ | مقدمہ |
| ۱۹ | نخبہائے گفتنی |
| ۲۲ | کھانے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس |
| ۲۳ | تندرستی ہزار نعمت ہے |
| ۲۸ | تحفظ صحت کے رہنما اصول و ضابطے |
| ۳۰ | حلت و حرمت کا اسلامی ضابطہ |
| ۳۸ | غذا کی اہمیت و افادیت |
| ۴۰ | غذا میں تغذیہ کی اہمیت |
| ۴۲ | غذا اختیار کرنے میں سنت نبوی اور جدید سائنس |
| ۴۴ | بعض عمدہ کھانوں کا بیان |
| ۴۴ | شرید کی فضیلت |
| ۴۴ | مدینہ کے عجوبہ کھجور کی فضیلت |
| ۴۶ | شہد عمدہ غذا ہے |
| ۴۸ | زیتون - فوائد و خصوصیات |
| ۵۲ | کھانے میں بھی حکمت درکار ہے |
| ۵۳ | کھانے اور پینے میں نیت کرنے کا حکم |
| ۵۵ | بھوک سے پناہ مانگنا |
| ۵۶ | کھانا کب کھایا جائے؟ |

- ۵۷ کمانے سے پہلے ہاتھ دھونا خیر کا حامل ہے
- ۶۳ سائنسی تحقیق اور ایک عبرتناک واقعہ
- ۶۴ ہاتھ دھونے کے لئے مہمانوں کے سامنے میزبان کا کوئی برتن پیش کرنا
- ۶۵ کھلانے والا ہاتھ دھونے کے لئے پانی پیش کرے
- ۶۶ کھانے پینے سے پہلے برتنوں کی صفائی اور جدید سائنس
- ۶۷ جنابت اور ناپاکی کی حالت میں کھانا
- ۷۰ مہمانوں کو عمدہ الفاظ کے ساتھ کھانے پینے کے لئے بلانا
- ۷۱ مہمانوں سے کھانے والی چیزوں کو قریب کرنا
- ۷۲ جوتے چپل اتار کر دسترخوان پر بیٹھنے کا شرعی حکم
- ۷۳ کھانا رکھتے وقت کوئی اچانک آجائے تو کیا کرے ؟
- ۷۵ بن بلانے کسی کے ساتھ دعوت میں جانا
- ۷۷ مہمان وہیں بیٹھے جہاں اس کے لئے جگہ مقرر ہے
- ۷۸ کھانے کو برے نام سے یاد کرنے کی ممانعت
- ۸۱ کھانے کا احترام کرنا
- ۸۱ کھانے کے دوران نصیحت کرنا
- ۸۲ کھانے پینے میں بیٹھنے کی نوعیت کیا ہونی چاہئے ؟
- ۸۷ منہ کے بل لیٹ کر کھانے پینے کا نقصان اور ایک نصیحت آموز واقعہ
- ۸۹ کھانے پینے میں شیطان کو روکنے کا بہترین علاج - بسم اللہ
- ۹۱ بسم اللہ پڑھنے کا وجوب - اقوال ائمہ کی روشنی میں
- ۹۲ کھانے پینے میں بسم اللہ کے ساتھ الرحمن الرحیم کا اضافہ - شرعی نقطہ نظر سے
- ۹۸ دائیں جانب کی اہمیت و فضیلت
- ۱۰۵ دائیں ہاتھ سے کھانا اور جدید سائنس

- جدید سائنس ۱۰۸
- تین انگلیوں سے کھانا کم خوری کا بہترین سامان ہے ۱۰۹
- قریب ترین چیزوں سے کھانا حکمت کا تقاضی ہے ۱۱۱
- کھانے کو پیچ سے نہ کھانا جدید سائنس کا تقاضہ ہے ۱۱۵
- کھانا کون شروع کرے؟ ۱۱۵
- گرم کھانا اور جدید سائنس ۱۱۶
- ایک قسم کے کھانے پر اکتفا کرنا ۱۱۷
- کھانے سے پہلے کھانے کی نوعیت جاننا ۱۱۹
- نماز کی اقامت ہو چکی ہو اور کھانا حاضر ہو تو کیا کرنا چاہئے؟ ۱۲۰
- کھانے کو چبا چبا کر کھانا اور جدید سائنس ۱۲۳
- ہاضمہ کے عجائبات ۱۲۴
- چبانے کا فن ۱۲۵
- تندرستی کے لحاظ سے کھانے کے اوقات ۱۲۶
- اچھے کھانے کی تعریف کرنا ۱۲۷
- کھانے میں عیب جوئی مذموم خصلت ہے ۱۲۸
- روٹی یا کھانے کو چومنا ۱۳۲
- کھانے پینے کے دوران گھن یا نفرت آمیز باتوں سے بچنا چاہئے ۱۳۳
- حاضرین کے سامنے کھانے کو برابر رکھنا ۱۳۵
- کھانے کے دوران مہمانوں کی خدمت کون کرے؟ ۱۳۶
- کھانے کے دوران پانی پینا ۱۳۸
- دستر خوان کی اہمیت و افادیت ۱۳۹
- دستر خوان پر اکٹھا کھانا کھانے میں برکت ۱۴۱

- ۱۴۳ باری باری کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے
- ۱۴۴ مہمانوں کے دسترخوان پر بلانے اور کھلانے کا انداز
- ۱۴۵ دسترخوان پر خوشگوار گفتگو
- ۱۴۶ مہمانوں کو کھانے پر اصرار کرنا
- ۱۴۷ گوشت کو چاقو سے کاٹنا
- ۱۴۹ میزبان پر مہمانوں کے حقوق
- ۱۵۶ کھانے والوں کے انتظار کرنے کا شرعی حکم
- ۱۵۷ مہمانوں کو کھانے کے تمام اقسام کی خبر دینا
- ۱۵۸ گھر والوں کے لئے بھی کھانا چھوڑنا
- ۱۵۹ آسودگی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے
- ۱۷۴ نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا
- ۱۷۵ بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا
- ۱۷۵ حائضہ عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا
- ۱۷۷ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا
- ۱۷۷ مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ کھانا
- ۱۷۸ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کا شرعی حکم
- ۱۷۸ کھانے میں ایثار و منابہدہ (کھانے کو ایک جگہ ملا کر کھانا)
- ۱۸۰ کھانے والوں کو ضرورت بھر کھانے کے لئے کہنا
- ۱۸۱ مہمان نوازی میں تکلف سے اجتناب لازم ہے
- ۱۸۲ انگلیوں کو چاٹنا حکمت سے لبریز ہے
- ۱۸۷ جدید میڈیکل سائنس
- ۱۸۸ برکت نبوی اور جدید سائنس

کھانے کے بعد ستر خوان پر بیٹھے رہنا میزبان کے لئے ناگواری کا باعث ہے۔ ۱۹۲

کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھونے کا شرعی حکم ۱۹۴

کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھونے میں حکمت ۱۹۴

کھانے سے فراغت کے بعد تولیہ یا رومال سے ہاتھ صاف کرنا ۱۹۵

کھانے کے بعد منہ دھونا ۱۹۷

کھانے کے بعد مسواک کرنا ۱۹۸

کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا ۱۹۹

کھانے کے بعد کی دعائیں ۲۰۰

فائدہ ۲۰۱

کھانے سے فراغت کے بعد میزبان کے حق میں دعا کرنا ۲۰۲

کھانے کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے ۲۰۳

پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس ۲۰۶

پینے والے برتن کو کدھر سے بڑھایا جائے؟ ۲۰۷

دہنی طرف سے پلانا اسوہ محمدی ہے ۲۰۸

برتن کے انتخاب کرنے اور انہیں ڈھکنے میں حکمت اور جدید سائنس ۲۱۲

پلانے کا برتن جب مشترک ہو تو کیا کرے؟ ۲۲۰

مشترکین کے برتنوں کے استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ ۲۲۲

مشیکیزہ سے منہ لگا کر پینے کا حکم ۲۲۳

کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے کا شرعی حکم ۲۲۶

کھانے پینے والی چیزوں میں سانس لینا یا پھونکنا شرعاً ممنوع کیوں؟ ۲۲۹

تین سانس میں پینے کا حکم ۲۳۲

چائے خوری اور جدید سائنس ۲۳۴

- ۲۳۶ پانی اور جدید سائنس
- ۲۳۸ انسانی زندگی میں پانی کی اہمیت
- ۲۴۰ مشکیزے، فرج اور گھڑے کا پانی
- ۲۴۱ توہماتی پانی
- ۲۴۲ معدنی چشموں کا پانی
- ۲۴۳ شراب اور جدید سائنس
- ۲۴۴ زہریلا حرام ہے
- ۲۴۶ آب زمزم کے فوائد و خصوصیات اور جدید سائنس
- ۲۴۸ دودھ اور جدید سائنس
- ۲۴۹ دودھ میں سماوی کی برکت بھی شامل ہوتی ہے
- ۲۵۱ ماں کا دودھ قدرت کا انمول عطیہ ہے
- ۲۵۵ ماں کا دودھ کبھی خطرناک بھی ہو سکتا ہے ایسا کیوں؟
- ۲۵۶ بکری کا دودھ
- ۲۵۷ اونٹنی کا دودھ اور جدید سائنس
- ۲۵۹ بھینس اور گائے کا دودھ اور جدید سائنس
- ۲۶۰ نجاست خور جانوروں کا دودھ پینا اور جدید سائنس
- ۲۶۱ دودھ کی لسی اور جدید سائنس
- ۲۶۲ دودھ پینے کے وقت کی دعا
- ۲۶۳ پلانے والا سب سے آخر میں پیا کرے
- ۲۶۳ خاتمہ

تقدیم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، الصلوة والسلام على
رسوله الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ اس نے جن و انس کی ہدایت کے لئے دین
اسلام کو منتخب فرمایا۔ محمد ﷺ کو اپنا رسول و نبی بنایا۔ آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا۔
اور اس کی تفسیر و تبیین کے لئے حدیث شریف کی وحی فرمائی۔ آپ ﷺ نے ۲۳ سال کی مختصر
مدت میں صحابہ کی جماعت کی تربیت فرمائی جو دنیا کی سب سے افضل اور مثالی جماعت ہے۔
اسلام کی یہ ایک عظیم خصوصیت ہے کہ اس کی تعلیمات کی عملی صورت عصر نبوت سے آج تک
برابر موجود رہی ہے۔ اور کسی بحرانی وقت میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ یہ عملی صورت دنیا کی نظروں سے
اوجھل ہو۔

اسی طرح اسلام کی یہ بھی قابل ذکر خصوصیت ہے کہ اس کی تعلیمات کا کوئی جزئیہ
کسی بھی دور میں علم و عقل کے خلاف نظر نہیں آیا۔ شروع دور سے ہی معترضین نے کوشش کی کہ
اسلام کو انسانی مصلحتوں کے خلاف بتائیں، یا اس کے احکام کا علم و عقل کے مسلمات سے تصادم
ثابت کریں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان کو ہمیشہ ناکامی رہی۔ آج کے دور میں بھی اس طرح
کی کوششیں کہیں کہیں نظر آتی ہیں، لیکن ان میں عناد کا پہلو زیادہ اور علم کا پہلو کم ہے، کیونکہ
سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی کے اس عہد میں اسلام کی بیشتر تعلیمات کی فلاسفی علمی نظریات
و تجربات سے ثابت ہوگئی ہے، لہذا جواب کے لئے ذہنی کاوش کی زیادہ ضرورت نہیں، پھر بھی
اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو کو اس کے فوائد و مصالح کے ساتھ انسانیت کے سامنے لانا ہے تاکہ
ماننے والوں اور انکار کرنے والوں میں سے کسی کے پاس کوئی عذر نہ رہے۔

اسی مقصد کے لئے علماء اسلام نے قدیم عہد سے اس موضوع پر توجہ دی، اور کتب
تفسیر و حدیث میں حسب موقع احکام شریعت کی مصلحتوں کو واضح فرمایا، اور اپنے عہد کے

ثقافتی معیار کا لحاظ کرتے ہوئے تشفی بخش بحث کی۔ عہد عباسی میں معتزلہ کی تعقل پسندی شباب پر تھی، اور انہوں نے طاقت کے سہارے اور عقلیات میں تفوق کے سبب سادہ لوح لوگوں کو کسی حد تک مرعوب بھی کر لیا، لیکن علماء اسلام اور محدثین کرام نے خالص علمی اور سنجیدہ انداز میں ان کا جواب دیا، اور ثابت کیا کہ اسلام کا کوئی حکم عقل سلیم یا انسانی مصلحت کے خلاف نہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اعتراضاتی اعتراضات ہوا میں تحلیل ہو گئے، اور ائمہ دین کی علمی کاوشیں آج بھی زندہ و مفید ہیں۔ ذلک فضل اللہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے درء تعارض العقل والنقل نامی ایک کتاب لکھی، اور انسانی ذہن میں جو اعتراضات پیدا ہو سکتے تھے ان کی تشفی کا سامان فراہم کیا، شیخ الاسلام کے اسلام پر بہت سے احسانات ہیں، لیکن اس احسان کی اہمیت کچھ اور ہے، خوشی کی بات ہے کہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ (ریاض) نے چند برس قبل اس کتاب کو اور شیخ الاسلام کی متعدد دوسری کتابوں کو بھی تحقیق و تعلیق کے بعد دیدہ زیب انداز میں شائع کیا ہے۔

شیخ الاسلام کے شاگرد علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی اپنی مختلف تصنیفات میں احکام شریعت کی حکمتوں پر بحث کی ہے۔ ان کے قلم کی شگفتگی نے اس موضوع کی گفتگو کو بہت زیادہ تشفی بخش بنا دیا ہے۔ استاد شاگرد دونوں کی کوشش یقیناً اس درجہ کی ہے کہ اس سے شریعت کا مطالعہ کرنے والوں کی پوری تشفی ہو جائے گی، اعلام الموقعین اور زاد المعاد وغیرہ کتب میں جو مباحث موجود ہیں ان پر اضافہ مشکل ہے۔

جدید دور میں بھی مصالح احکام اور اسرار شریعت کے موضوع پر علماء اسلام کی توجہ برقرار رہی، اور انہوں نے احکام کی حکمت اور اعتراضات کے جواب پر مشتمل قابل قدر ذخیرہ تیار کر دیا۔ خوشی کی بات ہے کہ علمی دنیا اس موضوع کے تعلق سے بھی ہندوستان کا نام لیتی ہے۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کے نام سے جو کتاب تصنیف کی اسکا شہرہ علمی دنیا میں آج بھی ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بڑی بالغ نظری سے مصالح احکام پر گفتگو کی ہے، اور شریعت کے ہر حکم پر اس کے پس منظر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بحث کی ہے، یہ کتاب آج بھی اپنے موضوع پر عرب و عجم کا مرجع ہے۔

اس مقام پر ایک ازہری مصری عالم شیخ علی احمد الجرجاوی کی کتاب ”حکمة التشريع وفلسفته“ کا نام بھی لینا چاہتا ہوں۔ موصوف نے مصالح احکام کو نمایاں کرنے میں اچھی کوشش کی ہے، اور خصوصیت کے ساتھ مغربی مصنفین کے حوالہ سے اور مغرب سے شائع ہونے والے مضامین اور رپورٹوں کے حوالہ سے اسلامی احکام میں مصالح کے پہلو کو واضح کیا ہے۔

مصری کے ایک اور عالم عبدالرزاق نوفل کا ذکر بھی ضروری ہے۔ موصوف کی ایک کتاب ”بین الدین والعلم“ اور دوسری کتاب ”اللہ والعلم والحديث“ ہے۔ دونوں کتابوں میں مصنف نے قرآن کریم کی بعض آیات اور اسلام کے مسئلہ عقائد و احکام کا ذکر کر کے اسی سے متعلق سائنس کا نظریہ ذکر کیا ہے۔ اس کوشش کا مقصد یہ نہیں کہ سائنس سے اسلام کے لئے تصدیق فراہم کی جائے، بلکہ دین اسلام کی فطری حیثیت اور قدرت خداوندی کا اظہار ہے۔

برصغیر میں نصرانی مبلغین، آریہ سماجی معترضین اور متبعین مرزا قادیانی کی طرف سے اسلام پر بہت زیادہ اعتراضات کئے گئے۔ برصغیر کے علماء اسلام نے ان اعتراضات کے جواب میں بڑے اخلاص و محبت کا ثبوت دیا، اور مخالفین کو پوری طرح خاموش کر دیا۔ علماء اسلام کے ان جوابات میں ایک بڑا حصہ احکام کی فلاسفی سے متعلق ہے۔ علماء نے انسانی فطرت اور شرعی احکام کے تناظر میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جس طرح کے احکام کا پابند کیا ہے، سیرت کی تعمیر اور اخروی و دنیوی نجات و کامیابی کے لئے ان سے بہتر کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ احکام شریعت میں کسی طرح کی کمی کی نہیں، بلکہ ان کی مخلصانہ پابندی کی ہے۔ غور کیجئے کہ خالق کائنات نے اپنا دین نازل فرما کر امت انسانی سے اپنے اوپر ایمان اور ان احکام پر عمل کا مطالبہ فرمایا، لیکن لوگوں نے اس کا جواب کفر و شرک اور بت پرستی و نفس پرستی سے دیا۔

اس مقام پر رابطہ عالم اسلامی کے تحقیقی ادارہ ”ہیئۃ الاعجاز العلمیۃ للقرآن والسنة“ کی جانب اشارہ بھی ضروری ہے۔ عرصہ سے یہ ادارہ تحقیقی خدمت انجام دے رہا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن و سنت کے نصوص میں اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے

جوسائنس کا بھی موضوع ہے، تو دونوں جگہ مسئلہ کا مطالعہ کیا جائے، اور جو نتیجہ اخذ ہو اس کو شائع کیا جائے، اس ادارہ سے اس نوع کی متعدد خدمات سامنے آچکی ہیں۔

کتب حدیث و فقہ کی تبویب پر نظر ڈالنے تو اندازہ ہوگا کہ احکام شریعت میں کتنی وسعت اور تنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو جامع بنا کر بھیجا ہے، اور چونکہ یہ دین رہتی دنیا تک کے لئے ہے، اس لئے قیامت تک انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل اس دین میں موجود رہنا چاہیے، ورنہ اس کے کمال و دوام کا دعویٰ درست نہ ہوگا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ نصوص کتاب و سنت کی روشنی میں اجماع و قیاس کے ذریعہ انسانی معاشرہ میں ہر دور میں رونما ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنا توفیق الہی سے آسان ہے۔

زندگی کے مختلف شعبوں میں خورد و نوش کا شعبہ اہمیت کا مالک ہے۔ حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی اسلام میں بڑی تاکید ہے، اور یہ تاکید محض زندگی کو مقید اور تنگ بنانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ غذا سے جو جسم نمونہ پذیر ہوتا ہے، اور جو عقل و فکر وجود پذیر ہوتی ہے وہ اسی صورت میں پاکیزہ و نافع ہوگی جب جسم اور اس میں موجود دل و دماغ حلال غذا سے نمونہ پائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حرام غذا سے پلنے والے جسم کے لئے جہنم کی آگ ہی مناسب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو محض وعید کی شکل میں نہ دیکھا جائے، بلکہ اس میں تمدن و معاشرت کے ایک اہم کلیہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

موجودہ معاشرہ میں حرام اشیاء اور غلط طریقوں کے فروغ سے ایک حقیقت پسند انسان کے لئے بڑی دشواری ہے، وہ یہ نہیں سمجھ پاتا کہ کس طرح اپنا دامن بچا کر اپنی ذمہ داری ادا کرے، مگر یہ مسئلہ گھبراہٹ کا نہیں، مومن کی بصیرت سے کام لینے اور اللہ پر توکل کرنے کا ہے۔ شرعی احکام پر عمل کی راہ میں اگر مشقت کا احساس ہو تو ان احوال کی پالیسی کے بجائے معاشرہ میں رہ کر عملی ذمہ داری اور دعوتی فریضہ انجام دینے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ گھٹن کی زندگی بسر کریں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وقت کے دھارے کو موڑنے کی کوشش کریں، اور جس با مقصد دعوت اور پاکیزہ تعلیم کے آپ حامل ہیں اس سے اپنے معاشرہ کو روشناس کرائیں۔

دنیا جس بد امنی، بے چینی، بد چلتی، خوف و دہشت اور تباہی و بربادی کا شکار ہے کیا اس کا یہ سبب نہیں ہو سکتا کہ انسانی معاشرہ نے اللہ تعالیٰ کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے کی راہ چھوڑ دی ہے۔ اب اس کے یہاں نہ دین کا احترام ہے نہ اخلاق کا، نہ عدل و احسان کے اصولوں کی اہمیت ہے نہ اچھے برے کی تمیز، ایک انارکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے، اور انسان بے چینی و بدحواسی کے عالم میں اپنا راستہ طے کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو قرآن کریم میں پاکیزہ کھانے اور نیک عمل کرنے کا حکم دیا ہے، کیا اس حکم میں عام انسانیت کے لئے کوئی پیغام نہیں؟ غذا اور جنس کے سلسلہ میں انسان نے جو راہ اختیار کی ہے اس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

کسی خوش فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ حالات کے اپنے ناقص مطالعہ کی روشنی میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ دور میں تدین کا رجحان بڑھا ہے، لوگ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں مختلف مذاہب اور بالخصوص اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، ادیان سماویہ کے مابین تقابل سے متعلق بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اور کسی کسی کتاب میں اسلام کے تعلق سے مبنی بر انصاف خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کتب میں متعدد ایسی کتابیں ہیں جن میں سائنسی نقطہ نظر سے اسلامی احکام کا جائزہ لیا گیا ہے، اور یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس دین کے ہر حکم میں انسانی مصلحت کا پہلو موجود ہے، اور چونکہ یہ زمانہ سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی کا ہے، اس لئے مذکورہ مباحث میں سائنس دانوں کی تحقیقات کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ ایسا اس لئے نہیں کہ اسلام کو کسی انسانی علم و نظریہ کی تصدیق کی ضرورت ہے، بلکہ اس لئے کہ انسان واقعات و تجربات کے مشاہدہ کے بعد اور قلبی اطمینان حاصل ہونے کے بعد اسلام قبول کرے۔ یقین مانئے، پوری دنیا کی تحقیق اور اس کے تجربات ایک طرف ہوں، اور اسلامی تعلیمات دوسری طرف تو بھی اللہ کے بندے اسلام کی حقانیت کے سلسلہ میں اپنے ایمان و یقین پر قائم رہیں گے، کیوں کہ یہ دین اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا برحق دین ہے۔

میں نے اشارہ کیا کہ اس دور میں اسلامی احکام کو سائنسی ترقی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش میں اضافہ ہوا ہے، اور اس میں اردو زبان کا حصہ بھی معتد بہ ہے، خود جامعہ سلفیہ کے

کتب خانہ میں اس موضوع پر پچاس سے زائد کتابیں موجود ہیں۔ اسی نوعیت کی کتابوں میں ایک کتاب ہمارے عزیز مولانا رفیع اللہ مسعود تھمی کی ہے جس کا عنوان ہے ”کھانے پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس“ اس کتاب کی فہرست مضامین میرے سامنے ہے، اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عزیز موصوف کی موجودہ معاشرہ پر نظر ہے، اور انہوں نے اپنی کتاب کے مضامین میں دعوتی پہلو بھی ملحوظ رکھا ہے، اور یہ ایک مصنف کی خوبی ہے۔ فہرست مضامین کے بعض عناوین ملاحظہ فرمائیے تاکہ اندازہ ہو کہ مصنف نے کس طرح موضوع کا احاطہ کیا ہے۔

کتاب کو موصوف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک کا تعلق ”کھانے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس“ سے ہے، اور دوسرے کا تعلق ”پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس“ سے ہے۔ ”پینے“ کا لفظ جب مطلق استعمال کیا جاتا ہے تو کسی اور طرف ذہن چلا جاتا ہے، لیکن یہاں یقیناً مشروب حلال مراد ہے۔

پہلی قسم کے بعض عناوین یوں ہیں: تندرستی ہزار نعمت ہے، تحفظ صحت کے رہنما اصول، حلت و حرمت کا اسلامی ضابطہ، بعض عمدہ کھانوں کا بیان، کھانا کب کھایا جائے؟ کھانے میں اسراف سے بچنا، بسم اللہ پڑھنے کا وجوب، تندرستی کے لحاظ سے کھانے کے اوقات، دسترخوان کی اہمیت و افادیت، میزبان پر مہمانوں کے حقوق، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت، برکت نبوی اور جدید سائنس، کھانے کے بعد کی دعائیں وغیرہ۔

دوسری قسم کے بعض عناوین یہ ہیں: داہنی طرف سے پلانا اسوہ محمدی ہے، برتن کا انتخاب اور ان کے ڈھکنے کی حکمت، مشرکین کے برتنوں کے استعمال کا حکم، انسانی زندگی میں پانی کی اہمیت، پانی اور جدید سائنس، شراب ام الخبائث ہے، زمزم کا پانی اور جدید سائنس، دودھ اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے، ماں کا دودھ قدرت کا انمول تحفہ ہے، بکری، اونٹنی، گائے اور بھینس کا دودھ وغیرہ۔ کھانے والے حصہ میں عناوین کی تعداد (۹۲) اور پینے والے حصہ میں (۳۲) ہے۔

ہر چند کہ مصنف نو عمر ہیں، لیکن کتابوں کی تالیف و تصنیف کا ان کو تجربہ ہے، ان کی بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ان کے تعارف میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ انہوں نے تعلیمی سلسلہ مکمل کرنے کے بعد چند سال جامعہ اسلامیہ دریا آباد، یوپی میں

تدریسی سلسلہ جاری رکھا، پھر مرکزی جمعیت دہلی سے وابستگی اختیار کر لی، اور اسی کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں، ان کے مضامین جریدہ ترجمان میں برابر شائع ہوتے ہیں، اور لوگ انہیں پسند کرتے ہیں، انسان کا کسی بڑے ادارہ سے وابستہ ہو جانا اس کی ترقی کی علامت ہے، تدریس و دعوت کے پہلو سے دیکھا جائے تو کسی ادارہ سے وابستہ ہونا اچھا ہے، اس طرح آدمی کو ایک جہت مل جاتی ہے، اور وہ کسی طرح کے انتشار کا شکار ہوئے بغیر علمی و دعوتی خدمت انجام دیتا رہتا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ عزیز موصوف مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھیں گے، اور اس راہ میں قابل ذکر مقام حاصل کرنے کے لئے محنت کا سلسلہ ترک نہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعاء ہے کہ زیر تعارف کتاب کو قبول عام عطا فرمائے، اور مصنف و ناشر کو اجر جزیل سے نوازے، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

(ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری)

صدر جامعہ سلفیہ، بنارس ۲۷ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو پا کر اس کی جتنا بھی شکر گزاری کی جائے کم ہے۔ ہمارے پاس اس قدر نہ قوت ہے کہ اس کا کما حقہ شکر ادا کر سکیں اور نہ ایسی صلاحیت جس کے استعمال پر ہم اس کا دعویٰ کر سکیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خوشیوں کو کُلّی طور پر حاصل کرنے کے اہل ہیں۔ ہاں! اتنا ہی ممکن ہے کہ حتیٰ الوسع اس کی نعمتوں کو پا کر شکر بجالائیں۔ خوردنی اشیاء اور مشروبات کا تعلق بھی اللہ کی نعمتوں سے ہے۔ ان کو پانا اور ان کا استعمال کرنا، صحیح طریقہ سے ہضم کرنا اور صحت و تندرستی کو بحال رکھنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

کسی چیز کو یونہی کھانا پینا کوئی کمال کی بات نہیں ہے بلکہ ماکولات و مشروبات کو شرعی آداب کے مطابق استعمال کرنا عظیم کامیابی اور بیماریوں سے حفاظت کی ضمانت ہے۔ یوں تو جانور بھی کھاتے پیتے رہتے ہیں، لیکن ان کا کھانا پینا شرعی آداب کے مطابق نہیں ہوتا ہے۔ ہاں! اتنا تو ضرور ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق ہی کھاتے ہیں۔ آج دنیا کے مسلمان کھانے پینے کی چیزوں میں شرعی اصول و آداب کو معمولی جان کر یا دانستہ طور پر قرآن و سنت کی تعلیمات سے لگاؤ نہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں بہت ساری خرابیاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اولاً تو قرآن و حدیث پر عمل نہ کر کے اللہ کی ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں، اور اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ غلط طریقہ کار کے سبب کسی حادثہ یا جان لیوا بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

کھانے پینے میں شرعی آداب سے پہلو تہی کے بڑھتے رجحان کو دیکھ کر میں نے ایک کتاب لکھی جس میں کھانے پینے کے صحیح آداب - قرآن و حدیث کی روشنی میں اجمالاً بیان

کیا تھا۔ کتاب گرجہ چھوٹی تھی لیکن اس کی افادیت سے انکار ناممکن تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس باب میں جدید سائنسی تحقیقات اور اطباء و حکماء کے جدید تجربات قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین موافق ہیں تو یہ داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس میں حسب ضرورت اضافہ کروں اور جدید سائنسی تحقیقات کو بیان کر کے قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا سامان فراہم کروں۔ عین ممکن ہے کہ یہ چیزیں کھانے پینے کے باب میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو معمولی سمجھنے اور ان سے انحراف کرنے کے بڑھتے رجحانات کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہو سکیں۔ کھانے پینے کے صحیح آداب کو جاننے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کا ان میں قلبی شغف پیدا کر دے۔ اس کتاب میں قدرے تبدیلی کرنی پڑی، کچھ مضامین کا اضافہ کرنا پڑا اور اس کی ترتیب کو بدلنا پڑا۔

بڑے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑ رہا ہے کہ میں نے ان مشائخ کا پہلے مقدمہ میں تحریری طور پر شکریہ ادا نہ کر سکا۔ یوں تو میں نے زبانی طور پر ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ کتاب بڑی عجلت میں آگئی جس کی وجہ سے یہ کام رہ گیا۔ میں ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس رحمہ اللہ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے کہ انہوں نے بڑے انہماک کے ساتھ اس کی تصحیح فرمائی تھی اور اس کے سلسلے میں مفید مشوروں اور گراں قدر ملاحظات سے نوازا تھا جن کی روشنی میں میرے قلم کو حرکت و توانائی نصیب ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کرام کے لئے نفع بخش ثابت ہوگی اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے لوگوں میں ماکولات و مشروبات کے اسلامی آداب کی معرفت کے لئے رغبت پیدا کرنے میں اہم رول ادا کرے گی۔ اس کے ذریعہ معاشرے میں بے راہ روی کا ماحول اور بے برکتی کا جو سماں پیدا ہو گیا ہے وہ ختم ہوگا۔

میں اپنے استاد محترم شیخ ارشد فہیم الدین مدنی (نائب رئیس جامعۃ الامام ابن تیمیہ، چندن بارہ، بہار) اور شیخ فضل اللہ انصاری صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کا فریضہ انجام دیا، بے کرمیری حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔

میں فضیلتہ الدکتور مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے لئے ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا۔ اور اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔

میں ان تمام حضرات کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں میرا تعاون کیا ہے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ہے۔ خصوصاً جناب وکیل پرویز صاحب (ناگپور)، جناب مولانا عبدالقدوس عمری صاحب (سرہ ایم۔ پی)، جناب راشد الحسن صاحب (بھوپال)، جناب احسان اللہ صاحب (چنئی) وغیرہم کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں مختصر ہی سہی اپنا گراں قدر تعاون پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر دے اور ان کے مخلصانہ تعاون کو قبول فرمائے۔ آمین۔

میں اپنے مخلص بھائی جناب شہاب الدین صاحب کا بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کو اپنے ادارہ سے شائع کرنے کی ذمہ داری قبول کی اور اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور جملہ انسانوں کے دلوں میں شرعی اصول و آداب کی پاسداری کا جذبہ پیدا فرمادے۔

رفیع اللہ مسعود تہمی
جریدہ ترجمان، دہلی
(۲۰۱۰ء)

سخنہائے گفتنی

اسلام ایک ہمہ گیر و آفاقی مذہب ہے۔ دائمی نظام حیات اور دین فطرت ہے۔ اس کا ہر پیغام کامل و اکمل ہے۔ اس نے دنیاوی اور دینی زندگی کو ہم آہنگ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس نے زندگی گزارنے کے بہترین اصول و ضوابط وضع کئے ہیں۔ طہارت و پاکیزگی اور حفظانِ صحت کے اصولوں کو مرتب کر کے انہیں جزو ایمان قرار دیا ہے اور انہیں انسانی زندگی کے ہر موڑ پر برتنے کی تاکید کی ہے۔

جملہ ادیان و ملل میں مذہب اسلام امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس نے جہاں اسلامی معاشرے کو صالح بنانے کے لئے بہترین ضابطے وضع کئے وہیں حقوق و معاملات، اخلاقیات اور کھانے پینے کے صحیح آداب کو بھی حسین قالب میں ڈھال کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔

در حقیقت نظافت و طہارت، صحت و تندرستی کے اصولوں کو برتنے پر اسلام کی خصوصی توجہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مسلمانوں کو محض مادی اعتبار سے ہی قوی دیکھنا پسند نہیں کرتا بلکہ انسانوں کے جسموں کو ایسا دیکھنا چاہتا ہے جن کی رگوں میں دم عافیت کی روانی ہو، لوگ مکمل طور سے نشاط انگیز ہوں، کمزوری اور نقاہت سے عاری ہوں، اور برے امراض کے شکار نہ ہوں۔ یہ اوصاف جن کے اندر پائے جائیں گے وہ معاشرے کی صالحیت کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

اسلام نے بیماریوں سے بچنے کی جملہ تدابیر کو بیان کر کے اس امر کا واضح ثبوت دیا ہے کہ حفظانِ صحت کے، بڑے ہی مہم بالشان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ نعمتوں سے ان کا تعلق استوار ہے۔ چنانچہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اصولوں کی پاسداری کرے تاکہ اس کے ذریعہ بڑے بڑے امور انجام پاسکیں اور جسمانی قوی مضلل بھی نہ ہوں۔ ان کی ناقد رری کرنا چشم زدن میں انسانی صحت کی پائیدار عمارت کو مسمار

کرنے کے مترادف ہے۔ ان سے چشم پوشی کرنا بہتر ہے اور نہ ہی مقررہ حدود کو پھلانگنا کر انسان جانوروں کی طرح زندگی گزارنے کا مصداق قرار پائے۔

دین فطرت نے جسمانی اور روحانی صحت و تندرستی کی بقا کے لئے اسلامی عبادات کی بجا آوری کا حکم دیا ہے۔ پاکیزہ اشیاء کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔ ان راہوں کو بند کر دیا ہے جن پر چل کر انسانی صحت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

شرعی احکام اسرار و حکم سے لبریز ہیں، یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام نے اس قاعدہ کلیہ ”الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ“، اور قرآنی آیت ”هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا“، کی رو سے زمین پر پائی جانے والی تمام چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔ بجز ان چیزوں کے جن پر شریعت نے حرمت کی مہر ثبت کر دی ہے۔ حرام کردہ چیزوں کی حرمت میں حکمت یہ ہے کہ انسان کی صحت بحال رہے، دماغ فساد سے محفوظ رہے، ضمحل و وضعف کا شکار نہ ہو۔

مختصر یہ کہ تمام چیزوں میں اعتدال و اقتصاد انمول شئی ہے اور اعتدال پسندی قانون فطرت ہے۔ اگر انسان مہلک بیماریوں سے دائمی نجات کا طالب ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ”كُلُوا وَ اشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا“، کے فلسفہ و اصول کو اپنائے اور راہ اعتدال اختیار کرے۔

حکماء کا بیان یہ ہے کہ بھوکے رہنے کی عادت صحت مندی کی علامت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان احساس بھوک کے بغیر کوئی چیز نہ کھائے اور نہ پئے ورنہ بلا ضرورت کھانے کا عادی بننا معدے کو خراب کرنے، زود مضی کی صفت کو ختم کرنے اور صحت و تندرستی کی انمول نعمت سے محروم ہونے کے مترادف ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں کے استعمال کا کیا طریقہ ہونا چاہیے۔ پاکیزہ اور حلال اشیاء کے کھانے اور پینے میں کس طرح رضاء الہی مل سکتی ہے کھائی ہوئی چیزیں بحالی صحت میں کس طرح معاون ثابت ہو سکتی ہیں؟ اور اسلامی آداب کیا ہیں جن کو کھانے اور پینے میں بروئے کار کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید کی جاسکتی ہے؟

جب اسلامی معاشرے کا جائزہ لیں گے تو بے ساختہ زبان سے یہ آواز نکل پڑے گی کہ لوگوں کے اندر سے اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی کا جذبہ بالکل ختم ہو چکا ہے اور وہ اسلامی آداب سے بہت ہی غافل ہو چکے ہیں۔ بالخصوص کھانے پینے کے آداب کا پاس و لحاظ نہیں گرچہ اس کے اندر بعض آداب استحب کا درجہ رکھتے ہیں، تاہم ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ کے اندر شامل ہیں اور ان کی تعمیل باعث اجر و ثواب ہے۔ یہ دیکھ کر کہ لوگ اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری سے دور اور کھانے پینے کے آداب سے ناواقف اور خیر و برکت سے محروم ہیں، میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ میں ایک ایسی کتاب ترتیب دوں جو کھانے پینے کے صحیح آداب پر مشتمل ہو۔ صحیح احادیث کی روشنی میں تمام باتوں کو بیان کرنے کا التزام ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید سے یہ کام شروع کیا اور اس کا نام ”کھانے پینے کے اسلامی آداب اور جدید سائنس“ رکھا۔

یہ میری پیہم کاوش کا نتیجہ اور دیرینہ آرزو کی تکمیل ہے۔ یاد رہے کہ میرے اجزائے ترکیبی خطا و فسیان سے پاک نہیں، اس لئے اس میں غلطیوں کے صدور کا عین امکان ہے۔ اسلامی جذبہ اور دینی غیرت و حمیت نے اس کتاب کو ترتیب دینے کی جرأت بخشی ہے۔ چنانچہ میرے جذبے کی قدر کرتے ہوئے میری کوتاہیوں کی نشاندہی کریں۔ اگر میں اپنی شکستہ تحریروں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل کا امیدوار ہوں تو انشاء اللہ آپ بھی کسی طرح سے میرا تعاون کر کے بدلے سے محروم نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو عوام و خواص کے لئے مشعل راہ، ہمارے لئے ذخیرہ آخرت اور وسیلہ نجات بنائے۔ نیز کتاب کی تصحیح اور طباعت و اشاعت میں حصہ لینے والوں کی مغفرت فرمائے۔ مسلمانوں کے اندر اسلامی آداب کی پاسداری کا جذبہ پیدا کرے۔

آمین اللھم آمین۔

رفیع اللہ مسعود تہمی

کھانے کے اسلامی آداب

اور

جدید سائنس

تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی ایک انمول رتن اور ایک گنج گراں مایہ الہی ہے۔ یہ دنیا کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک ہے۔ بقول شخصے: تندرستی ہزار نعمت ہے۔ یہ سچ ہے کہ حیات مستعار کا لطف و مزہ وہی آدمی اٹھا سکتا ہے جو صحت مند، تہمند اور جملہ بیماریوں سے محفوظ ہو۔ اور جس کا دماغ صحیح و سالم ہو۔ اگر کوئی شخص بے پناہ مال و دولت کا مالک ہے، اس کے پاس سامان راحت و آسائش کی ریل پیل ہے، خدام اور لونڈیوں کی کثرت ہے، صنعت و حرفت، دکان و مکان کا مالک ہے۔ اس کے سر پر جہاں بانی و حکمرانی کا تاج ہے، لیکن وہ تندرستی جیسی بیش بہا نعمت سے محروم ہے تو جان لو کہ ایسے شخص کی ہستی بیکار ہے، اسے ایام شباب اور پیرانہ سالی میں غیروں کا تعاون درکار ہے اور غیر صحت مند انسان اس بے حس و حرکت و محتاج و لاچار آدمی کے مانند ہے جو دنیاوی مال و دولت کی لطف اندوزی سے یکسر محروم ہوتا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے خوب کہا ہے۔

عمیاں سب پہ احوال بیمار کا ہے
کہ تیل اس میں جو کچھ تھا سب جل چکا ہے
موافق دوا ہے نہ کوئی غذا ہے
ہزال بدن ہے زوال قوی ہے
مگر ہے ابھی یہ دیا ٹھماتا
بجھا جو کہ ہے یاں نظر سب کو آتا

ایک صحت مند آدمی دنیاوی اسباب و دولت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے ہر آن و ہر لمحہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہ اپنے لئے بھی مفید اور غیروں کے لئے بھی نفع بخش ہوتا ہے۔ بڑے بڑے امور کی انجام دہی میں وہ جو انمردی و بلند ہمتی کا مظاہرہ

کرتا ہے۔ وہ اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ضرورتیں پوری کرنے میں نشیط ہوتا ہے۔

صحت و تندرستی کی نعمت سے محروم شخص۔ خواہ وہ شیش محلوں میں ٹھاٹھاٹ باٹ کی زندگی کیوں نہ گزار رہا ہو۔ اس کی زندگی بالکل بیکار ہے۔ اس سے بہتر وہ شخص ہے جو تندرستی جیسی انمول شئی سے مالا مال جھوپڑیوں میں زندگی گزارتا ہے۔ اس کا ہر لمحہ صحت و عافیت کے منبع شیریں میں ڈوبا ہوتا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشیوں کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر ایک کا فرض بنتا ہے کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی شکرگزاری کرنے اور اس کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے اوقات زیست کی موتیوں کو اعمال صالحہ کی لڑیوں میں پرو دے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”نِعْمَتَانِ مَغْبُورٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ“۔ [بخاری: ۱۱/۶۳۱۲، کتاب الرقاق]

یعنی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے اندر بیشتر لوگ ٹوٹے میں مبتلا ہیں۔ ایک تندرستی اور دوسری فرصت و فراغت۔

عظیم ترین نعمت تندرستی کے بارے میں قیامت کے دن سوال یقینی ہے۔ اس کے بارے میں دانائے راز حضرت محمد ﷺ کے الفاظ بایں طور منقول ہیں:

”إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي الْعَبْدُ مِنَ النَّعِيمِ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَلَمْ نُنْصَحْ لَكَ جِسْمَكَ وَ نُرْوِيكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ“۔

(یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے: صحیح سنن ترمذی: ۱۳۲/۳ (۳۵۹۶) صحیح ابن حبان: ۳۶۳/۱۶-۳۶۵، امام حاکم نے اسے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ شعب ابی داؤد اور علامہ البانی نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۶/۲ (۵۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن بندہ سے صحت و عافیت جیسی نعمت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اس سے کہا

جائے گا: کیا ہم نے تمہارے جسم کو صحت مند اور تندرست نہیں بنایا؟ کیا ہم نے تجھ کو ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا؟

یہ خیر الوری خاتم المرسلین کے وہ الفاظ تھے جن کو صحابہ کرام سنتے تھے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، ان کے بدن میں رعشہ پیدا ہو جاتا تھا، اضطراب و پریشانی میں وہ مبتلا ہو جاتے اور ان کے اندر عطا شدہ نعمتوں کی قدر دانی کا داعیہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن آج معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ انسان اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر گزاری کے بجائے ان کی ناقدری کرتا ہے اور تندرستی و فرصت کے ساتھ بے توجہی و غفلت شعاری کا سلوک روا رکھتا ہے، جبکہ ایسے مواقع کو غنیمت شمار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَوْنَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ“۔

(امام حاکم نے ”مستدرک: ۳۳۵/۵“ میں بیان کرنے کے بعد امام بخاری و مسلم کے شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ کنز العمال ۸۷۹/۱۵: ۲۳۳۹) میں مذکور ہے کہ امام منادی نے فیض القدیر: (۱۵/۱) میں اور علامہ البانی نے صحیح الجامع الصغیر: ۲۳۳/۱ (۱۰۷۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

اس کی ترجمانی ایک عربی شاعر نے یوں کی ہے:

بَادِرْ شَبَابَكَ اَنْ يَهْرَمَا وَصِحَّةَ جَسَدِكَ اَنْ يَسْقَمَا
وَ اَيَّامَ غَيْشِكَ قَبْلَ الْمَمَاتِ فَمَا ذَهَرُ مَنْ عَاشَ اَنْ يَسْلَمَا
وَوَقْتُ فَرَاغِكَ بَادِرْ بِهِ لِيَالِي شُغْلِكَ فِي بَعْضِ مَا
وَقَدِّمْ فَكُلَّ اَمْرٍ قَادِمٍ عَلَى بَعْضِ مَا كَانَ قَدْ قَدِّمًا

تم جوانی ڈھلنے سے پہلے اپنا کام کر لو اور بیمار ہونے سے پہلے اپنی صحت کی حالت میں کام کر لو۔ اور موت سے پہلے اپنی زندگی میں کام کر لو کیوں کہ کسی زمانہ میں بھی جس نے بھی زندگی گزاری ہے وہ محفوظ نہیں رہا ہے۔ فراغت کے وقت میں کام کر لو قبل ازیں تمہیں زلت میں کام کرنا پڑے۔ اور کچھ عمل آگے بھیج دو اس لئے کہ برآدی ان میں سے بعض عمل پر آنے والا ہے جو اس نے

آگے بھیجا ہے۔

علامہ الطاف حسین حالی نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

غنیمت ہے صحتِ غلات سے پہلے
فراغتِ مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
اقامتِ مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

بعض مفسرین کرام کا سورہ نکاح کی آیت کریمہ ”لَتَسْتَلْنَ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ“ میں نعیم کی تفسیر صحت و تندرستی سے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس بیش بہا نعمت کے متعلق قیامت کے دن سوال ہونا یقینی امر ہے۔ چنانچہ ہر کس و نا کس کو اس کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کا طلب گار بننا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس رضی اللہ عنہما! اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کے اندر عافیت طلب کیجیے۔

(مسند احمد: ۳/۱: ۲۰۹) صحیح ترمذی: ۵۳۳/۵ (۳۵۱۴) کتاب الدعوات۔ یہ حدیث یزید بن زیاد کی

وجہ سے ضعیف ہے۔ امام احمد نے اسے کئی طرق سے روایت کیا ہے لیکن کوئی طریق مجہول راوی سے خالی نہیں

ہے۔ البتہ مستدرک حاکم: ۵۲۹/۱ میں ہلان عن حباب عن عکرمہ عن عبد اللہ بن عباس کے طریق سے ایک روایت

”أَخْبِرُوا الدُّعَاءَ بِالْعَافِيَةِ“ اور مسند احمد: ۵۰۳/۱ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ”يَسْلُوا اللَّهَ الْمُعَافَاةَ فَإِنَّهُ

لَمْ يُولَدْ أَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْمُعَافَاةِ“ مروی ہے۔ ان کے ذریعہ مذکورہ حدیثوں کی تائید ہو جاتی ہے

۔ اس لئے کہ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ”صحیح ابن ماجہ: ۳۲۸/۲ (۳۱۰۴-۳۸۴۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

ان مذکورہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں صحت و عافیت کو بڑی

اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ہر لمحہ قدر دانی کرنا ہمارا اولین

فریضہ ہے۔ اور اس کی ناکدری کرنا موجب عذاب الہی ہے۔ لمحاتِ زندگی کو یونہی غفلت و

مستی میں گزرنے سے بچا لینا دانائی اور عقلمندی کی دلیل ہے کیوں کہ کوئی شخص حقیقتِ موت

سے واقف نہیں ہے کہ موت کب اپنا خونخوار پنجہ نصب کر دے اور زندگی کی گاڑی آخرت کے لئے چل پڑے۔ چنانچہ جو بھی لمحہ میسر ہے اس سے بیش از بیش فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کی صحت کا خیال رکھتے تھے تاکہ ان کی قوت و طاقت بحال رہے اور اسلام کی سر بلندی میں وہ مدد و معاون بن سکیں۔ اس کا اندازہ ام منذر بنت قیس انصاریہ کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔ وہ کہتی ہیں:

”دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَمَعَهُ عَلِيٌّ نَاقِيَةً، وَلَنَا دُؤَالِي مُعَلَّقَةٌ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ لِيَأْكُلَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِعَلِيٍّ: ”مَهْ إِنَّكَ نَاقِيَةً، حَتَّى كُفَّ عَلِيٌّ، قَالَتْ: وَضَعْتُ شَعِيرًا وَسَلَقًا، فَجِئْتُ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا عَلِيُّ! أَصِيبَ مِنْ هَذَا فَهُوَ أَنْفَعُ لَكَ“۔ (سنن ابی داؤد: ۳۸۵۶، یہ حدیث حسن ہے)

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور علی پر نقاہت طاری تھی، ہمارے پاس کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر انہیں کھانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بٹھرو (تم نہ کھاؤ) کیوں کہ تم ابھی کمزور ہو یہاں تک کہ علی رک گئے، میں نے جو اور چقندر پکایا تھا اسے لے کر میں آپ کی خدمت میں آئی تو آپ نے فرمایا: علی! اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

عمر بن احمد بن محمد نے اپنے ان اشعار میں صحت و تندرستی کے راز کو یوں واضح کیا ہے۔

أَنْتَ فِي غَفْلَةِ الْأَمَلِ لَسْتَ تَدْرِي مِنَ الْأَجَلِ
لَا تَغُرَّنَّكَ صِحَّةُ فَهُوَ مِنْ أَوْجَعِ الْعِلَلِ
كُلُّ نَفْسٍ لِيَوْمِهَا صِحَّةٌ تَقْطَعُ الْأَمَلَ
فَاعْمَلْ الْخَيْرَ وَاجْتَهِدْ قَبْلَ أَنْ تَمْنَعَ الْعَمَلَ

تو غفلت امید کے اندر مبتلا ہے۔ تجھے پتہ نہیں کہ موت کب آئے گی۔ صحت و تندرستی تجھ کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔ وہ تکلیف دہ اسباب و علل میں سے ایک علت ہے۔ کار خیر (بھلائی کا کام) انجام دو اور کوشش کرتے رہو قبل ازیں کہ تجھے عمل سے باز رکھا جائے۔

تحفظ صحت کے رہنما اصول و ضابطے

صحت و تندرستی انمول نعمت ہے اور اسلامی شریعت نے بھی اس کی حفاظت اور اس کے بحالی کی تاکید کی ہے، اس کو بحال رکھنے کے کچھ رہنما اصول وضع کئے ہیں، ماہرین بحث و تحقیق نے اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کچھ قوانین بنائے ہیں جن کی تعمیل کے بعد ہی ہم دنیاوی نعمتوں کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ صحت دن بدن بگڑتی جائے، کھانے اور پینے میں بداحتیاطی زیادہ ہو تو کسی مرض کے لاحق ہونے کا زیادہ خدشہ ہوتا ہے جب صحت مند و توانا انسان مریض بن جاتا ہے تو ساری نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ ان کی نگاہوں کے سامنے متنوع غذائیں ہوتی ہیں لیکن وہ اپنی بڑھتی بیماری اور ضعف و نقاہت کے پیش نظر ان کے استعمال سے ڈرنے لگتا ہے یا صحت کی بحالی کے لئے ڈاکٹروں کے مشورے پر کاربند ہو جاتا ہے۔ کھانے اور پینے میں یاہر عمل میں احتیاط کو اولیت دیتا ہے حالانکہ نبی ﷺ نے بہت زمانہ قبل احتیاطی تدابیر اور تحفظ کے رہنما اصول بتائے ہیں اور جدید سائنسی تحقیقات نے انکی تصدیق کر دی ہے۔ ہاں! اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اگر اس نے کوئی مرض پیدا کی ہے تو اس کا علاج بھی پیدا کر دیا ہے ”لکل داء دواء“ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے جس کا علاج موجود نہ ہو۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ انسانی عقل کی رسائی ان اسباب و علاج تک نہ ہو سکے اور ان کی تحقیق و تفتیش میں صدیاں گزر جائیں لیکن صحت کے اصول (Principles of Health) پر برابر توجہ رکھنی چاہیے اور احتیاطی تدابیر سے کبھی چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے۔ صحت بخش طریقہ پر قائم رہنے کے لئے درج ذیل اصول سودمند ہیں۔

اپنی تندرستی پر دھیان دینا: جس شخص کو اپنی تندرستی کے بارے میں جتنا خیال ہوگا وہ اتنا ہی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے گا، اللہ کی نصرت و اعانت بھی ساتھ ہوگی اور وہ تحفظ صحت میں کامیاب بھی ہوگا لیکن احساس ختم ہو جائے بداحتیاطیاں عروج پر ہوں تو بگڑتی صحت کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

بیماری کی وجہ سے ناامیدی کا شکار نہ ہونا بلکہ
مقابلہ کی طاقت رکھنا: صحت و تندرستی کو باقی رکھنے میں اپنی کوششیں جاری رکھنی
 چاہئیں۔ اگر کوئی خرابی لاحق ہو تو ہار تھک کر بیٹھنا مناسب نہیں ہے بلکہ اپنے کاموں میں
 مصروف رہنا اور اپنے مقاصد کو بلند رکھنا بہتر ہے۔ بہت سارے واقعات ایسے موجود ہیں
 جن سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے مرض کے باوجود بھی حالات سے کافی مقابلہ کیا اور
 اپنے کاموں میں لگے رہے، ابھی ایک اخباری رپورٹ یہ تھی کہ ایک خاتون کینسر کا شکار
 ہو گئی۔ اس نے اپنے گھر بھی نہیں بتلایا بلکہ اپنے کاموں میں ہمت و حوصلہ کے ساتھ لگی
 رہی۔ بے فکری نے اس کو اپنے کاموں سے رغبت و دلچسپی کو برقرار رکھا، اپنے کاموں میں لگی
 رہی یہی وجہ ہے کہ وہ حالات سے مقابلہ کرتی رہی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اسے یہ مہلک مرض
 لاحق ہی نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ باپوس کن حالات سے مقابلہ کی عادت ڈالنا بھی ضروری ہے۔

فطری چال چلنا: آدمی برابر اپنی رفتار پر چلتا رہے، نہ کبھی تیز نہ بالکل سست
 رفتار، بلکہ قدرت نے جو چال عطا کیا ہے اس پر رواں دواں رہے، اور یہ کوشش ہونی چاہیے
 کہ ایک زمانے تک اس پر قائم رہے تاکہ ہماری صحت میں خرابی در نہ آئے۔
 آدمی جب ورزش کرے گا یا صحت کو بحال رکھنے کے لئے کوئی تدبیر اپنائے گا تو لامحالہ
 اس کے اندر تھوڑی پریشانیاں آئیں گی اور اس کو درد محسوس ہوگا لیکن اس سے بالکل بیزار نہ
 ہو جائے اور ایسا کرنا نہ چھوڑ دے بلکہ اپنا عمل جاری رکھے۔

نشہ آور اشیاء سے دور رہ کر زندگی کو پر لطف

بنانا: ہمارا معاشرہ بگاڑ کے درپے ہے۔ ہر طرح کی نشیلی اشیاء کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا
 ہے۔ حیات بخش و صحت بخش اشیاء کے استعمال سے اسے لا پرواہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ
 بیماریوں کا آماج گاہ بن چکا ہے اور صحت و تندرستی کو بڑے پیمانے پر خسارہ لاحق ہے اس کے اندر تبدیلی
 لانے کی ضرورت ہے تاکہ معاشرہ کی فضا کو خوشگوار بنایا جائے۔ انسان آلودگیوں سے محفوظ رہے۔ ہر
 اعتبار سے چست رہے اور تندرستی کو بحال رکھ کر اپنی زندگی کو پر لطف بنائے۔

اپنی تندرستی کے لوٹنے کی امید رکھنا: اگر کھانے اور پینے

میں بد پرہیزی ہو جاتی ہے یا نفس ایسی غذاؤں کی طرف مائل ہے جن کے استعمال سے صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو انسان کو میٹری صحت سے فوراً مایوس ہو کر اپنی تدبیروں سے دہشت کش نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ میں دن بدن اچھا ہو رہا ہوں اور آئندہ مزید صحت و تندرستی کے لوٹ جانے کی امید ہے۔

بد احتیاطی اور لا پر واہی سے بچنا: انسان کو جب بھی اس کا علم ہو کہ ہماری کاوشوں سے ہماری صحت واپس آسکتی ہے اور جب احتیاطی تدبیریں اپنائی جائیں تو موذی امراض سے نجات مل سکتی ہے اور اصول صحت پر عمل پیرا ہو کر زندگی کو فرحت بخش بنا سکتے ہیں۔ اس میں تاخیر نہ کرے اور نہ لا پر واہی سے کام لے بلکہ جتنا جلد ہو سکے ان تدابیر کو اختیار کرے جن سے صحت کو لوٹ جانے کی امید ہو۔ کسی انسان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی عمر کو دیکھے اور زیادتی عمر کی وجہ سے وہ ان تدابیر کو اپنانے سے باز آجائے جن سے صحت یابی کی مکمل توقع کی جاسکتی ہے۔ تو یہ اچھا نہیں ہے۔ اسلامی شریعت اس سے منع کرتی ہے کہ انسان اللہ کی رحمتوں سے ناامید ہو کر بیٹھ جائے اور علاج کی کوئی تدبیر نہ اپنائے۔

حلت و حرمت کا اسلامی ضابطہ

بلاشبہ صحت و تندرستی تمام انسانوں کے لئے بے حد ضروری ہے۔ یہ ایک انمول نعمت الہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام لوگ ایسی غذاؤں کی فراہمی میں اس طرح خون پسینہ ایک کئے رہتے ہیں کہ گھلے تندرستی کی پڑمردگی کا امکان معدوم ہو جایا کرتا ہے اور مختلف قسم کی بیماریاں حصار صحت و عافیت کے قریب اپنا پر نہیں مار پاتیں۔ دنیاوی رنج و غم اور تکالیف و مشاغل کے جھیلوں سے نجات مل جاتی ہے۔ کیف و سرور اور شادمانی و مسرت کے چشم صافی سے سیرابی کا موقع ہاتھ آ جاتا ہے۔

مذہب اسلام سے قبل دور جاہلیت میں حلت و حرمت کا معیار بالکل غلط تھا۔ اس کے اندر اباحت کی آمیزش تھی۔ حرمت کا نشان معدوم تھا۔ عزت و آبرو برے ماحول کی اسیر بن چکی تھی۔ برائیوں کا دور دورہ تھا۔ لیکن دین اور دنیاوی معاملات میں لوگ خرد برد کے عادی

بن چکے تھے۔ الغرض جملہ فواحش اور غلط کاموں نے معاشرتی نظام کو دور ہم برہم کر دیا تھا۔
حلت و حرمت کے معاملے میں جو بے راہ روی اور سردمہری عام ہو چکی تھی، مذہب
اسلام نے اس کا انسداد کیا۔ حلال و حرام کا میزان مقرر کیا۔ اصول تشریع وضع کر کے یہ اعلان
کیا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اصلاً حلال ہیں اور یہی قرآن کا واضح اعلان ہے۔
ارشاد ربانی ہے:

”هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا“ [البقرہ: ۲۹]

وہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔
دوسری جگہ فرمایا: ”أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَاسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً“ [لقمان: ۲۰]

کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تمام
چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو انسان کے تابع بنا کر یہ واضح کر دیا کہ وہ ان سے آزادانہ
طریقہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہ اللہ کا اپنے بندوں پر زبردست احسان ہے۔ اس نے محض
ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو انسانوں کے جسم میں لاعلاج بیماریاں پیدا کرنے والی ہیں۔ ان
کے عقلوں میں فتور پیدا کرنے والی، اسلامی معاشرے میں بدبودار خباثت پھیلانے والی اور
اسلامی شکل و صورت کو دغا دار بنانے والی ہیں۔ شریعت کے اندر حرام چیزیں کسی خاص علت اور
مصلحت کے پیش نظر حرام ہیں۔ شریعت مطہرہ کے اندر محرمات کا دائرہ بہت ہی تنگ ہے اور
حلت کا دائرہ نہایت ہی کشادہ ہے۔ پاکیزہ اور نفیس چیزیں جائز اور ناپاک و نقصان دہ چیزیں
حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فلسفہ حلت و حرمت کی وضاحت کی ہے اور پاکیزہ
چیزوں کو اپنانے کی سخت تاکید کی ہے۔

ارشاد ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَ
اشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّ كُنتُم مِّنْ تَعْبُدُونَ“ [البقرہ: ۱۷۲]

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ، پیو اور

اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اس میں اہل ایمان کو ان تمام پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم ہے، جو اللہ نے حلال کی ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی تاکید ہے۔ اولاً معلوم ہوا کہ اللہ کی حلال کردہ چیزیں ہی پاک اور طیب ہیں۔ حرام کردہ چیزیں پاک نہیں۔ خواہ وہ نفس کو کتنی ہی مرغوب ہوں جیسے اہل یورپ کو سور کا گوشت بڑا مرغوب ہے۔ [سورہ البقرہ: ۱۶۷]

نیز فرمایا: ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ“۔ [البقرہ: ۱۶۸]

اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ، پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو۔ وہ یقیناً تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

یعنی شیطان کی تابعداری کر کے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرنا شریعت کے ساتھ کھلی بغاوت ہے۔ اور وہ تو چاہتا ہے کہ انسان کس طرح راہ شریعت سے برگشتہ ہو جائے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”میں نے اپنے بندوں کو صحیح و درست دین پر پیدا کیا۔ چنانچہ شیطان نے ان کو ان کے دین سے برگشتہ و گمراہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھی اس نے ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا،“ (صحیح مسلم: کتاب الحجۃ و صفۃ نعیم اہلھا)۔

نیز فرمایا: ”وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ“۔ [المائدہ: ۸۸]

اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تمہارا ایمان ہے۔

ایک جگہ اپنے رسولوں کو مبلغ انداز میں اس کی تاکید کی: ”يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ“۔ [المؤمنون: ۵۱]

اے رسولو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو، اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔

اس آیت کے ضمن میں حافظ صلاح الدین یوسف نے یہ لکھا ہے :

”ہر پاکیزہ چیز اللہ نے حلال قرار دی ہے اور ہر حلال چیز پاکیزہ، اور لذت بخش ہے۔ خباثت کو اللہ نے اسی لئے حرام کیا ہے کہ وہ اثرات و نتائج کے لحاظ سے پاکیزہ نہیں ہیں، گو خباثت خورق و قوموں کو اپنے ماحول اور عادت کی وجہ سے ان میں ایک گونہ لذت ہی محسوس ہوتی ہو۔ عمل صالح وہ ہے جو شریعت یعنی قرآن و حدیث کے موافق ہو نہ کہ وہ جیسے لوگ اچھا سمجھیں کیوں کہ لوگوں کو تو بدعات اچھی لگتی ہیں۔ بلکہ اہل بدعت کے ہاں جتنا اہتمام بدعت کا ہے اتنا فرائض و واجبات اسلام اور سنن و مستحبات کا بھی نہیں ہے۔ اکل حلال کے ساتھ عمل صالح کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ اکل حلال سے عمل صالح آسان اور عمل صالح انسان کو اکل حلال پر آمادہ اور اس پر قناعت کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے تمام پیغمبروں کو ان دونوں باتوں کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام پیغمبر محنت کر کے حلال روزی کمانے اور کھانے کا اہتمام کرتے رہے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے۔ ”كَانَ يَأْكُلُ مِنْ كَسْبِ يَدِهِ“ (صحیح بخاری: البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ) وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قرار پٹ (سکے) کے عوض چراتا رہا ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قواریط) آج کل بلیک میلروں، اسمگلروں، رشوت خوروں و سود خوروں اور دیگر حرام خوروں نے محنت مزدوری کر کے حلال روزی کھانے والوں کو حقیر اور پست طبقہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ ذراں جالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، ایک اسلامی معاشرے میں حرام خوروں کے لئے عزت و شرف کا کوئی مقام نہیں، چاہے وہ قارون کے خزانوں کے مالک ہوں، احترام و تکریم کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو محنت کر کے حلال کی روزی کھاتے ہیں، چاہے روکھی ہوکھی ہو۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ حرام کمائی والے کا صدقہ قبول نہیں فرماتا ہے، نہ اس کی دعا ہی،۔۔۔ (صحیح مسلم: کتاب الزکاة، باب قبول الصدقہ من

الکسب الطیب)۔ [قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر: ۹۳۹-۹۵۰]

کسی شاعر نے یہ سچ کہا ہے:

حلال آدمی پر ہے نہ کھانا نہ پینا نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینہ
سہل بن عبد اللہ تستری کا بیان ہے کہ بندے کی حقیقت ایمان تک رسائی اس
وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اندر چار خصلتیں پیدا نہ ہو جائیں۔ وہ فرائض کو
سنت کے ساتھ ادا کرے، حلال چیزوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ کھائے، اپنے ظاہر و
باطن سے منع کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اور اس پر موت تک صبر کرے۔ جس نے حرام
کھایا اس کے اعضاء اس کی معصیت کریں گے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے، خواہ اسے علم ہو یا
نہ ہو اور جس کا کھانا حلال ہے اس کے اعضاء اس کی بات مانیں گے اور اسے اچھے کاموں
کی توفیق ملے گی۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إِنَّ الْحَيَاةَ مَزْرَعٌ فَأَزْرَعْ بِهَا مَا شِئْتَ تَحْصُدْ
وَالنَّاسُ لَا يَتَّقِي سِوَى آثَارِهِمْ وَالْعَيْنُ تَفْقَدُ
وَالْمَالُ إِنْ أَصْلَحَتْهُ يَصْلُحْ وَإِنْ تَفْسَدَتْهُ يَفْسُدْ

یعنی زندگی ایک کھیتی ہے، چنانچہ جو کاشنا چاہتے ہو اسے اس میں بوؤ، لوگوں کے
صرف آثار باقی رہ جائیں گے اور آنکھ انہیں کھودے گی۔ مال کو اگر اچھے طریقے سے رکھو گے تو
وہ اچھی طرح تمہارے پاس رہے گا اور اگر خراب کر دو گے تو وہ خراب ہو جائے گا۔

بعض وہ چیزیں جن کی حلت و حرمت کی وضاحت شریعت کے اندر نہیں ہے۔ ان
کے بارے میں اسلامی ضابطوں کی رو سے یہ کہنا درست ہے کہ وہ اصلاً جائز ہیں الا یہ کہ ان کی
حرمت پر کوئی نص صریح وارد ہو جائے اور جو مشتبہ امور ہیں ان سے گریز کرنا ہی اصل دین ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ، وَالْحَرَامَ بَيْنَ، وَبَيْنَهُمَا
مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ
وَعَرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ

الْحَمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمَى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمَهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ“۔ [بخاری: ۱۱۶/۱، مسلم: ۱۵۹۹]

”حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے۔ اور جوان کے درمیان ہیں وہ مشتبہ امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔ جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں گر پڑا تو وہ حرام کاموں میں گرفتار ہو گیا۔ وہ چرذہ ہے کے مانند ہے جو چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ چراگاہ میں چرانے لگ جائے۔ خبردار! ہر بادشاہ کی چراگاہیں ہوتی ہیں۔ خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ خبردار! بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے گا تو تمام جسم درست رہے گا اور جب وہ خراب ہو جائے گا تو تمام جسم خراب ہو جائے گا۔ سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔“

بلاشبہ کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام قرار دینا محض اللہ کا حق ہے۔ مخلوقات میں سے کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ حلت و حرمت کا اسلامی ضابطہ اور تشریحی اصول وضع کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرنے کی جسارت کرتا ہے تو وہ شریعت کی نظر میں قابل مذمت ہی نہیں بلکہ بہت بڑا مجرم ہے کیوں کہ جس چیز کا حقدار خالق حقیقی ہے اس کو وہ اپنے قبضہ اختیار میں لینے کی بے جا کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے شخص کی مذمت میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

”قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلِ اللَّهُ آذَنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ“۔ [یونس: ۹۰]

آپ کہہ دیجیے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حصہ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھئے کہ کیا تم کو اللہ نے حکم دیا تھا یا اللہ پر افتراء ہی کرتے ہو۔

نیز فرمایا: ”وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّبُكُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِنَقُتُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَقْتُرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يَفْلَحُونَ“۔ [النحل: ۱۱۶]

یعنی کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے۔ یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔

جو لوگ حلت و حرمت کا قاعدہ از خود وضع کرتے ہیں اس کے پاداش میں اللہ اپنی عطا کردہ نعمتیں ان سے سلب کر لیتا ہے اور بہت سی پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے جیسا کہ بنواسرائیل پر ایسا کر کے ایک عبرت و موعظت کا نمونہ قائم کر دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ”فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّت لَّهُمْ وَبَصَدْنَاهُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا“ [النساء: ۱۶۰]

جو نفیس چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث۔

دوسری جگہ فرمایا: ”وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْأَنْعَامِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُرُهُمَا أَوْ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ“ [الانعام: ۱۴۶]

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے و بکری میں سے ان دونوں کی چربیوں کو ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں، مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی شرات کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

اسلام کے اندر ان آیات و احادیث کی روشنی میں یہ قاعدہ کلیہ ثابت ہو گیا کہ روئے زمین پر پائی جانے والی پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور عبادات و عادات سے متعلق ناپاک و غبیث چیزیں حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حلت و حرمت کے بارے میں قانون سازی کا دروازہ مطلقاً بند کر دیا ہے۔ ائمہ اسلام اور فقہائے کرام کو صرف کتاب و سنت کی روشنی میں حلال و حرام کے اصولوں کی وضاحت کا اختیار حاصل ہے۔ ان کی ذمہ داری قانون دانی ہے نہ کہ قانون سازی۔ یہ اختیار تو محض اللہ تعالیٰ کو ہے۔ انبیاء اور رسولوں کو بھی یہ اتھارٹی حاصل نہیں بلکہ انہیں اللہ کے حکم سے حلال و حرام کو بیان کرنے کا اختیار حاصل تھا

اور اس کے برعکس عمل کرنے پر سخت تنبیہ کی گئی۔

ارشاد ربانی ہے: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ، تَتَّبِعِي مَرَضَاتِ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ“ [الصحریم: ۱]

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں۔ آپ اپنی بیویوں کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ایک جگہ عام مومنین کو مخاطب کر کے انہیں دائرہ اعتدال میں رہنے کی تاکید کی گئی اور پاکیزہ چیزوں کو حرام کرنے سے روک دیا گیا۔

ارشاد الہی ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ“ [المائدہ: ۵: ۸۷]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حد سے آگے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے تحلیل و تحریم کے فعل کو شرک اور ایک شیطانی عمل قرار دیا ہے اور محکم آیات کے ذریعہ مسلمانوں کو حدود الہی پر گامزن رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تا دم آخر اس فریضہ الہی کی انجام دہی میں کوتاہی نہیں کی۔ جب کبھی اس طرح کی بات ان کے علم میں آئی کہ کسی نے شرک کر کے جری ہونے کا ثبوت دیا ہے تو فوراً اس کے اسناد میں پورے طور پر لگ جاتے اور ایسے افراد کو برابر قرآن و حدیث سے اکتساب فیض کی تاکید کرتے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”أَطِيعُوا نَبِيَّ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ وَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، أَجْلُوا حَلَالَهُ وَحَرَّمُوا حَرَامَهُ“ (طبرانی، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع ۲۳۶: ۱۲۷۲ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

یعنی میری بات مانو جب تک میں تمہارے درمیان ہوں اور کتاب اللہ کو لازم پکڑو، اس کے حلال کردہ چیزوں کو حلال جانو اور اس کے حرام کردہ چیزوں کو حرام جانو۔ ایک بار ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اے اللہ کے

رسول! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو نفسانی خواہشات کا مجھ پر غلبہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا ہے۔ اتنا سنا تھا کہ نبی ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس کو حلال چیز کو حرام کرنے سے روکا۔ قرآنی ہدایات کے بارے میں فہم و تتبع کی دعوت دی اور اس کو اصول سازی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے وعید الہی سے ڈرایا اور بتایا کہ ایسا کرنے سے انسانی معاشرے کا نظام بگڑ جائے گا اور اللہ کے وضع کردہ اصول و قوانین کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔

الغرض حلت و حرمت کے باب میں قرآن مجید اور حدیث رسول تمام لوگوں کے لئے مشعل راہ ہیں جو شریعت میں حلال کی گئی ہیں وہ حلال ہیں اور جو حرام کی گئی ہیں وہ حرام ہیں اور اس کا حکم عام ہے جس کے اندر عرب و عجم سب داخل ہیں اور تا قیامت یہ اپنی اصلی ساخت پر قائم رہے گا۔

غذا کی اہمیت و افادیت

انسانی جسم عموماً غذاؤں کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے۔ اگر جسم کو مناسب مقدار میں بہترین غذائیں نہ ملیں تو اس کی تمام تر توانائیاں ختم ہو جائیں گی اور ہر عضو اپنا کام چھوڑ دے گا۔ گویا غذا انسانی جسم کے لئے ایندھن کی طرح ہے کہ جس کے بغیر کسی چیز کی تیاری نامکمل ہی رہتی ہے اور گاڑی اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکام ہوا کرتی ہے۔

تندرستی کے حصول میں غذا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ غذا اور غذائیت دونوں لازم ملزوم ہیں۔ غذائیت کے بغیر غذا بالکل بیکار شئی ہے اور غذا کے بغیر غذائیت کا حصول ناممکن ہے۔ غذا انسانی جسم کی ایک ایسی سخت ضرورت ہے جس کے بغیر جینا محال ہے۔ خوردنی اشیاء (کھانے کی چیزیں) اپنے اندر ہضم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں بلکہ انہیں ہضم کر کے جسموں کے لئے کارآمد بنانے اور گوشت پوست کی شکل میں تبدیل کرنے میں جسمانی قوی کو بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔

بلاشبہ غذا ہر ایک کے لئے بے حد ضروری ہے اور ہر ایک کے اندر یہ صلاحیت

ودیعت ہے کہ وہ دیگر عبادات - جن کی بجا آوری پر اجر و ثواب ملتا ہے - کی طرح غذا کو مستقل عبادت خیال کرے تو غذا کے استعمال میں اجر و ثواب کا ملنا عین ممکن ہے لیکن اسے زمرہ عبادت میں شامل کرنے کے لئے چند چیزوں کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

غذا کے استعمال میں نیت خالص و نئی چاہیے۔ نیت کے خالص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا پینا اس نیت کے ساتھ ہو کہ غذا انہیں حلال طریقے سے حاصل کی گئیں ہیں۔ اور ان کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ غذا کا استعمال کرنے والا اللہ رب العزت کا تابع و مراد ہو۔ اس کے دل میں خوف الہی سا جوہر آبدار ہو۔ وہ ہمیشہ کھانے پینے میں اللہ سے اجر و ثواب کا امیدوار ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا

نَوَى ،،۔ [بخاری : ۱/۹، کتاب بدء الوحي، ۳/۵۱۵؛ کتاب الامارۃ : ۱۰۰]

جملہ اعمال نیتوں پر موقوف ہیں۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ انسان جو بھی عمل کرنا چاہے، اگر اس کے اندر حسن نیت کا دخل ہے، تو اس کا اجر و ثواب اسی پر موقوف ہوگا۔ خوردنی اشیاء کے استعمال سے ایک انسان کا مقصد مضبوط و طاقتور بن کر راہ الہی میں جنگ کرنا، اعلاء کلمہ حق کی خاطر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنا اور اپنی صحت و تندرستی کو بحال رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرنا ہے۔ تو یقیناً غذا کا استعمال ایک عبادت ہے اور اس پر اجر و ثواب کا ملنا یقینی ہے۔

علامہ نووی کا بیان ہے: ”وَيَتَضَمَّنُ ذَلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا فَعَلَ شَيْئًا أَصْلُهُ عَلَى الْإِبَاحَةِ وَقَصْدُهُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى يُثَابُ عَلَيْهِ، وَذَلِكَ كَمَا كُنَّا نَقُولُ بِنِيَّةِ التَّقْوَى عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى، وَالنُّومُ لِلِاسْتِرَاحَةِ لِيَقُومَ إِلَى الْعِبَادَةِ نَشِيطًا“۔ [المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج : ۸۱/۱۱]

اصل میں یہ چیز شامل ہے کہ انسان جو بھی چیز انجام دے اصلاً مباح ہوتی ہے اور اس سے مقصود رضائے الہی کا حصول ہے جس پر ثواب و بدلہ ہے اور اسی خیر کا کھانا بھی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری تقویت کی نیت سے کھایا جائے اور آرام کی خاطر

سونا تا کہ نشیط ہو کر عبادت انجام دی جائے۔

خورد و نوش میں سنت محمدی کے گل بوٹوں کو تلاش کرنا، ان اسلامی آداب کا پاس و لحاظ رکھنا جن کی صحت شرعی نصوص سے ثابت ہے، احیاء سنت رسول کے جذبہ سے سرشار انہیں عملی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرنا دراصل خوشنودی الہی کو حاصل کر لینا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيُحْمَدُهُ عَلَيْهَا وَيَشْرِبَ الشَّرْبَةَ فَيُحْمَدُهُ عَلَيْهَا“، [صحیح مسلم: ۵۹۰۲/۴، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ]

اللہ تعالیٰ بندہ سے اس وقت راضی ہوتا ہے جب وہ کھانے پینے پر اللہ کی حمد و شکر کرتا ہے۔ گویا بندہ رات یا دن کے کسی حصہ میں کھاپی کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت پر شکر ادا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے۔

غذا میں تغذیہ کی اہمیت

سائنس اور ٹکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں اہل یورپ کی کورانہ تقلید پر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ اور یہ عمل حیرت و استعجاب کا باعث بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل اور فہم و فراست عطا کی ہے۔ قوت تمیز سے نوازا ہے۔ تاہم انسان ہر عمل میں ان کے نقش قدم کی پیروی میں محو نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ملبوسات و ماکولات میں ہو یا زندگی کے کسی گوشہ کو زیب و زینت بخشے میں ہو۔ ان میں سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج اشیاء خوردنی کے تحفظ کے مختلف وسائل و ذرائع اپنائے جا رہے ہیں۔ کمپنیاں مرکباتی اجزاء اور کیمیاوی چیزوں کی آمیزش سے متنوع کھانوں کو تیار کر رہی ہیں اور ان کی پیکنگ کر کے بازاروں میں سپلائی کر رہی ہیں۔ ان پر رنگ برنگ کے ٹریڈ مارک لگے رہتے ہیں اور وہ مہر بند ملتی ہیں۔ ہوٹلوں، ریسٹورینٹوں اور دکانوں میں اس طرح کی دستیاب اشیاء کا کھانا قدرتی نعمتوں سے خود کو محروم کر کے غذاؤں اور کھانے پینے کی چیزوں سے صرف فیشن، نقالی یا

چٹورپن کی عادت ڈالنا یا چٹکارے کی وجہ سے لطف اندوز ہونا ہے۔ انسان فطرتاً خوشنما چیزوں کی طرف جلد مائل ہوتا ہے۔ نمائشی پیکنگ اور سجاوٹ شدہ مہربند غذاؤں کی طرف دلوں کا میلان زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن ان کی ضرر رساں اثرات سے انسان یکسر غافل ہوتا ہے۔ بعض ماہرین نے ایسی غذاؤں کو نہایت نقصان دہ قرار دیا ہے کیوں کہ ان غذاؤں سے وہ تمام چیزیں ختم ہو جاتی ہیں جو غذائیت کہلاتی ہیں اور ان میں طاقت دینے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ہاں ان سے زندگی کی رمتق تو باقی رہ سکتی ہے لیکن قوی کا اضمحلال دور نہیں ہوتا ہے اور نہ غذاؤں میں تغذیہ کی صلاحیت مفقود ہونے کی وجہ سے انسان طاقت و توانائی کی امید رکھ سکتا ہے۔ بعض حضرات نے اپنی تحریروں کے ذریعہ انسانوں کو اس بات سے آگاہ کیا ہے اور صحیح غذاؤں کی رہنمائی کی ہے بلکہ اس سلسلے میں بہت ساری کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

بعض ماہرین لکھتے ہیں: ”آج کل ہر ذریعہ دار صحیح غذاؤں کی وباعام ہے جس کے نتیجے میں لوگ مصنوعی حیاتین شکر اور نشاستے سے پر اور ثقیل حلوے اور غذائیں جو عام طور سے مہربند ملتی ہیں، خریدتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ ان سے کئی طرح کے نقصانات ہوتے ہیں مثلاً امراض قلب اور آنتوں کی بیماریاں، ذیابیطس، گردوں کی خرابی، دوران خون کے امراض وغیرہ۔ ایسی غذاؤں سے حیات بخش حیاتین کی بھی جسم میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان میں سے بعض مصنوعی یا نیم مصنوعی غذائیں خون میں کو لیسٹرول کی سطح کو بلند کر دیتی ہیں جن سے شریانوں اور قلب کے امراض جنم لیتے ہیں۔

اللہ نے ہم کو عقل دی ہے پھر اس کے ساتھ ہی ماہرین طب اور معالجین کے مشورے اور ابلاغ عامہ کی سہولتیں عام ہیں۔ اس لئے ہمیں مصنوعی غذاؤں کی اشتہا بازی کے دام میں نہیں آنا چاہیے۔ ہمیں تازہ پھل، سبزیاں، ترکاریاں خاص طور سے جڑ اور ہرے پتے والی سبزیاں کھانی چاہیے۔ مثلاً سلاد، گاجر، مولی، شلجم، چغندر اور پالک وغیرہ۔ بعض سبزیاں اور ترکاریاں بہ طور خاص کچی کھانی چاہیے۔ مثلاً ٹماٹر، گاجر، مولی اور کچھ پھلیاں مثلاً چنے کے ہرے بونٹ اور مٹر وغیرہ جو حیاتین ای سے بھرپور ہوتے ہیں۔ کچھ اناج بھی نرم کچی حالت

میں کھائے جاسکتے ہیں مثلاً کچے پھل، اناجوں اور گوشت کو ضرورت سے زیادہ پکانے سے ان کے حیاتی خالصت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سبزیوں، گوشت اور خاص طور سے مچھلی کو بھی دھیمی آنچ پر اور کم مدت تک پکانا یا فرائی کرنا چاہیے۔

جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے سادہ غذا کے استعمال پر زور دیا ہے اور بالخصوص ایسی غذاؤں کے استعمال پر توجہ دلایا ہے جن میں تازگی ہو اور حیاتیات سے بھرپور ہو۔ ایسی غذاؤں کے استعمال سے بازرہنے کی تعلیم دی ہے جن کے استعمال سے نقصان کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اس کھانے سے منع کیا ہے جس کے ذائقہ میں تبدیلی آگئی ہو۔ کسی چیز کا زیادہ ذائقہ دار ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زیادہ صحت جسمانی کے لئے سودمند ہے۔ اور کسی غذا کا بالکل ذائقہ سے عاری ہونا یا سادہ ہونا تغذیہ سے خالی ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کی حیات طیبہ کے در اسہ سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگیوں میں تازہ دودھ، تازہ پھل، گوشت اور زیتون کا تیل، شہد اور دیگر مقوی غذائیں استعمال کیا کرتے تھے۔ کبھی درخت کی پتیاں کھا کر گزارہ کرتے تھے اور کبھی بکری کے دودھ پینے پر اکتفا ہوتا تھا۔ ان کی زندگی میں فیشن زدہ اور چٹارے والی چیزیں میسر نہیں تھیں۔ لیکن اس سادگی میں قوت و توانائی حد درجہ موجود تھی کہ پیٹ پر پتھر بندھا ہوتا لیکن میدان کارزار میں دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹے رہتے تھے۔ یہ دراصل ان غذاؤں کے استعمال کا نتیجہ تھا جن میں غذائیت سب سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ آج ہمیں غذاؤں کے انتخاب میں بے حد احتیاط برتنی چاہیے تاکہ متنوع مہلک امراض سے گلو خلاصی مل سکے اور ہم زندگی کا صحیح لطف اٹھاسکیں۔

غذا اختیار کرنے میں سنت نبوی اور جدید سائنس

کھانے والی غذاؤں سے انسانی جسم کی نشو و نما ہوتی ہے۔ خون، گوشت اور ہڈیاں انہی سے بنتی ہیں۔ لیکن ان کے لئے ضروری ہے کہ ان چیزوں کی رعایت کی جائے جو ماہرین اطباء نے لکھا ہے کیوں کہ ان کی پاسداری شریعت کے منافی نہیں

ہے۔ یہاں وہ غذائیں قابل ذکر ہیں جن میں سائنسی تحقیقات کے مطابق جسمانی نشو و نما کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

گوشت، مچھلی، انڈا، سب قسم کی دالیں، دودھ، پنیر وغیرہ میں نائٹروجن یا البیومن (Albumin) موجود ہوتے ہیں۔ گھی، مکھن، تیل، سرسوں، بادام، اور ناریل وغیرہ میں روغنی اجزاء زیادہ ہوتے ہیں۔ ان سے جسم کی چربی بنتی ہے اور جسم کو گرمی پہنچتی ہے۔ گڑ، چینی، گندم، چاول، مکئی، آلو اور کئی قسم کی سبزیوں میں کاربوہائیڈریٹس (Carbohydrates) پائے جاتے ہیں۔ متنوع پھلوں، سمندر کے پانی اور پہاڑی چیزوں سے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

مکھن، گھی، انڈے کی زردی اور سبز ترکاریوں میں وٹامن اے (Vitamin A)۔ اناج، سبز ترکاریوں، پھلوں اور انڈے کی زردی میں وٹامن بی (Vitamin B)۔ رس دار پھلوں اور سبزیوں میں وٹامن سی (Vitamin C)۔ سبز ترکاریوں اور انڈے کی زردی میں وٹامن ڈی (Vitamin D)۔ خربوزہ، بادام، پستہ وغیرہ میں وٹامن ای (Vitamin E) پایا جاتا ہے۔ یہ وٹامن خاص طور سے عورتوں کے شکم میں موجود بچوں کی نشو و نما کے لئے معاون ہے۔ اسی لئے اس کا کھانا ان کے لئے بہت زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ وٹامن ایف (Vitamin F) یہ وٹامن ای کے قبیل سے ہے اور وٹامن جی (Vitamin G) یہ وٹامن بی کے خاندان کا حصہ ہے۔

ان تمام وٹامنز کے حصول کے لئے ان چیزوں کو گاہے بگاہے کھانا ضروری ہے جن میں یہ پائی جاتی ہیں تاکہ ہر طرح کی قوت و توانائی ملتی رہے اور کسی وٹامن کی کمی سے کسی مرض کے پیدا ہونے کا امکان معدوم رہے۔

بعض عمدہ کھانوں کا بیان

ثرید کی فضیلت

دنیا کے اندر بہت سارے کھانے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر کھانا حلال ہے الا یہ کہ شریعت نے صراحت کے ساتھ کسی کھانے کو نہ کھانے کا حکم دیا ہو۔ میں ان کھانوں کی بات کرنے جا رہا ہوں جن کی فضیلت حدیثوں کے اندر بیان کی گئی ہے ان میں سے پہلا ثرید ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کے اندر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ساری عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی فضیلت سارے کھانوں پر ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱۰۴۵) میں حضرت سلمان فارسی کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت تین چیزوں میں ہے۔ جماعت، ثرید، اور سحری۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد: (۲۹۵/۴) میں لکھا ہے کہ ثرید روٹی اور گوشت سے بنایا جاتا ہے چنانچہ روٹی تمام کھانے کی چیزوں میں افضل ہے اور گوشت سب سے بہتر سالن ہے۔ پھر جب وہ دونوں اکٹھا ہو جائیں تو ان دونوں کے بعد کسی کی حاجت نہیں ہے۔

مدینہ کے عجوبہ کھجور کی فضیلت

کھجور بھی اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے کھجور کھایا اور پانی پی لیا تو بھوک و پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ عہد رسالت میں لوگ کھجوروں پر زندگی بسر کرتے تھے۔ غلہ جات کی کثرت سے پیداوار نہ تھی بلکہ اس وقت کھجور ہی عربوں کی اصل خوراک تھی۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بُيْتُ لَا تَمَرُ فِيهِ جِيعٌ أَهْلِيهِ" (صحیح مسلم ۲۰۴۶) بحوالہ صحیح الجامع: (۲۸۴۴) کہ جس گھر میں کھجور نہ ہو اس کے گھر والے بھوکے رہ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھوک کو ختم کرنے والی چیزوں میں سب سے افضل چیز یہی تھی اور اس کا ہر گھر میں پایا جانا ضروری تھا۔ اگر کسی کے یہاں نہ ہوتا تو اس کو بھوکا شمار

کیا جاتا تھا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: (۱۷۷۶) میں عبید اللہ بن رافع جو اپنی دادی سلمیٰ سے روایت کرتے ہیں بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ اس گھر کی مانند ہے جس میں کھانا نہ ہو۔

سنن بیہقی میں ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سب سے عمدہ کھجور البرنی کو قرار دیا ہے اور اس لئے کہ وہ بیماریوں کو رفع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کھجور میں کوئی بیماری نہیں ہوتی ہے۔ (صحیح الجامع: ۳۳۰۳)

نبی اکرم ﷺ نے کھجور کو مومن کے لئے بہترین سحری قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۵۶۲)۔ تمام کھجوروں میں مدینہ کے عجوہ کھجور کی جو فضیلت ہے وہ کسی کھجور کی نہیں ہے۔ سب سے افضل ترین کھجور عجوہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صبح کھالی پیٹ عجوہ کھجور سات عدد کھالے تو دن بھر اس کو نہ جاد و نقصان پہنچائے گی نہ ہی زہر اس کے لئے ضرر رساں ثابت ہوگی۔ (مسند احمد بحوالہ السلسلۃ للالبانی: ۲۰۰۰)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمدہ عجوہ کھجور میں شفاء ہے یا اسے صبح سویرے کھانا تریاق ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی شاہد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت بھی ہے جس میں ہے کہ جس نے کھالی پیٹ مدینہ کے دونوں سنگلاخ سوختوں کے درمیان کی سات کھجوروں کو کھالیا تو اس کو اس دن شام تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (بخاری: ۵۴۳۵، مسلم: ۲۰۴۷)

کھجور جتنا نیا ہوگا اتنا ہی لذیذ اور فائدہ مند ہوگا۔ جب کھجور پیش کیا جائے تو دیکھ لینا چاہئے کہ زیادہ پرانا تو نہیں ہے جس کے کھانے سے نقصان کا اندیشہ غالب ہو۔ اگر ایسا ہو تو صحت کا خیال کرتے ہوئے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ پرانے کھجوروں کو کھایا کرتے تھے تو اس میں پڑے کیڑوں کو ڈھونڈھ کر نکال دیا کرتے اور انہیں کھا جاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ”أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِتَمْرٍ عَتِيقٍ ، فَجَعَلَ يَفْتِشُهُ يُخْرِجُ السُّوسَ مِنْهُ“۔ (ابوداؤد: ۴/۲۷۵-۲۷۶، ابن ماجہ: ۴/۳۱، ۳۲۳۳) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ پرانے کھجور کو پیش کیا جاتا تو اس میں سے کیڑے کو ڈھونڈ کر نکال دیتے۔

مختصر یہ کہ کھجور اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے۔ اور عمدہ کھانا بھی ہے۔ اس میں ایسے عناصر موجود ہیں جن سے بہت ساری بیماریوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ عموماً کھجور کھانے سے کسی بھی قسم کے جادو سے نہ نقصان ہوگا اور نہ ہی زہر انسانی جسم میں سرایت کرتا ہے۔ کھجوروں کے کھانے میں آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ سب سے خراب کھجور اگر مل جائے جس میں کیڑے پڑ چکے ہوں تو ان کے کھانے سے صحت و سلامتی کی حفاظت ممکن ہو تو کیڑے نکال کر کھالے ورنہ ان کے کھانے سے پرہیز کرے۔

شہد عمدہ غذا ہے

شہد اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے اور بندوں کے لئے بہترین غذا ہے۔ اس کے اندر بہت ساری بیماری کے لئے شفاء ہے۔ اس کی فضیلت سورہ نحل: (۶۸/۶۹) کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْتَكِرُونَ“۔

ترجمہ: آپ کے رب نے شہد کے مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی اونچی عمارتوں میں اپنا گھر بنا اور ہر طرح کے میوہ کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ ان کے پیٹ سے رنگ برنگ مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے غور و فکر کرنے والوں کے لئے

اس میں بہت بڑی نشانی ہے۔

اللہ نے دنیا میں تمام لوگوں کے لئے شہد کو عمومی طور پر کھانا بنایا ہے اور اس میں بڑی شفاء رکھی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ شہد کی کھیاں مختلف پھلوں کے رس کو چوس کر آتی ہیں اور جو پیٹ میں مشروب لاتی ہیں ان میں کئی طرح کے وٹامنز اور قوت و توانائی عطا کرنے والے اور بیماریوں سے بچانے والے اجزاء ہوتے ہیں۔ سب سے دلچسپ اور عمدہ بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کو جنتیوں کا کھانا مقرر کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: , وَأَنهَآ رٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی وَ لَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ (محمد: ۱۵)۔

اور (جنت میں) شہد کی نہریں ہیں جو بہت صاف ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔

ابن ماجہ کی صحیح روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہد سے ہر بیماری کے لئے شفاء حاصل کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دو چیزوں کو لازم پکڑو جس میں شفاء ہے وہ شہد اور قرآن ہے۔

شہد کے اندر ایسی شفاء ہے جس سے اللہ کے قدرت کاملہ پر انسان کا یقین پختہ و کامل بن جاتا ہے اور بہت ساری بیماریوں سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: , إِنْ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ، فَقَالَ: أَسْقِهِ عَسَلًا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: أَسْقِهِ عَسَلًا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّلَاثَةَ، فَقَالَ: أَسْقِهِ عَسَلًا، ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ: فَعَلْتُ؟ فَقَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَكَذِبَ بَطْنُ أَخِيكَ، أَسْقِيهِ عَسَلًا فَقَالَ قَبْرًا“۔ (صحیح بخاری: ۱۹۶۴)۔

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ پھر وہی دوسری اور تیسری بار حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا: شہد پلاؤ۔ چوتھی بار حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے حکم

کے مطابق عمل کیا (لیکن شفاء نہ ہوئی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ انہیں پھر شہد پلاؤ چنانچہ انہوں نے شہد بھر پلایا اور وہ اسی سے صحت یاب ہو گیا۔

زیتون۔ فوائد و خصوصیات

زیتون ایک ایسا درخت ہے جس کا پھل اور تیل کھایا جاتا ہے۔ یہ بابرکت درخت ہے اور جس سرزمین میں اگتا ہے وہ بھی بابرکت ہوا کرتی ہے۔

قرآن کریم نے اس کے بارے میں بیان کیا ہے: **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكُوهٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ، يَكْسَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“** (النور: ۳۵)۔

اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے اس کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے اور نہ ہی مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے اللہ تعالیٰ یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان فرما رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

اس کے سلسلے میں امام رازی (۶۰۶ھ) بیان فرماتے ہیں: **”وَصَفَّ اللَّهُ تَعَالَى زَيْتُهَا بِأَنَّهُ يُكَادُ يُضْيِئُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ لِأَنَّ الزَّيْتِ إِذَا كَانَ خَالِصًا صَافِيًا ثُمَّ رَوِيَ مِنْ بَعِيدٍ يَرَى كَأَنَّهُ لَهُ شُعَاعًا، فَإِذَا مَسَّهُ النَّارُ ارْذَادًا ضَوْءٌ أَعْلَى ضَوْءِ كَذَلِكَ يُكَادُ الْمُؤْمِنُ يَعْمَلُ بِالْهُدَى قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُ الْعِلْمُ، فَإِذَا جَاءَهُ الْعِلْمُ ارْذَادًا نُورًا عَلَى نُورٍ وَهُدًى عَلَى هُدًى“** (تفسیر کبیر: ۲۳/۲۳۷)۔

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے زیتون کے تیل کا آگ چھوئے بغیر ہی روشن ہواٹھنے کا وصف اس لئے بیان کیا ہے کہ جب وہ تیل خالص اور صاف شفاف ہو اور اس کو دور سے دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہو گویا اس کی شعاع ہو اور جب اس کو آگ سے جلایا جائے تو اس کی روشنی دو بالا ہو جاتی ہے۔ مومن کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بغیر علم و دلائل کے بھی ہدایت پر عمل پیرا رہتا ہے اور جب اس کے پاس علم اور براہین آ جاتے ہیں تو اس کا نور ہدایت بھی اسی طرح روشن اور دو بالا ہو جاتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب حاشیہ: (ص/۸۴۱) میں لکھتے ہیں: یعنی جس طرح ایک طاق میں ایسا چراغ ہو جو شیشے کی قندیل میں ہو اس میں ایک بابرکت درخت کا ایسا خاص تیل ڈالا گیا ہو کہ آگ (دیا سلامی) دکھائے بغیر ہی بذات خود روشن ہو جانے کے قریب ہو یوں یہ ساری روشنیاں ایک طاق میں مجتمع ہو گئیں اور وہ بقعہ نور بن گیا اسی طرح اللہ کے نازل کردہ دلائل و براہین کی حیثیت ہے کہ وہ واضح بھی ہیں اور ایک سے بڑھ کر ایک بھی۔ یعنی نور علی نور جو مشرقی ہے نہ مغربی کا مطلب ہے وہ درخت ایسے کھلے میدان اور صحراء میں ہے کہ اس پر دھوپ صرف سورج کا پھل بہت عمدہ ہوتا ہے اور اس سے مراد زیتون کا درخت ہے جس کا پھل اور تیل سالن کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور چراغ میں تیل کے طور پر بھی۔

قرآن میں سورہ اتین کے اندر اللہ تعالیٰ نے زیتون کی قسم کھا کر اس کی اہمیت کو دو چند کر دی ہے۔ مفسرین کے تمام اختلاف کے باوجود سب سے صحیح تفسیر یہی ہے کہ وہ ایسا درخت ہے جس کا پھل کھایا جاتا ہے اور بہت عمدہ ہوتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن: (۵/۶۲۷) میں لکھا ہے۔

چنانچہ امام ابن جریر (ج ۳/ص ۱۵۴) کا بھی یہی خیال ہے۔ تمام روایتیں جمع کر کے لکھتے ہیں:

،،وَالصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي ذَلِكَ عِنْدَنَا مَنْ قَالَ: اَلَّتَيْنُ هُوَ الَّذِي يُوَكَّلُ الزَّيْتُونُ هُوَ الزَّيْتُونُ الَّذِي يُعْصَرُ مِنْهُ الزَّيْتُ لَآَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْمَعْرُوفُ

عِنْدَ الْعَرَبِ إِلَّا أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ أَقْسَمَ رَبُّنَا بِالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ وَالْمُرَادُ مِنَ الْكَلَامِ الْقَسَمُ بِمُنَابِتِ التَّيْنِ وَمُنَابِتِ الزَّيْتُونِ فَيَكُونُ ذَلِكَ مَذْهَبًا“.

اس بارے میں ہمارے نزدیک انہی لوگوں کا قول ٹھیک ہے جنہوں نے کہا کہ تین وہی ہے جو کھایا جاتا ہے اور زیتون وہی زیتون کا درخت ہے جس سے تیل نکلتا ہے کیونکہ عرب میں یہ معروف تھا اور اس نام کے کسی پہاڑ کو وہ نہیں جانتے تھے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین اور زیتون کی قسم کھائی، مگر مقصود اس سے تین اور زیتون کے پیدائش کے مقامات کی قسم کھانا ہے سواگر یہ کہا جائے تو یہ ایک مذہب ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تین وزیتون سے بھی پھل اور درخت مراد لیتے ہیں ان کو صرف اس سے انکار ہے کہ کسی ملک یا پہاڑ کا نام تین وزیتون نہیں ہے اور یہ بالکل صحیح ہے لیکن اس سے وہ انکار نہیں کرتے کہ ان چیزوں سے ان چیزوں کی پیدائش کی سر زمین مراد نہ ہو۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ زیتون میں بہت نفع ہے۔ اس کے تیل سے چراغ جلایا جاتا ہے۔ وہ سالن ہے اسے جسم میں ملا جاتا ہے اس سے دباغت دی جاتی ہے۔ وہ ایندھن ہے اس کی لکڑی کو جلایا جاتا ہے۔ اس کے ہر چیز میں نفع ہے یہاں تک کہ اس کی راکھ سے ریشم دھویا جاتا ہے۔ یہ پہلا درخت ہے جو دنیا میں اگا ہے۔ اور پہلا درخت ہے جو طوفان کے بعد اگا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مقامات اور ارض مقدسہ میں اگا ہے۔ اس کے لئے ستر انبیاء کرام نے برکت کی دعا کی ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو زیتون میں برکت دے۔ ایسا آپ نے دو مرتبہ فرمایا: حضرت ابواسید انصاری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم زیتون کا تیل کھاؤ اس لئے کہ وہ مبارک ہے اور اسے سالن بناؤ اور اسے جسم پر ملو اس لئے کہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ (مسند احمد ترمذی، دارمی، بحوالہ سلسلہ الاحادیث الصحیحہ: ۳۷۹)

اس کے مختلف فوائد و خصوصیات کے بارے میں علامہ ابن قیم نے اپنی معرکہ الآراء کتاب، (ازاد المعاد: ۳/۳۱۶) میں لکھا ہے:

،،الزَّيْتُ حَارٌّ رَطْبٌ فِي الْأُولَى‘ وَغَلَطَ مَنْ قَالَ يَابِسٌ‘ وَالزَّيْتُ بِحَسَبِ زَيْتُونِهِ‘ فَأَلْمُعْتَصِرُ مِنَ النَّضَجِ أَعْدِلُهُ وَأَجْوَدُهُ‘ وَمِنَ الْفَحْجِ فِيهِ بُرُودَةٌ وَيَبُوسَةٌ وَمِنَ الزَّيْتُونِ الْأَحْمَرِ مُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَ الزَّيْتَيْنِ‘ وَمِنَ الْأَسْوَدِ يَسْخُنُ وَيَرْتُطِبُ بِإِعْدَالٍ‘ وَيَنْفَعُ مِنَ السُّمُومِ‘ وَيَطْلُقُ الْبَطْنَ‘ وَيَخْرُجُ الدَّوْدُو الْعَتِيقُ مِنْهُ أَشَدُّ تَسْخِينًا وَتَحْلِيلًا‘ وَمَاءٌ اسْتَخْرَجَ مِنْهُ بِالْمَاءِ‘ فَهُوَ أَقْلُ حَرَارَةٍ‘ وَالْطَّفُ وَأَبْلَغُ فِي النَّفْعِ‘ وَجَمِيعُ أَصْنَافِهِ مُلَيِّنَةٌ لِلْبَشْرَةِ وَتَبْطِئُ الشَّيْبَ“ وَمَاءُ الزَّيْتُونِ الْمَالِحِ يَمْنَعُ مِنْ تَنْفِطِ حَرَقِ النَّارِ‘ وَيَشُدُّ اللَّثَّةَ‘ وَوَرَقُهُ يَنْفَعُ مِنَ الْحُمْرَةِ‘ وَالنَّمْلَةِ‘ وَالْقُرُوحِ الْوَسْخَةِ‘ وَالثَّرَى‘ وَيَمْنَعُ الْعِرْقَ وَمَنَافِعُهُ أَضْعَافُ مَا ذَكَرْنَا“.

یعنی زیتون شروع میں گرم اور مرطوب ہوتا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ وہ خشک ہوتا ہے اس کا کہنا درست نہیں ہے۔ اس کے تیل کی مختلف قسمیں ہیں اگر اس کا پھل پک جائے اور پکنے کے بعد اس سے تیل نچوڑا جائے تو وہ سب کے لئے عمدہ ہوتا ہے اور اگر اس کا پھل کچا ہو اور اس سے تیل نچوڑا جائے تو وہ ٹھنڈا اور خشک ہوتا ہے۔ سرخ زیتون سے جو تیل نکلتا ہے وہ ان دونوں کے درمیان رہتا ہے یعنی معتدل ہے۔ اور کالے زیتون سے جو تیل نکلتا ہے وہ گرم کیا جائے اور اسے ملنے کے بعد پٹی باندھ دی جائے تو وہ زہر کو ختم کرتا ہے اور قبض کو دور کرتا ہے۔ پیٹ سے کیڑوں کو نکالتا ہے۔ ان میں جو پرانا ہو جائے اسکو زیادہ گرم اور تحلیل کیا جائے اور اس سے جو پانی نکالا جاتا ہے اس میں حرارت کم ہوتی ہے۔ زیادہ لطیف ہوتا ہے اور زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ اسکی ساری قسمیں چمڑے کو ملائم بناتی ہیں اور اس کو سر میں لگانے سے سر کا بال دیر سے پکتا ہے۔ زیتون کا نمکین پانی آگ سے جلنے کے بعد بدن میں آبلہ نکلنے نہیں دیتا۔ وہ مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے اس کا پتا بدن پر دانے پھنسی زخم اور چھالے کو ختم کرتا ہے اور پسینے کو روکتا ہے۔ اس سے منافع اس کے کئی گنا ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔

عبداللطیف بغدادی اپنی کتاب ”الطب من الكتاب و السنه“: (ص/ ۱۱۴)

میں لکھتے ہیں:

”یہ ٹھنڈا اور مرطوب ہوتا ہے۔ یہ جس قدر پرانا ہوگا اس کی حرارت اسی قدر زیادہ ہوگی۔ اس کے تیل کی مالش بالوں اور اعضائے جسمانی کو مقوی بناتی ہے اور بڑھاپے کی آمد میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔ وہ جسمانی زہروں کے لیے تریاق کا کام کرتا ہے۔ پیٹ صاف کرتا ہے۔ اس کے دردوں کو ختم کرتا ہے اور اس کے کیڑوں کو نکالتا ہے۔ اس کے منافع بے شمار ہیں۔ زیتون کے تیل کے علاوہ تمام قسم کے تیل معدہ اور آنتوں کو کمزور کرتے ہیں۔“

محققین اطباء نے زیتون کے فوائد میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نہار پیٹ دو چچہ زیتون کا تیل مزمن قبض، پتہ کی نقاہت اور کمزوری کو دور کرتا ہے۔ پتھری کے لیے یہ انتہائی مفید ہے، یہ پتہ میں چکنے مادے کی زیادتی کر کے صفا دی مادے کی کمی کو دور کرتا ہے۔ زیتون کا تیل نوزائیدہ بچوں کی ہڈیوں کی نشوونما کے لیے بھی مفید ہے۔ جلدی امراض کا ازالہ کرتا ہے۔ بوڑھے اشخاص کے اعصابی امراض اور ہڈیوں کی نقاہتوں کے ازالہ میں معاون ہے۔ زیتون کے پتے انگلیوں کے سوجن میں ہیں۔ اس عرق سے بالوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ یہ پھوڑے پھینسیوں، خارش، چھپا کی اور سوسکے زخموں کو مٹاتا ہے۔ زیتون کا پانی لنگڑی، پٹھوں اور جوڑوں کے درد کے لیے مفید ہے۔

کھانے میں بھی حکمت درکار ہے

جب بھی کوئی چیز کھائی جاتی ہے تو وہ ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتی ہے۔ عمدہ ہاضمہ اور عمدہ تندرستی کے لئے چبانے کا فن جہاں رسول نے بتایا وہاں جدید سائنسی تحقیقات نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ کھانے کو بغیر چبائے نہیں نگلنا چاہیے۔ جو لوگ کھانے والی چیزوں کو بغیر چبائے نگل جاتے ہیں۔ وہ اطباء کے بیانات اور جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں دہلا پتلا اور بہت ہی کمزور ہوا کرتے ہیں۔ اکثر ایسے لوگ ضعف معدہ کے شکار ہو جایا کرتے ہیں۔

کھانے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ جو نوالہ منہ میں ڈالا جائے اس کو اچھی طرح سے

چالایا جائے تاکہ منہ کا لعاب کھانے میں شامل ہو کر اس کو ملائم کر دے۔ کیوں کہ لعاب دہن غذا کو اس کی مزید تغیرات کے لئے تیار کرنے میں بڑا کام دیتا ہے۔ یہ کھانے والے کے لئے نہایت ضروری امر ہے کہ ملائم سے ملائم غذا بھی منہ کا لعاب شامل کئے بغیر معدہ میں نہ داخل کیا جائے۔

بعض ماہرین کا خیال یہ ہے کہ چبا کر کھانے والا عمر دراز ہوا کرتا ہے اور توانا و تندرست بھی۔ اس کے گوشت پوست اور اس کی ہڈیاں مضبوط ہوا کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں بسیار خوری جان لیوا ہو سکتی ہے اور تندرستی کے لئے نقصان دہ بھی۔ آپ نے حضرت امام مسلم رحمہ اللہ کا واقعہ ضرور سنا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک حدیث کی تلاش و جستجو میں اس قدر منہمک ہوئے کہ بغل میں رکھی کھجور کی ٹوکری کے تمام کھجور کھا گئے۔ اور ان کو اس کا اندازہ بھی نہ ہوا۔ بالآخر یہ ان کی موت کا سبب بن گیا۔ واللہ اعلم چنانچہ ہر شخص شب و روز میں اپنے اوقات خویش کو بانٹ لے۔ اور کم خوری کی عادت ڈالے تاکہ وزن ہلکا رہے اور بدن میں چستی و پھرتی باقی رہے۔

کھانے اور پینے میں نیت کرنا

انسانی زندگی میں کاموں کا ہجوم ہے اور کوئی بھی کام ہو سب سے پہلے انسان اس کا ارادہ کرتا ہے۔ بعض کام ایسے ہیں جن میں نیت خالص ہو اور ارادہ نیک ہو تو اس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ یوں تو ہر عمل کا مدار ہی نیت پر ہے، اس میں صالحیت رہی تو عمل صالح ہو گا، اس میں فساد رہا تو عمل بھی فاسد ہوگا۔ عمر بن خطاب کی حدیث سے یہی پتہ چلتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے: ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوَىٰ ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَهِيَ حَجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَىٰ دُنْيَا يُصِيبُهَا اَوْ اِمْرَاَةً يَنْكِحُهَا فَهِيَ حَجْرَتُهُ اِلَىٰ مَا هَا جَرَ اِلَيْهِ“ (بخاری: ۱۲۶۱، فتح: ۵۵/۱۳)

ترجمہ: عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ پس جس کی ہجرت، اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی،

اس کی ہجرت انہی کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لئے ہوگی۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَأَنَّكَ لَنْ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَجَرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِيْ فِئِ امْرَأَتِكَ"۔ (بخاری: ۱۸۰۶/۱، مسلم: ۷۹/۱۱)

تم جو بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے تو اس پر تمہیں اجر ملے گا حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (اس پر بھی ثواب ملے گا)۔

معلوم یہ ہوا کہ ہر اس مباح اور جائز کام کے ذریعہ اللہ کی خوشی تلاش کی جائے تو وہ طاعت ہے اور اس کے کرنے پر انسان کو اجر و ثواب ملے گا۔

امام نوویؒ شرح صحیح مسلم: (۸/۱۱) میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان جب کوئی کام کرے تو اس عمل کی اساس اباحت ہے۔ اس سے مقصود رضائے الہی ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے، اسی طرح کھانا اور پینا بھی ہے جس سے مقصد اللہ کی اطاعت و بندگی پر مضبوط و توانا ہونا ہے اور سونا بھی ایک عمل ہے جس سے استراحت مقصود ہے تاکہ صبح بیدار ہو تو وہ عبادت میں شیط رہے۔

اس سے نیت یہی ہو کہ ہم صحت مند اور طاقت ور بن جائیں اور اس سے اللہ کی بندگی ہو اور اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہے۔ گویا دین کے کاموں میں اپنی طاقت و صحت سے فائدہ پہنچاتا رہے، کھانے اور پینے سے محض لذت کوئی اور عیش پرستی نہ ہو بلکہ اس سے مقصود مطیع اور فرمانبردار ہونا ہو، ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو کھانے اور پینے ہی کو اپنی زندگی سمجھتے ہوں اور اس سے ان کا مقصد صرف لذت حاصل کرنا ہو، اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مذمت فرمائی ہے جو شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی میں مست رہتے ہیں۔

فرمایا: وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ" (سورہ محمد: ۱۲)۔

اور جو لوگ کافر ہوئے وہ دنیا ہی کا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپایوں کے کھا رہے

ہیں انکا اصل ٹھکانہ جہنم ہے۔

”یعنی جس طرح جانوروں کو پیٹ اور جنس کے تقاضے پورے کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا ہے یہی حال کافروں کا ہے۔ ان کا مقصد زندگی بھی کھانے پینے کے علاوہ کچھ نہیں، آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں اس سے ضمنا کھڑے کھڑے کھانے کی ممانعت کا بھی اثبات ہوتا ہے جس کا آج کل دعوتوں میں عام رواج ہے کیوں کہ اس میں بھی جانوروں سے مشابہت ہے جسے کافروں کا شیوہ بتلایا گیا ہے۔ احادیث میں کھڑے کھڑے پانی پینے سے نہایت سختی سے منع کیا گیا ہے، جس سے کھڑے کھڑے کھانے کی ممانعت بطریق اولی ثابت ہوتی ہے اس لئے جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر کھانے سے اجتناب کرنا نہایت ضروری ہے۔ (دیکھئے: زاد المعاد)۔

اس سے کسی کو انکار نہیں کہ طعام و شراب انسانی ضروریات زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں اور بقائے حیات کا سامان ہیں لیکن ان میں زبانی و لفظی نیت کی ضرورت نہیں بلکہ محل نیت دل ہے نہ کہ زبان اور یہ تمام عبادتوں میں ہے۔ اگر کوئی زبانی نیت کرتا ہے تو باتفاق علماء و مسلمین یہ نیت نہیں ہوگی اور نیت میں اخلاص ہو اور مقصد اللہ کی طاعت و بندگی پر قدرت پانا ہو۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل اور کھانے پینے کی ایک عام سی عادت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ہر نیک نیتی پر ثواب دے گا۔

بھوک سے پناہ مانگنا

بھوک لگنا اچھی صحت کی علامت ہے۔ جب انسان بھوک محسوس کرے اور بقدر ضرورت کھائے اور پیئے تو اس کی صحت بہت اچھی رہتی ہے، اگر بھوک ہی ختم ہو جائے اور انسان کھاتا رہے تو کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے اور بھوک کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے وہ کھائے ہی نہیں تو یہ بھی صحت کے لئے بہتر نہیں ہے۔ اس سے یہ خطرہ ہے کہ آدمی آہستہ آہستہ نہ کھانے کی وجہ سے نحیف و لاغر ہو جائے اور ایک دن لقمہ اجل بن جائے۔

اطباء و حکماء کے بیان کے مطابق خواہش کے مطابق کھانا، بقدر ضرورت کھانا، چپا چپا

کر کھانا ہی بحالی صحت کا راز ہے۔

ہاں! بھوک ایسی نہ ہو کہ برابر انسان کھانے ہی میں لگا رہے اور دن رات کے اکثر اوقات کھانے ہی میں گزر جائیں اگر کسی کو بھوک کی بیماری لاحق ہو گئی ہو تو بھی بہتر نہیں ہے اس کو اس سے پناہ طلب کرنی چاہئے۔

ایک مسلمان کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ بھوک سے پناہ مانگے اس لئے کہ اس سے عبادات میں کمی پیدا ہوتی ہے اور برے افکار و خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ، فَإِنَّهُ يَنْسُ الضَّجِيعُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا يَنْسُ الْبُطَّانَةَ“۔ (علامہ البانی نے اس کو ابن ماجہ: ۲۳/۲۷ میں حسن قرار دیا ہے۔ نسائی: ۶۵۶۸/۱ (۵۲۸۳) ابن ماجہ: ۵۰۴/۳ (۳۳۵۳))

بھوک کی حد کیا ہے۔ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ اول یہ کہ کسی کو ایک روٹی کی خواہش ہو، جب وہ سالن طلب کرے تو یہ سمجھا جائے کہ وہ بھوکا نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس کی تھوک زمین پر گرے تو اس پر کبھی نہ آئے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بھوک کی حد لوگوں کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ ہر شخص کو اس کی صحت کے مطابق ہی بھوک لگتی ہے۔ ہاں! نبی اکرم ﷺ ایسی نفس سے بھی پناہ طلب کرتے تھے جس کو آسودگی نہ ملے۔ چنانچہ ہر انسان کو ایسی بھوک اور نفس سے پناہ مانگنی چاہئے۔

کھانا کب کھایا جائے؟

یہ بات گزر چکی ہے کہ کھانا اسی وقت کھایا جائے جب بھوک لگی ہو اور کھانے کی خواہش ہو۔ دن میں تین بار اور زیادہ سے زیادہ چار بار، لیکن اس میں بھی ہلکی اور زود ہضم غذاؤں کا انتخاب ضروری ہے۔ لیکن مجھے یہاں بتانا یہ ہے کہ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر کھانا کیسا ہے؟ کیا بغیر طہارت حاصل کئے کھانا درست نہیں ہے؟ میں اس سلسلے میں کہوں گا کہ پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو کر کھانا تناول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور نہ کھانے سے

پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر باہر آئے۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا تو صحابہ کرام نے وضو کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”أُرِيدُ أَنْ أَصْلِحَ فَأَتَوَضَّأُ؟“ کیا میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں کہ وضو کروں؟۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لئے گئے جب واپس تشریف لائے تو ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا اور ان سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! ”أَلَا تَوَضَّأُ؟“ قَالَ: لِمَ؟ أَلِلصَّلَاةِ؟ اے اللہ کے رسول! کیا وضو نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا نماز کے لئے؟

تیسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی حاجت پوری کی ”فَقَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً“، کھانا آپ کو پیش کیا گیا، آپ نے تناول فرمایا اور وضو نہیں کی۔ [صحیح مسلم: ۲۸۳/۱، ۲۸۳]

اس سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء اور مقام قضاء حاجت سے نکلنے کے بعد بغیر وضو کھانا تناول فرمانا مکروہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص وضو کر کے کھاتا ہے تو اس کا یہ عمل سنت رسول کے مخالف بھی نہیں ہے۔ یہ تو ایک جواز کی حد قائم کی گئی ہے تاکہ معاشرے میں کوئی ایسا کر لے تو اسے کراہیت کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ حالانکہ عام طور سے باوجود ہر ایک محبوب عمل ہے تاہم سنت رسول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی قضاء حاجت سے فارغ ہو کر بغیر وضو کھانا تناول کرے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور خیال رہے کہ کھانے میں اپنا دایاں ہاتھ ہی استعمال کرے۔ بایاں ہرگز نہیں۔ ورنہ مہلک جراثیم کے منہ کے اندر چلے جانے کا امکان قوی ہوگا۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا خیر کا حامل ہے

اسلام کے اندر نظافت و طہارت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ کپڑوں کی صفائی کے ساتھ ساتھ جسم کو بھی صاف رکھا جائے۔ اعضائے جسم کے اندر

لگی نجاست و غلاظت کا ازالہ کر لینا شریعت مطہرہ میں نہایت ہی پسندیدہ امر ہے۔ کام کرنے کی وجہ سے ہاتھوں کا غبار آلود ہونا متحقق ہے۔ اور دوسری گندگیوں کے لگ جانے کا گمان غالب ہے۔ اب اس حالت میں ایک باشعور انسان کھانا کھائے تو وہ بذات خود اس وقت گھن محسوس کرے گا۔ جب اس کی نظر غبار و گندگی میں ملوث انگلیوں پر پڑے گی اور ایسا کرنے پر معاشرے کے اندر بھی لوگ اچھا کام نہیں خیال کرتے ہیں، بلکہ ایسے شخص کی معیت میں لوگ کھانے سے کتراتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق ایسی حالت میں کھانے سے اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور انسان کے جسم میں مختلف طرح کے جراثیم (Bacterios) پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے بہت سی بیماریاں (جن سے بچاؤ کرنا مشکل ہو جاتا ہے) اپنی جڑیں مستحکم کرنے لگتی ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

”رسول اللہ ﷺ جب بھی سونے کا قصد کرتے اور جنبی ہوتے تو نماز کی طرح وضو کرتے اور جب بھی جنابت کی حالت میں کھانے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو دھولیا کرتے تھے۔“

[باب الوضوء قبلہ وبعده - سنن ابی داؤد: ۱۳۶/۳ (۳۷۶)، کتاب الاطعمه، باب فی غسل الید قبل الطعام - سنن ترمذی: ۲۸۱/۳ (۱۸۳۶)، کتاب الاطعمه، باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعده - اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، ذہبی اور عراقی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے: شرح السنۃ للبیہقی مع تحقیق شعیب ارنؤوط: ۲۸۳۳/۱۱]

فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب ہاتھوں میں گندگیاں لگیں ہوں تو ان کو کھانے سے پہلے اور کھانے سے فارغ ہو کر دھویا جائے۔ الفواکہ الدوانی: (۲/۴۱۹) میں ہے:

”إِلَّا أَنْ يَكُونَنَّ قَدْ حَلَّ بِهَا أَذَى - أَوْ قَلْدِرٌ - وَلَوْ طَاهِرًا، فَإِنَّهُ يَطْلُبُ غُسْلَهُ وَجُوبًا إِنْ كَانَ نَجِسًا، وَنُدْبًا إِنْ كَانَ طَاهِرًا، وَرُبَّمَا يَجِبُ إِنْ كَانَ عَدَمُ الْغُسْلِ يُؤْذِي غَيْرَهُ، كَمَا لَوْ كَانَ يَتَمَخَّطُ بِبِمِينِهِ وَارَادَ الْأَكْلَ بِهَا، فَيَجِبُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْأَكْلِ مَعَ غَيْرِهِ غُسْلُهَا، هَكَذَا يَنْبَغِي، وَلَا فَرْقَ فِي جَمِيعِ

ذَلِكَ بَيْنَ كَمَوْنِ الطَّعَامِ رَطْبًا أَوْ يَابَسًا، حَارًّا أَوْ بَارِدًا، لِامْتِثَانِ الطَّعَامِ عِنْدَ تَنَاوُلِهِ بِالْيَدِ الْقُدْرَةِ“.

ترجمہ: اس میں کنگدگی لگی ہو، گرچہ وہ پاک ہو، اگر ہاتھ ناپاک ہو تو ان کو دھونا واجب ہے۔ اگر پاک ہو تو دھونا مستحب ہے۔ بسا اوقات نہ دھونے کی صورت میں دوسرے کو اذیت پہنچتی ہے۔ اس کے ہاتھ کسی چیز میں لت پت ہوں اور اس سے کھانا کا ارادہ کرے تو دوسرے کے ساتھ کھاتے وقت ان کا دھونا واجب ہے اور ایسا کرنا مناسب ہے۔ کھانا تر رہے یا خشک، گرم رہے یا ٹھنڈا ان تمام میں کوئی فرق نہیں ہے اور ایسا اس لئے کہ گندے ہاتھوں سے کھانا تناول فرمانے سے کھانے کی توہین ہوتی ہے۔

جو لوگ ایسی حالت میں ہاتھوں کے دھونے کی وجوہیت کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل درج ذیل حدیثیں ہیں:

۱. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا نَامَ أَحَدُكُمْ وَفِي يَدِهِ عَمَرٌ، فَلَمْ يَغْسِلْ يَدَهُ، فَصَابَهُ شَيْءٌ، فَلَا يَلُومَنَّ الْإِنْفُسَةَ. [ابوداؤد: ۳۸۵۲، ترمذی: ۱۸۰، دارمی: ۱۳۲/۲، علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۱۲۵/۳ میں اسے صحیح قرار دیا ہے]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اس طرح ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں گوشت کی چکناہٹ یا اس قسم کی کوئی چیز لگی ہو اور اسے دھویا نہ ہو اور کوئی چیز اسے لاحق ہو جائے تو وہ اپنے آپ کی ملامت کرے۔

۲. عَنْ أَبِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَلَا لَا يَلُومَنَّ أَمْرًا الْإِنْفُسَةَ، بَيْنَتْ وَفِي يَدِهِ عَمَرٌ. [ابن ماجہ: ۳/۲۵، (۳۲۹۶)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں ”حسن بمابعدہ“ فرمایا ہے۔ صحیح سنن ابن ماجہ: ۱۲۳/۳ (۲۶۸۱)

ابو فاطمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! کوئی آدمی اپنے آپ کی ملامت کرے۔ وہ اس حال میں رات گزارتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں کسی بھی چیز کی چکناہٹ لگی ہوئی ہو۔

اگر ہاتھوں میں گندگی نہ لگی ہو تو ان کو دھونے کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔ پہلا قول: حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا مستحب ہے۔ اگر ان میں گندگی نہ لگی ہو۔ انہوں نے چند ضعیف اور موضوع حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔ ۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكْثُرَ اللَّهُ خَيْرَ بَيْتِهِ، فَلْيَتَوَضَّأْ إِذَا حَضَرَ غَدَائُهُ، وَإِذَا رَفَعَ. [ابن ماجہ: ۹/۳۶۰] علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ: ۱/۲۳۷-۲۳۸ اور ضعیف سنن ابن ماجہ: ۶۴۲ میں اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ اس کے گھر زیادہ خیر و برکت والا بنائے تو جب کھانا حاضر ہو اور جب اٹھایا جائے تو وضو کر لے (یا ہاتھ دھو لے)۔

۲۔ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَةِ إِنَّ بَرَكَهَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: بَرَكَهَ الطَّعَامِ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ. [ابوداؤد: ۳/۳۵۴ (۳۷۶۱)، ترمذی: ۱۸۳۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ: ۱/۳۰۹-۳۱۲ میں ضعیف قرار دیا ہے]

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا کہ کھانے کی برکت اس سے پہلے وضو کرنے میں ہے۔ میں نے یہ بات نبی ﷺ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: کھانے کی برکت اس کے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔

۳۔ ایک قول نبی ﷺ کی طرف یہ منسوب ہے۔ ”الْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَ بَعْدَهُ يَنْفِي الْفَقْرَ، وَ هُوَ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ“۔ [علامہ البانی رحمہ اللہ نے ”ضعیف الجامع الصغیر و زیادتہ“ ج ۱/۸۸۹ (رقم ۶۱۶۶) میں موضوع قرار دیا ہے]۔

کھانے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنا حجتی کو ختم کر دیتا ہے اور یہ مرسلین کی سنت ہے۔

۴۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عَرَقًا أَوْ

لَحْمًا ثُمَّ صَلَّى وَ لَمْ يَتَوَضَّأْ وَ لَمْ يَمْسَسْ مَاءً. [مسلم ۴/۳۶۷-۷۸۹- مع النووی، یہ حدیث کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھوں کو نہ دھونے کی وجوہیت پر دلیل ہے۔]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ہڈی کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی، وضو نہ کیا اور نہ پانی چھوا۔

۵. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ شُعْبٍ مِنَ الْجَبَلِ ، وَقَدْ قَضَى حَاجَتَهُ وَ بَيْنَ أَيْدِينَا تَمَرٌ عَلَى تُرْسٍ أَوْ جُحْفَةٍ فَلَدَغُونَاهُ فَأَكَلَ مَعْنَا وَمَامَسَ مَاءً. [ابوداؤد ۳/۳۵۴ علامہ البانی نے ضعیف سنن ابی داؤد ج ۱/۳۰۱ میں ضعیف الاسانید قرار دیا ہے۔]

جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی ایک گھاٹی سے آئے، قضائے حاجت کی، ہمارے سامنے ڈھال یا جھم پر کھجور پڑا تھا، ہم نے ان کو بلایا، ہمارے ساتھ کھایا اور پانی بھی نہ چھوا یعنی نہیں دھویا۔

دوسرا قول: مالکیہ اور بعض حنابلہ کے نزدیک پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھوں کو نہ دھویا جائے جب ان میں گندگی نہ لگی ہو۔ قاضی ابویعلیٰ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے ان کا استدلال بھی حدیث جابر سے ہے۔ لیکن ان کا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے بعض ایسی روایتیں ملتی ہیں جن سے یہ صریحاً ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھانے سے قبل ہاتھوں کو دھویا ہے۔ جو لوگ کھانے سے قبل ہاتھوں کے دھونے کو عجمیوں کا فیشن قرار دیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہاتھوں کا دھونا حسن ادب ہے اور عجمیوں کا ہر عمل مذموم نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں پانی کی بربادی ہے۔

ان تمام بیانات کے بعد صحیح بات یہ ہے کہ ہاتھوں کی پاکیزگی کا یقین ہو، تو ہاتھوں کو دھونا مستحب ہے۔ کھانے سے ہاتھوں پر اس کے اثرات باقی رہنے کی وجہ سے کھانے کے بعد بھی ہاتھوں کو دھونا مستحب ہے الا یہ کہ کھانا خشک ہو اور اس کے کھانے سے ہاتھوں پر اس کے اثرات باقی نہ رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ محمد ابراہیم آل شیخ کی یہ بات قابل ذکر ہے جو انہوں نے ایک

سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے:

”لَقَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَىٰ عِبَادِهِ بِأَنْوَاعِ النِّعَمِ، وَأَمَرَهُمْ بِشُكْرِهَا وَمِنْهَا نِعْمَةُ الْأَطْعَمَةِ وَالْأَشْرَبَةِ، قَالَ تَعَالَى: ”كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ“ [سورہ سبا: ۱۵] فَيَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ شُكْرُ هَذِهِ النِّعَمِ، وَمَنْ شَكَرَهَا أَنْ لَا يَسْتَحِفَّ بِهَا، وَلَا يَمْتَنِهَا أَوْ يُلْقِيَهَا فِي الْمَوَاضِعِ الْقَذِرَةِ، وَأَمَّا تَغْسِيلُ الْأَيْدِي بَعْدَ الطَّعَامِ فِي هَذِهِ الْأَحْوَاضِ الْمَذْكُورَةِ فَفِيهِ تَفْصِيلٌ: فَإِنْ كَانَ مَعَهَا شَيْءٌ مِنَ الطَّعَامِ وَتَعَمَّدَ الْقَائِمَ فِي تِلْكَ الْمَوَاضِعِ فَهَذَا لَا يَحِلُّ، وَلَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّهُ مِنْ إِمْتِنَانِ النِّعَمِ وَعَدَمِ تَوَقُّيرِهَا، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا تِلْكَ الْأَشْيَاءُ الَّتِي عُلِقَتْ بِالْيَدِ أَوْ بِالْإِنَاءِ بِلُذُونِ أَنْ تَبْعَثَهَا شَيْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ الطَّعَامِ، وَفَنَاتِ الْخُبْزِ وَنَحْوِهِ، فَلَا بَاسَ بِغُسْلِهَا فِي أَيِّ مَوْضِعٍ شَاءَ؛ لِأَنَّ مَا يَجْتَمِعُ مِنْهَا شَيْءٌ وَسَخٌ لَا قِيمَةَ لَهُ، وَلَا أَحَدٌ يَرُغِبُ تَنَاوُلَهُ؛ بَلْ هُوَ مِنْ أَوْسَاحِ الْيَسَدَيْنِ اللَّزْجَةِ الَّتِي لَوْ جَمَعْتُ فِي إِنَاءٍ لَمْ يَكُنْ لَهَا رَاغِبٌ مَهْمَا بَلَغَ الْجُزْءُ وَالْعَطَشُ، وَكَذَلِكَ أَنْ تَبْعَثَ شَيْءٌ يَسِيرٌ يَشُقُّ التَّحَرُّزَ عَنْهُ كَحَبَابِ أَرْزٍ وَنَحْوِهَا“۔ (فتاویٰ و رسائل للشيخ محمد: ۱۰/۲۶۳-۲۶۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف نعمتوں سے نوازا ہے اور ان کو شکر گزاری کا حکم دیا ہے۔ ان میں سے کھانے اور پینے کی بھی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے رب کی روزی کھاؤ اور اس کی شکر گزاری کرو (سورہ سبا: ۱۵) بندے کے اوپر ان نعمتوں کی شکر گزاری واجب ہے اور ان کا شکریہ ہے کہ ان کی توہین و استخفاف نہ کی جائے اور نہ ہی ان کو گندی جگہوں میں ڈالا جائے۔ کھانے کے بعد ان مذکورہ مقامات میں ہاتھوں کو دھونے میں تفصیل ہے۔

اگر ہاتھوں میں کھانا لگا ہو اور ان جگہوں میں ڈالنے کا ارادہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایسا کرنا نعمتوں کو حقیر سمجھنے اور ان کو پامال کرنے کے مترادف ہے، اگر ایسی چیزیں ہوں جو ہاتھ یا برتن پر لگی ہوئی ہوں مثلاً کھانے کے اجزاء اور روٹی کے چوزے تو ان

کو جہاں چاہے دھوئے اس لئے کہ جو چیز اس میں جمع ہے وہ گندگی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں اور نہ اس کو تناول کرنا کوئی پسند کرتا ہے بلکہ وہ ہاتھوں کی لیسیدار گندگیاں ہیں کہ اگر برتن میں جمع ہو جائیں تو بھوک و پیاس لگنے پر بھی کوئی ان کو کھانے کی خواہش نہیں کرے گا۔ اسی طرح ان میں چاول کے دانے وغیرہ جیسی معمولی چیز لگی ہو تو ان سے بچاؤ کرنا بہت مشکل ہے۔

اس باب میں حدیث گرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے باوجود یہ امر متحقق ہے کہ آدمی کھانے کی ابتدا سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھولیتا ہے تو کسی طرح کا وہم و گمان اور شبہ نہیں ابھرے گا اور ذہن میں ہاتھوں کو نہ دھونے کی صورت میں کسی طرح کی غلاظت و نجاست کے موجود رہنے کا خیال پیدا ہوگا تو لا محالہ کھانے اور پینے یا کھانے پینے والی چیزوں کے اٹھانے میں کراہیت محسوس ہوگی۔ اگر کھانے پینے کی حالت میں ایسی گندگیاں نظر آئیں تو طبعی طور پر کھانے سے ہاتھ کھینچ لے گا اور کوئی نوالہ اس کے منہ میں نہیں جائے گا۔ اطمینان قلب اور ہاتھوں میں لگے مہلک جراثیم سے بچاؤ کے لئے ہاتھوں کو دھولینا بہتر ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔

سائنسی تحقیق اور ایک عبرتناک واقعہ

کھانے سے پہلے سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ہاتھ دھونا بے حد ضروری ہے۔ حکماء فرماتے ہیں کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا انسانی زندگی کے معمولات میں سے ہے۔ انسان کا ہاتھ ادھر ادھر گھومتا رہتا ہے کبھی کہیں اور کبھی کہیں جا پہنچتا ہے اور ہاتھوں پر جراثیم چپکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے حکم شرعی ہے کہ ہاتھوں کو پانی سے دھولو۔

شریعت اسلامیہ نے خصوصاً سوکراٹھنے پر یونہی کھانے پینے کی تعلیم نہیں دی بلکہ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھونے کی تعلیم دی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسُ يَدَهُ فِي الْأَنْاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَذَرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ“۔ (بخاری و مسلم)

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ اس کو کپڑے وغیرہ سے صاف نہ کرو اس لئے کہ اس

کپڑے پر لگے ہوئے جراثیم پھر کہیں ہاتھوں کو نہ لگ جائیں۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے ہاتھوں کو محض کپڑوں سے صاف کر کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

حکیم محمود طارق کی کتاب ”سنت نبوی اور جدید سائنس: ۸۹/۱“ میں ایک ٹرک ڈرائیور کا واقعہ مذکور ہے: ایک ٹرک ڈرائیور نے کھانے کے لئے ایک ہوٹل کے قریب اپنا ٹرک کھڑا کیا، نیچے اتر کر اس نے ٹرک کے ٹائر کو چیک کیا اور پھر کھانا کھایا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ڈرائیور کھاتے ہی مر گیا۔ حالانکہ اسی ہوٹل سے اور لوگوں نے بھی کھانا کھایا لیکن انہیں کچھ نہیں ہوا۔ بہت سوچ بچار کے بعد کھوج کے بعد معلوم ہوا کہ مرحوم نے ٹائر کو چیک کرنے کے لئے ان پر ہاتھ لگایا تھا۔ وہاں ایک زہریلا سانپ کچلا ہوا تھا اور اس کی تازہ زہر ٹائر پر لگی ہوئی تھی اور وہی زہر ہاتھوں پر لگ گئی اور ہاتھ نہ دھونے کی وجہ سے زہر کھانے میں شامل ہو کر اس کی موت کا سبب بن گئی۔

ہاتھ دھونے کے لئے مہمانوں کے سامنے میزبان کا کوئی برتن پیش کرنا

مہمانوں کی تکریم و تعظیم کا ایک بہترین ادب یہ ہے کہ دسترخوان پر مہمان بیٹھے لگیں یا بیٹھنے کیلئے تشریف لائیں تو کوئی برتن میزبان ان کے سامنے پیش کرے تاکہ وہ اپنے ہاتھوں کو دھولیں، اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں ہے اور نہ شریعت کے منافی امر ہے۔ بعض علاقوں میں اس کا بہت چلن ہے حتیٰ کہ میزبان خود مہمانوں کا ہاتھ دھلواتا ہے اور بعض ریاستوں میں مخصوص برتن ہوا کرتے ہیں جس کو ہاتھ دھونے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ البتہ اس میں علماء مختلف ہیں کہ ہاتھوں کو دھونے میں ابتدا کدھر سے ہو بچوں سے یا بوڑھوں سے۔ حاشیہ ابن عابدین: (۲۱۳/۹) میں ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک نو جوانوں کی طرف سے ابتدا کی جائے اور انتہا میں بوڑھوں کو مقدم رکھا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ نو جوان یا بچے زیادہ کھانے والوں میں سے ہوتے ہیں اور کھانے سے فراغت کے بعد بوڑھوں کو سب سے پہلے ہاتھ دھولایا جائے تاکہ انکی تعظیم و توقیر ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑوں کے حق کی معرفت کو اسلامی شناخت قرار دی اور فرمایا: ”مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ

میں“۔ (ابوداؤد: ۳۱۱۸/۳ (۴۹۴۳) علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

جو ہمارے چھوٹوں پر حرم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علماء حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک میزبان کھانا شروع کرنے سے پہلے خود اپنا ہاتھ دھونے میں شروع کرے اور کھانے سے فراغت کے بعد مہمان کا ہاتھ دھولائے، اس میں میزبان کی شرافت اور حسن ادب پنہاں ہے اور مہمانوں کا اس میں احترام ہے۔

کھلانے والا ہاتھ دھونے کے لئے پانی پیش کرے

یہ حسن ادب ہے کہ میزبان مہمانوں کے لئے پانی کا انتظام کرے اور وہ ان کے ہاتھ دھونے کے لئے پانی پیش کرے۔ مہمان ضرورت و خواہش کے مطابق پانی استعمال کرے۔ اس کے لئے میزبان کسی برتن کا انتظام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ابتدا کیسے کی جائے۔ فقہاء حنفیہ کے نزدیک کھانے سے پہلے بچوں اور نوجوانوں کا ہاتھ دھولا جائے گا اور آخر میں کھانے سے فراغت کے بعد بوڑھوں سے شروعات کی جائے گی۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک میزبان مہمانوں کا ہاتھ دھولائے اور کھانے سے فارغ ہو کر مہمان اپنے ہاتھوں کو خود دھویا کریں۔ مہمانوں کے لئے پانی پیش کرنا میزبان کی توہین نہیں ہے بلکہ یہ ادب کا تقاضہ ہے اور اس کے ذریعہ مہمانوں کی توقیر بھی ہوتی ہے۔ البتہ حالات و ظروف کے اعتبار سے مہمان پانی کو خرچ کرے اس لئے کہ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پانی کی بہت قلت ہے اور جب زیادہ مقدار میں ہاتھ دھونے کے لئے خرچ کیا جائے تو میزبان کو مشقت میں ڈالا جاسکتا ہے۔ اس لئے مہمانوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ میزبان کی حرج میں مبتلا نہ ہو۔

کھانے پینے سے پہلے برتنوں کی صفائی اور جدید سائنس

کھانے پینے سے پہلے برتنوں کی صفائی کر لینا بہتر ہی نہیں بلکہ صحت کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ امریکہ کی ایک مشہور کمپنی، فورڈ اینڈ ڈرگ ایجنسی، کے تحقیقاتی رپورٹ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جس برتن میں کھانے پینے والی چیزوں مثلاً دودھ، مکھن یا چکنی اشیاء خوردنی کا استعمال کیا گیا ہو اس میں جراثیم بڑھ جاتے ہیں ان برتنوں میں صفائی کے بغیر کھانے پینے سے جراثیم معدے میں جا کر کئی بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں خصوصاً ان افراد کو یہ پریشانیاں زیادہ درپیش ہوتی ہیں جو شوگر کے مریض ہیں یا ان کا دفاعی نظام کمزور ہو چکا ہو یہ جراثیم ایسے لوگوں کے معدے میں پہنچ کر ان کے گردوں کو ناکارہ بنا دیتے ہیں اور آنتوں میں کینسر کا سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ صحت و تندرستی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ کھانے پینے والے برتنوں کو صحیح طریقہ سے دھویا جائے خصوصاً ایسے لوگوں کو اس پر توجہ دینی چاہئے جو گھر سے باہر ہوٹلوں اور ریسٹورینٹوں میں کھاتے ہیں ایسا اس لئے کہ ہوٹلوں میں گلاسوں اور برتنوں کو دھونے کا عجیب و غریب طریقہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

ایف ڈی اے کی رپورٹ کے مطابق یہ حقیقت منکشف ہو کر سامنے آئی ہے کہ لوگ پانی پی کر گلاس یونہی چھوڑ دیتے ہیں پھر دوسرے لوگ اس گلاس سے پانی پیتے ہیں۔ کھانے کے برتنوں پر یونہی پانی سے دھو کر پھر اس برتن کو ٹیبل پر لگا دیتے ہیں۔ ایک ٹب میں رکھے پانی سے بار بار برتنوں کو دھوتے ہیں جس کی وجہ سے ٹب کا پانی گندہ ہو جاتا ہے اور اسی میں برتنوں اور گلاسوں کو ڈال کر نکال لیتے ہیں اس طرح ان کی صفائی صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتی ہے۔ ایف ڈی اے نے اپنی رپورٹ میں یہ بیان کیا ہے کہ ہوٹلوں میں برتنوں کی صفائی کے تین طریقے ہیں۔ جھوٹے برتنوں کو صابن سے صاف کر لیا جاتا ہے۔ بغیر دھوئے ہوئے خشک کپڑوں سے پونچھ دیا جاتا ہے یا پھر تمام برتنوں کو پانی کے ٹب میں ڈال دیا جاتا ہے اور حسب ضرورت اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان تمام طریقوں میں استعمال کئے جانے والے پانی کا درجہ حرارت 43 ڈگری سے زیادہ نہیں ہوتا جو جراثیم

کشی کے لئے ناکافی ہے۔ گھروں میں عورتیں برتنوں کو یونہی رکھ دیا کرتی ہیں اور صبح سویرے ان کو دھوتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رات بھر پڑے کھائے ہوئے برتنوں میں جراثیم ہو جاتے ہیں جب تک پانی میں کیمیادی مادہ نہ ڈالا جائے تب تک برتن اچھی طرح صاف نہیں ہوتے۔ اسی لئے رات کے برتنوں کو اس وقت دھولینا بہتر ہے خصوصاً لوہا سے بنے ہوئے برتنوں اور مستعمل آلات کا دھونا کیونکہ ان میں جراثیم کو زیادہ پینپنے کا موقع ملتا ہے۔ ایسے برتنوں کی صفائی کے لئے کم از کم پانی کا 121 ڈگری درجہ حرارت تک ابالنا بہتر ہے۔ جب پانی کا درجہ حرارت گھٹ کر 80 ہو جائے تو یہ پانی سے برتنوں کی صفائی کرنا مفید ہے۔ جب کھانے پینے والے برتنوں کی صفائی ہو جاتی ہے تو انسان ان جراثیم سے محفوظ ہو جاتا ہے جو معدے میں جا کر کئی پریشانیوں اور کئی بیماریوں کا سبب بن جاتے ہیں برتنوں کی صفائی سے گھروں میں بیماریاں جنم نہیں لیتی ہیں اور جب گھر صاف ہو، گھر میں رہنے والے صاف ہوں، ان کے عادات و اطوار صاف ہوں ان کے کھانے پینے والے برتن و آلات صاف ہوں تو پھر پوچھنا ہی کیا ہے سب کے سب صحت و تندرستی کے مزے لوٹیں گے اور ہر طرح کی پریشانی و بیماری سے کوسوں دور رہیں گے۔

جنابت اور ناپاکی کی حالت میں کھانا

اس باب میں وارد حدیثوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ نے ایسی حالت میں جنبی کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ کھانے سے قبل وضو کر لے۔ جنبی کے لئے مستحب یہی ہے کہ جب کھانا چاہے تو وضو کر لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ“ [مسلم: 1/238-239 (۶۹۸) مع شرح النووی، کتاب الخیض]

رسول اللہ ﷺ جب جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو اسی طرح وضو کرتے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ”سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجُنُبِ هَلْ

يَنَامُ أَوْ يَأْكُلُ أَوْ يَشْرِبُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" إِذَا تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ". [سنن ابن ماجہ: ۱/۳۳۰ (۵۹۲)، کتاب الطہارۃ۔ علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۱/۱۸۳ میں صحیح قرار دیا ہے۔]

نبی ﷺ سے جنبی کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا وہ سو سکتا ہے یا کھاپی سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ کام اس وقت کرے جب وضو کر لے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔

ان حدیثوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جنابت و ناپاکی کی حالت میں کھانا پینا درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے قبل وضو کر لیا جائے۔

جس طرح جنبی ناپاکی کی حالت میں کھاپی سکتا ہے اسی طرح حائضہ عورت بھی کھاپی سکتی ہے۔ حیض کی حالت میں عورتوں کے ساتھ کھانا پینا چھوڑنا حسن معاشرت و حسن ادب کے منافی ہے۔ انسان کی بہترین خصلت یہ ہے کہ وہ اپنی عورتوں کے ساتھ حیض کی حالت میں بھی کھائے پیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "كُنْتُ أَشْرِبُ وَ أَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيٍّ، فَيَشْرِبُ وَ أَتَعَرَّقُ الْعِرْقُ، وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيٍّ". [صحیح مسلم: ۳/۲۰۱-۲۰۲ (۶۹۰)۔ مع النووی، کتاب الحيض]

میں پیتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی، پھر اسے نبی ﷺ کی طرف بڑھادیتی۔ وہ اپنا منہ میری منہ کی جگہ پر رکھتے اور پیتے تھے۔ میں گوشت والی ہڈی کھاتی اور نبی ﷺ کی طرف بڑھادیتی تھی وہ اپنا منہ اسی جگہ رکھتے تھے جہاں میں نے رکھ کر کھایا تھا۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ "سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ مُوَ اكِلَةِ الْحَائِضِ؟ فَقَالَ: وَ اكْلُهَا". [ابوداؤد: ۹۰/۲۱۲، ترمذی: ۱/۳۵۱ (۱۳۳)، ابن ماجہ: ۱/۳۶۱ (۲۱۲)]، علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۱/۲۰۲ (۵۳۷) میں صحیح کہا ہے]

میں نے نبی ﷺ سے حائضہ عورت کے ساتھ کھانے کے بارے میں دریافت کیا: آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ کھاؤ۔

ان تمام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانا پینا حسن

معاشرت کی دلیل ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک، تعامل میں اچھی رفاقت اور عمدہ اخلاق یہی ہے کہ حیض کے ایام میں اپنی بیویوں کے ساتھ کھانا پینا ترک نہ کیا جائے اور نہ ان کو الگ کیا جائے، بلکہ ان سے لطف اندوزی کے ساتھ ساتھ کھانے پینے میں بھی ساتھ رکھا جائے۔ سنت مطہرہ ہمیں اس کی تعلیم دیتی ہے اور یہ معاشرتی زندگی کو خوشگوار بنانے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

انسان اپنے اندر اس عمل سے مکمل توانائی محسوس کرتا ہے، اس کے اندر سستی و کسل مندی پیدا نہیں ہوتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے جنبی کو دو جماع کے درمیان وضو کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کے اندر حرکت و نشاط پیدا ہو جائے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”إِذَا آتَى أَحَدَكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ، فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وَضُوءًا“۔ (صحیح مسلم)
جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے (یعنی اس سے مجامعت کرے) پھر دوبارہ آنے کا ارادہ رکھے تو ان دونوں کے درمیان وضو کر لے۔

حاکم نے مستدرک میں ”فانه انشط للعود“ کے الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے درمیان وضو کر لینے سے دوبارہ مجامعت کے لئے مرد چست و شیط بن جاتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دیا ہے جیسا کہ سنت نبوی اور جدید سائنس: (۸۶/۲) میں مذکور ہے کہ انسان جب جماع کے عمل سے فارغ ہوتا ہے تو جسم (Body) کے تمام اعضاء ایک خاص عمل کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس لئے ان کا درجہ حرارت (Temprature) بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور جدید سائنس نے اس بات کو بھی تسلیم کر لیا ہے کہ وضو کرنے سے جسم کا درجہ حرارت (Temprature) نارمل ہو جاتا ہے اور بلڈ پریشر (Blood Pressure) بھی نارمل ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب تک درجہ حرارت نارمل نہ ہو اور اس کے نارمل ہونے سے قبل کھانا کھایا جائے تو معدہ کی تیزابیت اور دل کے امراض لاحق ہونے کے بہت ہی زیادہ خطرات ہوتے ہیں۔

بسا اوقات نبی ﷺ بغیر وضو کے بھی کھلیا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس کی ایک حدیث ہے: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الطَّعَامَ، فَقَالُوا: أَلَا نَاتِيكَ بِوَضُوءٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوَضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ“۔ وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَالَ: ”أَصْلِي فَأَتَوَضَّأُ“۔ (سنن ابی داؤد: ۳۷۶۰، نسائی: ۱۸۳۸، یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے مختصر الشائل الحمدیہ: ۱۰۴ میں اسے صحیح قرار دیا ہے)۔

مطلب یہ کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے نکلے، ان کے پاس کھانا لایا گیا لوگوں نے کہا: کیا ہم آپ کے لئے پانی نہ لائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے وضو کا حکم اسی وقت دیا گیا ہے جب نماز پڑھوں گا کہ وضو کروں۔

مختصر یہ کہ آدمی ناپاک ناپاک ہے تو اس کو کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر اور وضو کر کے کھانا عین سنت نبوی ہے۔ ہاں! حدث اصغر سے وضو کر کے کھانے کی صراحت حدیثوں کے اندر نہیں ہے اس کے لئے ہاتھ دھو کر کھانا ہی کافی ہے۔

مہمانوں کو عمدہ الفاظ کے ساتھ کھانے پینے کے لئے بلانا

جب کوئی کھانا کھلانے کا اہتمام کرے۔ دعوت کرے لوگ اکٹھا ہو جائیں۔ دسترخوان پر کھانا حاضر کر دیا جائے تو میزبان کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمانوں کے لئے ایسے الفاظ اختیار کرے جن میں نرمی و ملائمت ہو، محبت و پیار ہو، انیسیت و مودت ہو، اچھے جملے ہوں، بہترین الفاظ ہوں، اس سے مہمانوں میں قلبی مسرت پیدا ہوگی اور میزبان سے الفت و محبت بڑھے گی، ترش روئی اور بے اعتنائی کا اظہار کرے اور نہ ایسے جملے استعمال کرے جن سے دل کو ٹھیس لگے اور نہ ایسے الفاظ کے ذریعہ بلائے جو دل شکن نفرت آمیز ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ بیان کیا ہے جس میں مہمانوں کو کھانے کیلئے بڑے ہی پر لطف عبارت و الفاظ کا استعمال ہے۔

ارشاد الہی ہے: ”فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ، فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ“۔ (الزواریات: ۲۸، ۲۷)

پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ پھڑے (کا گوشت) لائے اور اسے انکے پاس رکھا اور کہا: آپ کھاتے کیوں نہیں؟

علامہ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب ”الضوء المنیر علی التفسیر: (۷/۵۶۷) میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول ”الا تا کلون“ میں مدح ہے اور دوسرے آداب بھی ہیں اس کے ذریعہ ان کو کھانے کے لئے کہنا دراصل نرمی و تلطیف کا اظہار ہے برعکس اس کے میزبان کہے: کھانے میں ہاتھ ڈالئے، کھائیے، آگے آئیے۔ اس قسم کے الفاظ میں وہ چیز نہیں ہے جو ”الا تا کلون“ میں ہے۔

چنانچہ ہر شخص کو دعوت کے وقت اپنے مہمانوں کو ایسی عبارتوں اور جملوں کے ذریعہ بلانے کا خیال رکھنا چاہیے جن عبارتوں میں نرمی ہو اور مہمانوں کو سن کر ان سے خوشی محسوس ہو۔

مہمانوں سے کھانے والی چیزوں کو قریب کرنا

دستر خوان پر کھانا رکھ دیا جائے تو مہمانوں کو بلایا جائے۔ حسن ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ کھانے والی چیزوں کو مہمانوں سے قریب رکھا جائے۔ اگر کئی طرح کی کھانے والی چیزیں ہوں تو ان کے سامنے بڑھایا جائے تاکہ ان کو کھانے میں مشقت نہ اٹھانی پڑے، یا شرم سے وہ کوئی چیز نہ کھاپائیں و میزبان کھلانا چاہتا ہو اس لئے بعض چیزیں مہمانوں سے دور رہیں گی تو اس میں مہمان کو اٹھ کر لینا پڑے گا اور یہ چیز اس کے لئے گراں بار ہوگی۔

میزبان جب مہمانوں کو کھلائے تو اس پر دھیان دے اور حسب ضرورت چیزیں مہمانوں کے سامنے پیش کرتا رہے، کھانے کے سامان کو ان سے قریب کرتا رہے وہ حسب خواہش لے کر کھاتے رہیں گے۔

قرآنی واقعہ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کیلئے کھانا تیار کر دیا تو ان سے اس کو قریب کیا اور ”فقربہ الیہم“ کے الفاظ صریحاً اس پر دال ہیں اور اس سے یہی سبق ملتا ہے کہ جب آدمی کھانے کا اہتمام کرے تو مہمانوں کو تکلیف سے بچانے کا بھی دھیان رکھے اور کھانے والی چیزوں کو ان سے قریب کرے تاکہ وہ ہر ایک

چیز سے بخوشی کھا سکیں۔

جوتے چپل اتار کر دسترخوان پر بیٹھنے کا شرعی حکم

کھانے سے قبل جوتے چپلوں کا اتارنا یہ ایک ایسا کام ہے جس کے بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث وارد نہیں ہے جس سے استدلال کیا جاسکے۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ جوتے چپل پہن کر کھانے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں بطور دلیل جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ سنن دارمی (۱۳۸/۲) (۲۰۸۰) کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

”إِذَا وَضَعَ الطَّعَامُ فَأُخْلَعُوا نَعَالَكُمْ فَإِنَّهُ أَرْوَاحٌ لَا قَدَامِكُمْ“

ترجمہ: جب کھانا رکھ دیا جائے تو اپنے جوتوں کو اتار دو اس لئے کہ یہ عمل تمہارے قدموں کے لئے سب سے زیادہ باعث راحت ہے۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو علامہ البانی نے ”سلسلہ الاحادیث الضعیفہ: (۴۱۱/۲)“ اور ضعیف الجامع: (ص ۱۰۳) میں بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے اور اسکے مقابلہ کوئی دوسری روایت بھی منقول نہیں ہے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو جس سے اس عمل کی مشروعیت کی دلیل بن سکے اولاً تو ضعیف حدیث دلیل بن نہیں سکتی اور نہ اس سے کسی عمل کے مشروع ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

دسترخوان پر جوتے چپل اتار کر جہاں بیٹھنے کا عام چلن ہو اور لوگ اسکو خوشی خوشی کرتے ہوں وہاں ایسا کرنا کوئی قبیح نہیں ہے۔ اس سے کھانے کا احترام و توقیر مقصود ہوتا ہے لیکن جوتے چپل میں کھانا تناول کر لینا کھانے کی توہین اور تنقیص نہیں ہے۔ اس طرح کا خیال مبنی بر جہالت ہے۔ جوتے چپل پہن کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ عرف عام میں لوگ ایسا کرتے ہوں تو ویسا کرنا شریعت کے منافی نہیں ہے۔ دسترخوان پاکیزہ اور بلند مقامات پر لگائے جاتے ہیں یعنی ٹیبل یا میز یا کرسیاں لگیں ہوں تو وہاں جوتے چپل پہن کر کھانا کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ ہاں! جہاں فرش پر دسترخوان بچھا ہو، گھر میں ہو، مکان صاف ستھرا ہو تو وہاں جوتے چپل اتار کر کھانے میں بھی کوئی نہ بے عزتی ہے اور نہ کھانے کی

توہین ہے اور ایسا کرنے میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں ہے۔

کھانا رکھتے وقت کوئی اچانک آجائے تو کیا کرے؟

انسان کو معاشرہ میں دوسروں سے ضرورت پڑتی رہتی ہے اور وہ اس کے لئے جاتا رہتا ہے دوستوں سے ملتا رہتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہترین وقت کا انتخاب کرے اور اس میں اپنے اعزہ و اقارب اور دوستوں سے ملاقات کرے اس لئے کہ ایسے وقت میں وہ جائے گا جس میں لوگوں کے لئے کھانا رکھا جا رہا ہو تو اس کے لئے پریشانی بڑھ جائے گی۔

اتفاقاً کوئی شخص اپنے اعزہ و اقارب یا اخوان میں سے کسی کے گھر اس وقت آگیا جب لوگوں کے لئے کھانا رکھا جا رہا ہو تو کیا کرے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی مختلف باتیں ہیں۔ فقہاء حنابلہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص کسی کے گھر اچانک اس وقت جائے جب کھانا رکھا جا رہا ہو۔

علامہ ابن قدامہؒ (المغنی: ۲/۱۰۷) میں لکھتے ہیں کہ جب اچانک کوئی ایسے وقت میں آجائے جس میں لوگ کھا رہے ہوں وہ لوگ اس کو بلائیں تو اس کے لئے کھانا مکروہ نہیں ہے، اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کے کھانے کے وقت کی تاک میں رہے اور ان پر ٹوٹ پڑے کہ ان کے ساتھ کھانا کھانے کو بل جائے ان کا استدلال قرآنی آیت سے ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظَرٍ فِيهِ“ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! جب تک نہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے ایسے وقت میں کہ اس کے پکینے کا انتظار کرتے رہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”إِنْ كُنْتُ فِي نَاسٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ كَانُوا يَتَحَيَّنُونَ طَعَامَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَدْخُلُونَ قَبْلِي أَنْ يَذْرَكَ الطَّعَامُ، فَيَقْعُدُونَ إِلَيَّ أَنْ يَذْرَكَ ثُمَّ يَأْكُلُونَ“

وَلَا يَخْرُجُونَ“۔ (الجامع لاحکام القرآن: ۲۲۳/۱۴)

یہ آیت کریمہ چند ان مومنین کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی ﷺ کے کھانے کی تاک میں لگے رہے کھانے پانے سے قبل ہی تشریف لے آئے اور کھانا ملنے تک بیٹھے رہے پھر کھالئے تو باہر بھی نہ نکلے۔

اس میں میزبان کے لئے مشقت بھی ہے کہ اچانک کوئی کھاتے وقت آجائے تو وہ کھانے میں شریک کرے جبکہ کھانا محدود آدمیوں کے لئے تیار کیا گیا ہو اور کم مقدار میں ہو یا تو اس کے لئے کھانا تیار کرائے اس صورت میں وہ ایسے کاموں کا مکلف بن جائے گا تو اس کے بس کا نہ ہوگا۔

ہاں! اگر میزبان میں دریا دلی کا جذبہ ہو تو ایسے وقت میں بھی کسی کا اچانک تشریف لے آنا کمر وہ نہیں ہے۔

بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ جب میزبان سے خوشی و مسرت ظاہر ہو تو ایسے وقت میں آئے مہمان کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میزبان اس کی آمد سے خوش ہے۔ اگر میزبان کے چہرے پر خوشی کے بجائے کراہت کے آثار نمایاں ہوں تو اسے کھانے میں نہیں شریک ہونا چاہیے اس لئے کہ وہ اس کی آمد سے خوش نہیں ہے۔

علامہ ابن رشد نے لکھا ہے: ”هَذَا مِمَّا يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ أَنْ يَعْمَلَ فِيهِ بِمَا يَظْهَرُ إِلَيْهِ مِنْ حَالِ الدِّينِ غَشِيَهُمْ يَأْكُلُونَ ، فَدَعُوهُ الْأَكْلَ مَعَهُمْ ، إِنْ ظَهَرَ مِنْهُمْ إِلَيْهِ اسْتَبْشَارُهُمْ بِقُدُومِهِ عَلَيْهِمْ وَسُرُورِهِمْ بِأَكْلِهِ مَعَهُمْ اسْتَحَبَّ لَهُ أَنْ يُجِيبَهُمْ إِذَا دَعُوهُ ، وَإِنْ ظَهَرَ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَنَّهُمْ كَرِهُوا إِيَّاهُمْ وَهُمْ يَأْكُلُونَ إِنَّمَا دَعُوهُ اسْتَحْيَاءَ مِنْهُمْ كَرِهَ لَهُ أَنْ يُجِيبَهُمْ وَإِنْ لَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُ مِنْهُمْ أَحَدُ الْوَجْهَيْنِ ، كَانَ لَهُ جَائِزًا أَنْ يُجِيبَهُمْ مِنْ غَيْرِ اسْتِحْبَابٍ وَلَا كَرَاهَةٍ“۔ (البيان والتحصيل: ۱۸/۳۶۵)

آدمی کے لئے مناسب یہی ہے کہ کھا رہے لوگوں کی حالت سے جو ظاہر ہو اسی کے مطابق عمل کرے وہ اس کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلائیں۔ اگر ان سے یہ ظاہر ہو کہ وہ لوگ اس کی آمد سے خوش ہیں اور اپنے ساتھ اس کے کھانے سے شاداں ہیں تو اس کے لئے

ان کی دعوت کو قبول کرنا مستحب ہے۔ اگر ان سے یہ ظاہر ہو کہ وہ کھانے کے وقت اسکی آمد سے کراہیت محسوس کر رہے ہیں اور اس سے شرمندگی کا احساس کرتے ہوئے اس کو بلا تے ہیں تو ان کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔ اگر ان سے دونوں حالتوں میں کوئی حالت ظاہر نہ ہو تو اس کے لئے بغیر استحباب و کراہت ان کی دعوت قبول کر لینی چاہیے۔

علامہ محمد بن ابراہیم آل شیخ کے ”فتاویٰ و رسائل: (۲۶۵/۱۰)“ میں ہے: ”وَإِنْ كَانَ صَدَقَةً فَلَا يَكْرِهُ أَنْ يَأْكُلَ مَعَهُمْ إِذَا دَعَوْهُ، وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهٗ يَسْرُهُمْ ذَلِكَ، إِمَّا إِذَا كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَكْرَهُونَ أَكْلَهُ فَلَا يَأْكُلُ، إِمَّا إِذَا تَنَاوَلَ شَيْئًا تَطْيِيبًا بَخَوَاطِرِهِمْ فَحَسَنٌ، إِمَّا مَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْبَاذِيَةِ إِنَّهُمْ لَا يَأْكُلُونَ طَعَامًا أَبَدًا قَدْ أَكَلَ مِنْهُ فَهُوَ مِنَ الْعَوَائِدِ الْجَاهِلِيَّةِ“۔

اگر وہ اچانک آجائے تو ان کے ساتھ کھانا مکروہ نہیں ہے جب وہ اس کو بلائیں خصوصاً جب اسے معلوم ہو کہ وہ لوگ اس سے خوش ہوں گے۔ جب اسے یہ علم ہو کہ وہ اس کے کھانے کو ناپسند خیال کریں گے تو نہ کھائے جب کوئی چیز ان کے تطیب قلوب کے لئے کھائے تو بہتر ہے۔ بعض دیہاتی تو ایسا کرتے ہیں کہ جس کھانے سے کچھ کھالیا گیا ہو وہ اس کھانے کو کبھی نہیں کھاتے ہیں حالانکہ یہ جاہلی کاموں میں سے ایک جاہلانہ کام ہے۔

ان تمام بیانات کے بعد یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس طرح ناگہان کوئی کسی کے یہاں پہنچے جب لوگ کھانا تناول فرما رہے ہوں تو فراخ دلی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اس کو کھانے پر بلا یا جائے اور کھانے میں شریک کیا جائے۔ اس کی مشارکت کو پسند کیا جائے۔ ہر آدمی کو محتاط رہنا چاہیے کہ وہ ایسے وقت کا انتخاب کر کے دوستوں اور اعزہ و اقارب سے ملنے نہ جائے جس میں لوگ دسترخوان پر بیٹھے کچھ تناول فرما رہے ہوں یہ عادت بہتر نہیں ہے۔

بن بلائے کسی کے ساتھ دعوت میں جانا

جب دوست یا رنے دعوت دی یا کسی کے گھر دعوت کھانے کا پروانہ مل چکا ہو نکلنے وقت کوئی ساتھ چلا جائے تو اس کا معاملہ صاحب طعام پر ہے چاہے تو وہ اس کو کھانا کھلائے یا

واپس کر دے کسی کے دل میں میزبان کے اس عمل پر عداوت و بغض کی چنگاری نہیں سلگنی چاہیے اور نہ اس کے اس رویہ پر دل برداشتہ ہو کر وہ آدمی بھی واپس ہو جائے جس کو دعوت دی گئی ہے محض اس بنیاد پر کہ میزبان نے اس کے طفلی کو کھانا کیوں نہیں کھلایا، بلکہ خوشی تو اس بات میں ہونی چاہیے کہ وہ میزبانی کو اس بات کی اطلاع دیدے کہ اس کے ساتھ ایک طفلی بھی ہے چاہے تو انتظام کر دے یا عدم وسعت کی بنا پر واپس کر دے۔ اگر میزبان اس کو کھانے کی اجازت دیتا ہے تو یہ مستحب ہے۔

ابوسعود انصاری کا بیان ہے: "إِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ، كَانَ لَهُ غُلَامٌ لِّحَامٌ، فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَعْرُوفٌ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَقَالَ لِّغُلَامِهِ: وَيْحَكَ! اصْنَعْ لَنَا طَعَامًا لِّخَمْسَةِ نَفَرٍ، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، قَالَ: فَصَنَعَ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَدَعَا خَامِسَ خَمْسَةٍ، وَفَاتَبَعَهُمْ رَجُلٌ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ هَذَا رَجُلٌ قَدْ أَتَبَعَنَا فَإِنْ شِئْتَ إِنَّ تَأْذَنَ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ رَجَعْ، قَالَ: لَا بُلْ أَذْنُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ." (بخاری: ۶۹۱۹، مسلم: ۲۰۷۱۳)

ابو شعیب انصاری کا ایک غلام تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو روئے مبارک میں بھوک کا اثر دیکھ کر جان لیا کہ آپ بھوکے ہیں اپنے غلام سے کہا: افسوس ہے! پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو دعوت دوں اور پانچ میں وہ بھی ہوں۔ اس نے کھانا تیار کیا۔ نبی ﷺ تشریف لائے۔ ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ جب دروازے پر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک یہ ہمارے پیچھے آگیا ہے اگر چاہو تو اجازت دیدو اور اگر چاہو تو اسے واپس کر دو۔ اس نے کہا: نہیں! بلکہ میں اسے اجازت دیتا ہوں اے رسول اللہ ﷺ۔

اگر کوئی طفلی بغیر دعوت کے کسی کے گھر چلا جائے تو میزبان کو اختیار ہے چاہے تو کھلائے چاہے تو بغیر کھلائے واپس کر دے اس پر کوئی جبر و اکراہ نہیں اور نہ یہ معاملہ حسن ادب سے متصادم ہے ایسا اس لئے کہ اس نے چند متعین افراد کے لئے کھانا تیار کر لیا ہے۔

اب ہر ایک کے ساتھ ایسا ہی ایک طفلی ہو تو پھر وہ مشقت میں پڑ جائے گا اگرچہ اسکے لئے طفلی کو کھانے کی اجازت دینا مستحب ہے تاہم بغیر دعوت کے کہیں جانے سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ گھر میں اگر ایک کی دعوت ہو اور دوسرے کو بعد میں دعوت ملے تو اس کو ساتھ لے جایا جاسکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "إِنَّ جَارًا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَارِسِيًّا كَانَ طِيبَ الْمَرْقِ فَصْنَعَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ جَاءَ يَدْعُوهُ فَقَالَ وَ هَذِهِ لِعَائِشَةَ فَقَالَ : لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا، فَعَادَ يَدْعُوهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَ هَذِهِ قَالَ : لَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ثُمَّ عَادَ يَدْعُوهُ فَقَالَ : نَعَمْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَامَا يَتَدَا فَعَانَ حَتَّى أَتَيَا مَنْزِلَهُ". (صحیح مسلم: ۲۶۹/۵)

رسول کا ایک ہمسایہ شور با عمدہ بناتا تھا وہ فارسی النسل تھا۔ اس نے ایک بار رسول کے لئے شور با بنایا اور آپ کو بلانے آیا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے۔ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر وہ دوبارہ بلانے آیا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے۔ اس نے کہا: نہیں، آپ نے کہا: تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر تیسری بار وہ بلانے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے۔ وہ تیسری بار میں بولا: ہاں، پھر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلے یہاں تک کہ اس کے مکان پر پہنچے۔

اس میں کئی باتوں کا علم ہوتا ہے کہ جب دعوت دی جائے تو کھانا تیار ہونے پر مہمانوں کو بلانے کے لئے بھیجا جائے۔ گھر والوں کو بھی دعوت دی جائے۔ عورت اور مرد دونوں ایک ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ میاں بیوی دونوں ایک ساتھ جاسکتے ہیں۔ ساتھ آنے والے کو کھلانا اگر میزبان پر ناگوار نہ ہو تو آدی اپنے ساتھ ایک آدی کو لے جاسکتا ہے۔

مہمان وہیں بیٹھے جہاں اس کے لئے جگہ مقرر ہے

مہمان کے لئے حسن ادب یہ ہے کہ جہاں میزبان اس کو ٹھہرائے وہیں بیٹھے۔ جہاں

دستر خوان بچھایا جائے وہیں کھائے اس جگہ سے تجاوز نہ کرے اور نہ ہی اپنا مطالبہ پیش کرے میزبان نے اس کے لئے جو جگہ مقرر کی ہے اس سے وہ آگے بڑھتا ہے یا دوسری جگہ قیام کرتا ہے تو یہ سوء ادب ہے۔ (الآداب الشرعیہ: ۲۲۷/۳، کشف القناع: ۱۶۱/۴)

بعض فقہاء کرام نے مہمان کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی ہیں:

۱۔ جہاں بیٹھایا جائے وہیں بیٹھنا

۲۔ جو اس کے سامنے پیش کیا جائے اس کو خوشی بہ خوشی قبول کرنا

۳۔ میزبان اور گھر والے کی اجازت کے بغیر کھڑا نہ ہونا

۴۔ کھانے کے بعد گھر والوں کے لئے دعا کرنا

مہمان کو ان چیزوں کی رعایت کرنی چاہیے۔ اس میں نہ گھر والے مشقت میں پڑیں گے اور نہ مہمان کسی طرح کی پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ اگر اس کی طرف سے فرمائش ہونے لگیں تو عین ممکن ہے کہ میزبان مشکل میں پڑ جائے اور اس کی فرمائش کی عدم تکمیل پر شرمندگی محسوس کرنے لگے یا بال دل خواستہ اس کی فرمائش پوری کرے لیکن اس سے محبت کے بجائے نفرت پیدا ہو جائے۔ فقہاء نے جن باتوں کو بیان کیا ہے وہ اچھی باتیں ہیں اور ان کو اپنانا اچھی خصلت کی دلیل ہے۔

کھانے کو برے نام سے یاد کرنے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں انسانوں کیلئے انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا کی ہے۔ انہیں عقل و شعور عطا کیا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو دریافت کریں، اور ان کو چکھیں، ان سے فائدہ اٹھائیں، انسان اگر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی جستجو نہیں کرتا تو اس میں بندے کا اپنا قصور ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا۔ اس نے تو پیدا کیا اور بندے کی ہر طریقہ سے رہنمائی کی، اب بندہ کا حق بنتا ہے کہ اس کی نعمتوں کو پا کر شکر گزاری کرے اور کائنات میں پیدا شدہ تمام انعامات الہیہ کو حاصل کرنے کی سعی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ سورہ طہ (۵۳، ۵۴) میں فرمایا: ”الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنْهُ ذُرِّيَّةً وَهَذَا وَوَسَّلَكَ

لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتَّى كَلُوهَا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ، إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى“.

اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے ہیں اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے، پر اس برسات کی وجہ سے مختلف قسم کی پیداوار بھی، ہم ہی پیدا کرتے ہیں تم خود کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ کچھ شک نہیں کہ اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

سورہ نحل (۱۱۰، ۱۱) میں فرمایا: ”هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ، إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ“.

وہی تمہارے فائدے کے لئے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے ہو اور اسی سے اگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے بے شک ان لوگوں کے لئے تو اس میں بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

سورہ نازعات (۳۰، ۳۳) میں فرمایا: ”وَالَا رُضْ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا، أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا مَتَاعًا لَكُمْ وَلَآ نِعَامِكُمْ“.

اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا اس میں سے پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو گاڑ دیا یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے ہیں۔

سورہ انعام (۹۹) میں فرمایا: ”وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتٌ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ، انظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“.

اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے بڑھے

ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے سچے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کہ بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اس قسم کی بہت ساری آیتیں قرآن میں موجود ہیں جن میں کھانے پینے والی چیزوں کا تذکرہ موجود ہے وہ دراصل اللہ کی عظیم ترین نعمتیں ہیں جن کو بیان کر کے بندوں کو اپنی عبادت و شکر و گزاری پر آمادہ کرتا ہے۔

ان آیتوں میں جس بات کو واضح کیا گیا ہے وہ یہ کہ کھانے کے متعدد اقسام ہیں اور ان کو اپنے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان کھانے والی چیزوں کو ان کے ناموں کے ساتھ یاد کرے الایہ کہ کوئی ایسی چیز جس کو دوسرے ناموں سے یاد نہ کرنے کی ممانعت حدیث رسول میں وارد ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: لَا تُسَمُّوْا الْعَنْبَ الْكَرَمَ فَإِنَّ الْكَرَمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ۔ (صحیح مسلم: ۵۸۳۷/۱۵)

عنب کو کرم کا نام نہ دو یقیناً کرم تو مرد مسلم ہوتا ہے۔

مسلمان کسی چیز کا نام بدل کر بیان کرے قرآن یا حدیث میں اس کے جو محبوب نام آئے ہوں ان کو کسی مکروہ نام کے ذریعہ بیان کرے یا مکروہ چیز کو محبوب ناموں کے ساتھ یاد کرے تو اس کے لئے حرام ہے۔ آج کل معاشرے میں لوگوں نے حرام چیزوں کے بھی خوب بہترین ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ شراب کو ام الافراح اور بھانگ و چرس کو مروح القلوب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ایسی حرام چیزوں کا عمدہ نام دینا حرام ہے، اور ایسا اس لئے ہوا کہ لوگوں کے سامنے جب ان ناموں سے ذکر کریں گے تو ان کے دلوں میں بھی اس کے استعمال کا ذوق و شوق پیدا ہوگا۔ چنانچہ خود حرام کا استعمال کریں گے اور دوسروں کو بھی حرام چیزوں کے استعمال کی ترغیب دلا کر اپنے اوپر عذاب الہی کو مسلط کر لیں گے یہ دراصل شیطانی عمل ہے۔ جس طرح شیطان لوگوں کے سامنے اپنی باتیں بنا سنوار کر پیش کرتا ہے کہ

لوگ اس کو عمدہ جان کر تسلیم کر لیں اور ہماری پیروی بجالائیں بعینہ ساج میں برے لوگ کچھ حرام چیزوں کا غلط نام دیتے ہیں تاکہ دوسرے بھی اس میں مبتلا ہو جائیں جس مرض کا وہ شکار ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی سے ہر شخص کو اجتناب کرنا لازم ہے اور کھانے پینے والی چیزوں کو اس کے اصل ناموں سے ہی یاد کرنا بہتر ہے۔

کھانے کا احترام کرنا

کھانے پینے والی چیزیں اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ ان کا احترام کرنا ضروری ہے۔ ان کی توہین سے بچنا لازم ہے، مسلمان کو برابر ذکر الہی اور شکر الہی میں مصروف رہنا چاہیے اور برابر اس کے دوام و کثرت کا سوال کرنا چاہیے اور یقینی طور پر تسلیم کرنا چاہیے کہ شکر الہی میں ہی نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

کھانے کا احترام کرنا اور انکی توہین سے بچنا مسلم کا اہم فریضہ ہے۔ دورِ حاضر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کھانے کا کس قدر احترام مفقود ہے۔ بہت سارے لوگ کوڑے دان میں پھینک دیتے ہیں پیروں سے روندتے ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے چاول اور دیگر خوردنی اشیاء راستوں میں پھینک دیتے ہیں۔ ان کے پاس اس کی کوئی اہمیت و عظمت نہیں ہوتی ہے اور نہ وہ احترام کرتے ہیں۔ کھاتے پیتے وقت انسان کو اپنی حالت پر غور کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ یہی وہ کھانا ہے جس کے لئے ہم تگ و دو کر رہے ہیں اور ان کو پا کر ہی زندگی کی گاڑی صحیح سلامت آخرت کے ڈگر پر رواں دواں ہے۔ بسا اوقات ان کھانوں کو نہ پا کر انسان موت کا شکار ہو جاتا ہے تاہم کھانوں کی توہین سے باز نہیں آتا ہے۔ بے دردی سے ان کو کہیں بہا دیتا ہے۔

کھانے کے دوران نصیحت کرنا

اسلامی آدابِ خورد و نوش کا پاس دلناظر رکھنا مسلمان کا وظیرہ ہے۔ کھانے کے دوران ان کا خاص خیال رکھنے سے شخصیت میں نکھار آتا ہے اور اس کی خوبیاں اور خصلتیں پروان چڑھتی

ہیں۔ جب کوئی کھاتے پیتے وقت آداب اکل و شرب کی مخالفت کرتا نظر آئے تو وہاں تنبیہ کرنا اور سکھانا ضروری ہے۔

عمر بن ابی سلمہ کی حدیث: ”كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطْبِشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا غُلَامُ سَمِ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ“۔ (بخاری: ۶۳۵/۹) سے پتہ چلتا ہے کہ نبی نے ان کو آداب سکھایا اور اس کے بعد ان کا بیان ہے کہ میں اسی نبی پر کھاتا رہا۔

سلمہ بن اکوع کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دیکھا ایک شخص کو کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ”کل بيمينك“ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: میں اس طرح کھانے کی قدرت نہیں پاتا۔ جب اس نے ان سنی کردی تو آپ نے فرمایا: ”لا استطعت“ تو قدرت نہیں پائے گا۔ کہنے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ وہ زندگی بھر اپنا ہا تھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم: ۱۹۲/۱۳)

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی لازم ہے۔ خورد و نوش کے دوران آداب سکھانے اور شریعت کے مخالف امور سے باز رہنے کی تعلیم دینا ضروری ہے۔

کھانے پینے میں بیٹھنے کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟

کارگہ حیات میں زندگی گزارنے کے لئے اسلام نے جہاں زریں اصول و ضوابط وضع کئے وہیں خورد و نوش کے جملہ آداب کو بہترین قالب میں سجا کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک ادب کھانے میں اعتدال کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عملی خوبصورتی نے صحابہ کرام کو ماہی بے آب کر دیا اور اسوۂ محمدی کے شوق تعمیل نے ان کے اندر جاں نثاری کا جو ہر پیدا کر دیا۔ انہوں نے اسلامی آداب کی لڑیوں میں پرونے کی بے پایاں کوششیں کر کے آنے والی نسلوں کے لئے وہ سامان بہم پہنچایا کہ امت مسلمہ اس سے گلوگیر ہو کر رشد و ہدایت، خیر و بھلائی کی راہ سے سرمو انحراف نہیں کر سکتی اور یہی جذبہ

عمل کی موجودگی نہاں خانہ دل میں کچی اور ٹیڑھا پن کو جنم دے سکتی ہے۔

بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے جہاں لوگوں کے حقوق و معاملات کی اصلاح کی وہاں کھانے کے لئے بیٹھنے کے طریقے بھی بتائے۔ ان طریقوں سے روکا جن کو اپنا کر لوگ مختلف بیماریوں کا شکار ہو سکتے تھے اور ان کی قدرتی ساخت بگڑ سکتی تھی۔

رسول ﷺ نے اپنا مبارک عمل بیان کر کے کھانے میں بیٹھنے کا ادب سکھایا اور

فرمایا:

”إِنِّي لَا أَكُلُ مُتَكِنًا“، - [بخاری: ۲۹۹/۱۲، (۵۳۹۸-۵۳۹۹)، کتاب الاطعمۃ] میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔

دوسری روایت میں ”لَا أَكُلُ وَأَنَا مُتَكِنٌ“، [حوالہ سابق] کے الفاظ ہیں۔ دونوں کا مطلب ہے کہ میں کسی چیز کے سہارے اور کسی چیز سے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا، پھر کھانے کے لئے بیٹھنے کا طریقہ کیا ہو؟ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ تحریر کیا ہے:

”وَيَذْكُرُ عَنْهُ إِنَّهُ كَانَ يَجْلِسُ لِلْأَكْلِ مُتَوَرِّكًا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَيَضَعُ بَطْنَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى عَلَى ظَهْرِ قَدَمِهِ الْيُمْنَى تَوَاضَعًا لِلرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَذْبًا بَيْنَ يَدَيْهِ، وَاخْتِرَامًا لِلطَّعَامِ وَلِلْمَوَاطِنِ، فَهَذِهِ الْهَيْئَةُ أَنْفَعُ هَيْئَاتِ الْأَكْلِ وَأَفْضَلُهَا، لِأَنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تَكُونُ عَلَى وَضْعِهَا الطَّبِيعِيِّ الَّذِي خَلَقَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَيْهِ مَعَ مَا فِيهَا مِنَ الْهَيْئَةِ الْأَذْبِيَّةِ، وَأَجُودُ مَا اغْتَدَى الْإِنْسَانُ إِذَا كَانَتْ أَعْضَاؤُهُ عَلَى وَضْعِهَا الطَّبِيعِيِّ وَلَا يَكُونُ كَذَلِكَ إِلَّا إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ مُنْتَضِبًا بِالنَّيْصَابِ الطَّبِيعِيِّ، وَارْتَدَا الْجُلُوسَاتِ لِلْأَكْلِ الْإِتِكَاءِ عَلَى الْجَنْبِ، لِمَا تَقَدَّمَ مِنْ أَنَّ الْمَرْءَ وَأَعْضَاءَ الْأُزْدِرَاءِ تَضَيِّقُ عِنْدَ هَذِهِ الْهَيْئَةِ، وَالْمِعْدَةُ لَا تَبْقَى عَلَى وَضْعِهَا الطَّبِيعِيِّ، لِأَنَّهَا تَنْعَصِرُ مِمَّا يَلِي الْبَطْنَ بِالْأَرْضِ، وَمِمَّا يَلِي الظَّهْرَ بِالْحِجَابِ الْفَاصِلِ بَيْنَ آلَاتِ الْغِذَاءِ وَآلَاتِ التَّنَفُّسِ، وَإِنْ كَانَ الْمُرَادُ بِالْإِتِكَاءِ الْإِعْتِمَادُ عَلَى الْوَسَائِدِ وَالْوَطَاءِ الَّذِي تَحْتَ الْبِجَالِسِ، فَيَكُونُ الْمَعْنَى إِنِّي إِذَا أَكَلْتُ لَمْ أَقْعُدْ مُتَكِنًا عَلَى الْأَوْطِيَةِ وَالْوَسَائِدِ

، كَفِّعِلِ الْجَبَابِرَةَ ، وَمَنْ يُرِيدِ الْإِكْفَارَ مِنَ الطَّعَامِ ، لِكِنِّي أَكُلُ بُلْغَةً كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ . [زاد المعاد: ۴/۲۲۱-۲۲۲]

”کھانے کے اندر خاصہ نبوی یہ تھا کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل سرین کا سہارا لے کر بیٹھتے تھے۔ اپنا بایاں پاؤں دائیں پاؤں پر رکھتے اور رب العزت کے لئے تواضع، اس کے روبرو ادب اور نعت الہی یعنی غذاؤں کے احترام میں ایسا کرتے تھے۔ اس طرح بیٹھ کر کھانا سب سے زیادہ نفع بخش اور بہترین شکل ہے کیوں کہ تمام اعضاء جسمانی (جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تخلیقی ساخت عطا کیا ہے) اپنی قدرتی بناوٹ پر ہی ہوتے ہیں۔ انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے، اس سے اچھائی اور عمدگی پیدا ہوتی ہے اور اعضاء جسمانی قدرتی ساخت پر برقرار رہتے ہیں۔ اور ایسا اس وقت ممکن ہے جب انسان طبعی طور حالت پر رہے۔

کھانے میں سب سے خراب شکل پہلو کے بل لیٹ کر یا سہارا لے کر کھانا ہے۔ اس صورت میں آمدورفت کے اعضاء اور زرخرے میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور معدہ اپنی طبعی کارکردگی کھو دیتا ہے۔

اگر ٹیک لگانے سے مراد تکیے اور فرش یا پست نرم زمین۔ جو بیٹھنے والوں کے نیچے ہوا کرتے ہیں۔ وغیرہ ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب میں (نبی ﷺ) کھانا کھاتا ہوں تو تکیے کا سہارا نہیں لیتا کیوں کہ یہ ظالم بادشاہوں اور زیادہ کھانے والوں کا طریقہ ہے۔ میں بقدر کفایت بندہ کے کھانے کی طرح کھاتا ہوں،،۔

مزید لکھتے ہیں: ”الْأَنْوَاعُ الثَّلَاثَةُ مِنَ الْإِتِّكَاءِ ، فَتَوْعُ مِنْهَا يَضُرُّ بِالْأَكْلِ ، وَهُوَ الْإِتِّكَاءُ عَلَى الْجَنْبِ ، فَإِنَّهُ يَمْنَعُ مَجْرَى الطَّعَامِ الطَّبِيعِيَّ عَنْ هَيْئَتِهِ ، وَيَعْوِضُهُ عَنْ سُرْعَةِ نَفْوْذِهِ إِلَى الْمِعْدَةِ وَيَضْغُطُ الْمِعْدَةَ ، فَلَا يَسْتَحْكُمُ فَتَحْجَهَا لِلْغِذَاءِ ، وَأَيْضًا فَإِنَّهَا تَمِيلُ وَلَا تَبْقَى مُنْتَصِبَةً ، فَلَا يَصِلُ الْغِذَاءُ إِلَيْهَا بِسَهُولَةٍ ، وَأَمَّا النَّوْعَانِ الْآخَرَانِ فَمَنْ جُلُوسِ الْجَبَابِرَةِ الْمُنَافِي لِلْعُبُودِيَّةِ“.

[زاد المعاد: ۴/۲۲۱]

”إِتِّكَاءُ“، یعنی ٹیک لگانے کی تین شکلیں ہیں۔ مریع یعنی چار زانو ہو کر بیٹھنا، آلتی

پالقی مار کر بیٹھنا یا چوڑی مار کر بیٹھنا۔ اٹکاء علی الشئ: یعنی کسی چیز پر ٹیک لگانا۔ اٹکاء علی الحبب: کا مطلب پہلو کے بل لیٹ کر بیٹھنا۔

ان تینوں شکلوں میں 'اٹکاء علی الحبب' کھانے والوں کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس طرح بیٹھنے میں جسم کے وہ تمام طبعی راستے بند ہو جاتے ہیں جن سے غذا آسانی کے ساتھ داخل ہوتی ہے اور معدے تک آسانی سے پہنچ جاتی ہے۔ معدہ بوجھل ہو جاتا ہے اور اس کی تمام تر توانائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بیٹھنے کی دوسری شکل بھی غذا کو اصل جگہ پہنچانے میں کامیاب نہیں ہے۔ چنانچہ ان دو طریقوں سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ یہ سرکش، ظالم اور مغرور بادشاہوں کا طریقہ ہے جو عبودیت اور غلامی کے عین منافی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے انہی باتوں کو اپنی کتاب فتح الباری: [۵۴۱/۹] میں نقل کیا ہے جن کو ابن القیم نے بیان کیا ہے۔ اور دونوں کی باتوں کا تقریباً ایک ہی مطلب ہے۔ البتہ اٹکاء (ٹیک لگانا) کی یہ تفسیر کرنا کہ آدمی جس طرح بیٹھنے کی قدرت رکھتا ہو اسی طرح بیٹھے دراصل بسیار خوری پر غماز ہے۔ اور اٹکاء علی الحبب (پہلو کے بل ٹیک لگانا) کا مطلب ہے کہ آدمی کسی ایک جانب مائل ہو کر یا زمین سے بائیں ہاتھ کا سہارا لے کر کھائے، قطعاً درست نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کبھی اقعاء (سرین کے سہارے بیٹھنا) کی حالت میں اور کبھی گھٹنے کے بل بیٹھ کر کھاتے لیکن تحقیق کے بعد یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ان حالتوں یا شکلوں میں صرف کھجوریں اور اس طرح کی خشک چیزیں کھائیں۔ چنانچہ ایسی چیزوں کا ان شکلوں میں کھانے کا ثبوت نہیں ملتا ہے جن میں سیلان کی صفت ہو۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا"۔

[مسلم: ۱۴/۲۳۹ (۱۳۸)، کتاب الاشربة۔ مع النووی]

میں نے نبی کریم ﷺ کو سرین کے سہارے بیٹھ کر کھجور کھاتے ہوئے دیکھا۔ عبد اللہ بن بسر سے روایت ہے: "إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهْدَيْتُ لَهُ شَاةَ فَجَثِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: مَا هَذِهِ الْجَلْسَةُ؟ فَقَالَ: "إِنَّ

اللّٰهُ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيْمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا“۔

[سنن ابی داؤد: ۷۱۹/۲، (۳۷۷۳)، کتاب الاطعمہ، سنن ابن ماجہ: ۲۲۳/۲، (۳۲۶۳)، کتاب الاطعمہ،

علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۱۱۸/۳، (۲۶۵۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔]

میں نے نبی ﷺ کو بکری کا گوشت ہدیہ میں دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے زانو کے بل بیٹھ کر کھانے لگے۔ ایک دیہاتی نے عرض کیا۔ بیٹھنے کی یہ نوعیت کیسی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواباً عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معزز و باعزت بندہ بنایا ہے نہ کہ مغرور و سرکش۔

ایک لمبی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بکری ہدیہ بھیجی گئی، ان دنوں کھانا کم تھا۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ اس بکری کو پکاؤ اور آٹے کی روٹی بنا لو پھر شرید بنا لو۔ نبی ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جس کا نام غراء تھا۔ اس کو چار آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔ جب آپ نے صبح کی اور لوگوں نے چاشت کی نماز پڑھ لی تو اس پیالہ کو لایا گیا۔ اور لوگ کھانا کے لیے جمع ہوئے۔ جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو آپ ﷺ زانو پر بیٹھے۔ ایک دیہاتی نے کہا: یہ آپ کس طرح بیٹھے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے کریم بنایا ہے جابر و سرکش نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے کنارے سے کھاؤ اور اس کا اوپری حصہ چھوڑ دو، تاکہ اس میں تمہارے لیے برکت دی جائے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لو اور کھاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تمہارے لیے فارس اور روم کی سرزمین فتح کر دی جائے گی اور بہت کھانا ہو جائے گا، لیکن اس پر بسم اللہ نہیں کیا جائے گا۔ [دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: (۳۹۳)، یہ حدیث صحیح ہے]

رسول اللہ ﷺ نے منہ کے بل لیٹ کر کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ

حدیثوں کے اندر اس کی صراحت موجود ہے۔

کھانے کے لئے بیٹھنے کی نوعیت کیا ہو؟ اس سلسلے میں فقہاء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ تحریر کیا ہے: ”الْمُسْتَحَبُّ فِي صِفَةِ الْجُلُوسِ لِلْأَكْلِ أَنْ يَجْلِسَ

مُتَوَرِّكًا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَيَضَعُ ظَهْرَ قَدَمِهِ الْيُمْنَى عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى، أَوْ أَنْ يَكُونَ جَائِئًا عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَظَهْرُ قَدَمَيْهِ، أَوْ يُنْصَبُهُ الرَّجُلُ الْيُمْنَى وَيَجْلِسُ عَلَى الْيُسْرَى“۔ [حاشیہ ابن عابدین: ۴۱۳/۹، المدخل: ۲۱۵/۱، آداب الاكل: ص/۱۸-۱۹، الآداب الشرعية: ۱۵۹/۳، الانصاف: ۲۲۳/۸، كشف القناع: ۱۵۶/۳]

مختصر یہ کہ کھانے پینے میں اعتدال سے بیٹھنا سب سے عمدہ طریقہ ہے۔ اس میں ٹیک لگانے کی تمام شکلیں ناپید ہوا کرتی ہیں۔ کسی طرح کی خرابی کے پیدا ہونے کا امکان نہیں ہوتا ہے۔

منہ کے بل لیٹ کر کھانے پینے کا نقصان اور ایک نصیحت آموز واقعہ منہ کے بل لیٹ کر کھانا اور الٹا لیٹ کر کھانا جہاں شرعی نقطہ نظر سے غلط ہے وہاں طبی نقطہ نظر سے بھی غلط ہے۔ ماہرین طب نے ماڈرن میڈیکل تحقیقات (Modern Medical Research) اور اپنے تجربات سے یہ بات ثابت کر دیا ہے کہ جسم کے اٹلنے سے معدہ الٹ جاتا ہے اور اس کا تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور ہاضمہ صحیح طریقے سے کام نہیں کرتا ہے۔ الٹا لیٹنے سے خطرہ یہ ہے کہ نوالہ بجائے غذا کی نالی میں جانے کے سانس کی نالی میں چلا جائے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

”ایک مریض علاج کی غرض سے آیا۔ موصوف کا بیان اور تشخیص مرض یہ تھی کہ اس کے پیچھڑوں میں پانی بھر چکا ہے۔ جب اس مرض کا سبب پوچھا گیا تو موصوف بتانے لگے کہ آج سے تقریباً پانچ سال قبل میں لیٹا ہوا تھا اور لذیذ پلاؤ کھا رہا تھا۔ پھر لیٹے لیٹے میں فوراً الٹا منہ کے بل لیٹ گیا اور وہ پلاؤ کھانے لگا۔ اچانک وہ نوالہ میری سانس کی نالی میں چلا گیا۔ مجھے سخت کھانسی ہوئی۔ تے ہوئی۔ طبیعت بے چین ہو گئی۔ میں بے ہوش ہو گیا۔ ڈاکٹر نے آکسیجن (Oxezon) دی۔ پیچھڑوں کو واش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن چاول پیچھڑوں میں بکھر گئے تھے۔ اس دن سے یہ تکلیف میرے ساتھ بہت ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۲۲۶/۳)

کھانے اور پینے میں شرعی اور طبی نقطہ نظر سے اعتدال کے ساتھ بیٹھنا ہی صرف مفید تر

ہے۔ اس کے اندر عافیت و راحت، اطمینان و سکون اور سیرابی نفس کا بہترین سامان ہے۔ ایسا کرنا سنت رسول کی تابعداری کا مظہر ہے۔ اعتدال کے ساتھ بیٹھ کر کھانا آدمیت کی دلیل اور انسانیت کی علامت ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ دورِ جدید میں مسلمانوں کے اندر سے اطوارِ مسلمانی ختم ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنایاتِ ربانی کا دروازہ بھی بند ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ حیا و شرم کی دولت لٹ گئی۔ برائیوں کا چلن عام ہو گیا جس کی وجہ سے اللہ کی مہربانیاں نہیں ہوتیں اور بندہ کی جانب سے یہ شکوہ رہتا ہے۔

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں
لیکن جواب تو اس کا یہی موجود ہے:

حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے
کس کی آنکھوں میں سما یا ہے شعرا غیار
ہو گئی کس کی نظر زسلف سے بیزار
کتاب و سنت کی بجا آوری نہ کرنے اور حیا و شرم کے ختم ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی عام دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ ٹیبل ہی پر رنگ برنگ کے کھانے پلیٹ اور کٹوروں میں چچھوں کے ساتھ رکھے ہوتے ہیں اور انسان سب میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر کھڑے کھڑے چل چل کر کھاتا ہے۔ جب کہ نبی ﷺ نے اس کو سب سے برا قرار دیا ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے آدمی کو کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ قنادہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت انسؓ سے کہا کہ کھڑے ہو کر کھانا تناول فرمانا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”هَذَا أَشْرُ أَوْ أَحَبُّ“، یعنی یہ سب سے برا ہے۔ (مسلم: ۲۰۲۳، ترمذی: ۱۸۸۰، ابوداؤد: ۳۷۱۷)

ہاں! جہاں پر ایسی مجبوریاں لاحق ہوں تو بعض ایسی روایتیں ہیں جو بوجہ مجبوری رخصت پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں جواز کا پہلو ثابت ہے۔ لیکن فیشن کے طور پر کرنا اور بلا وجہ اہل مغرب کی کورانہ تقلید کرنا اسلام کی خوبیوں اور اس کی امتیازی خصوصیات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ نیز اپنے آپ کو سنت نبوی سے کنارہ کش رکھنے کا بین ثبوت ہے۔

ہائے سنت نبوی کی یہ ناقدری! ایسے مسلمانوں کو چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہیے جو اپنے ہر عمل کو قرآن و سنت کے مطابق کرنے کے دعویدار ہیں۔ مسلمانوں نے انداز مسلمانانہ کی مضبوط دیواریں مسمار کر کے شیوہ کافر کی کو اپنالیا ہے۔ حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نجات اور کامیابی و کامرانی اسلامی اطوار و اقدار کی پاسداری میں پوشیدہ ہے۔

کھانے پینے میں شیطان کو روکنے کا بہترین علاج: بِسْمِ اللّٰهِ

کھانے پینے سے پہلے ”بسم اللہ“ کہنا اسلامی شریعت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اس سے کھانے میں برکت نازل ہوتی ہے۔ کھانے کے اندر شیطان کے داخل ہونے کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ بسم اللہ کہنے کے بعد کوئی ایسی راہ کھلی نہیں ہوتی جس سے اس کے شامل ہونے کا امکان باقی رہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کا بیان ہے: ”كُنْتُ غُلَامًا فِي حَبْرٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِي تَطْيِشُ فِي الصَّخْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا غُلَامُ! سَمِ اللَّهَ، وَكُلْ بِمِيمِنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ“ فَمَا زِلْتُ تِلْكَ طَعْمَتِي بَعْدُ“۔ [صحیح بخاری ۱۲/۲۶۸ (۵۳۷۶) - الصحیح مسلم ۱۳/۲۰۳ (۱۰۸-۱۰۹) - النووی]

جب میں نبی ﷺ کے آغوش میں پرورش پا رہا تھا اس وقت میں کم سن بچہ تھا۔ کھاتے وقت میرا ہاتھ پیالہ میں چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد میرا کھانا اسی طریقہ پر رہا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا بیان ہے: ”كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لَمْ نَضْعُ أَيْدِينَا حَتَّى يَبْدَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيَضَعُ يَدَهُ، وَ أَنَا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَانَتْهَا تَذْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِنَضْعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ اِعْرَابِيٌّ كَانَتْهَا يَذْفَعُ فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهِذِهِ

الْجَارِيَّةُ لَيْسَتْ حِلًّا بِهَا ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهَذَا الْأَعْرَابِيُّ لَيْسَتْ حِلًّا بِهِ ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ؛ إِنَّ يَدَهُ فِي يَدِي مَعَ يَدِهِ“۔ [صحیح مسلم ۱۳/۱۹۹ (۲۰۱۷)۔ النووی، صحیح سنن ابی داؤد: ۲/۷۱۷ (۳۷۶۶)]

جب ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے تو ہم اپنے ہاتھ کو کھانے میں نہیں ڈالتے یہاں تک کہ آپ شروع کرتے۔ ایک دن ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ کھانا تناول کرنے میں موجود تھے۔ دریں اثناء دوڑتی ہوئی ایک لڑکی آئی جیسے کوئی اس کو بھگا رہا ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ کھانے میں رکھنا چاہی تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر ایک دیہاتی دوڑتا ہوا آیا جیسے کوئی اس کو بھگا رہا ہو۔ آپ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر فرمایا: شیطان اس کھانے پر قادر ہو جاتا ہے جس پر بسم اللہ نہ کہا جائے۔ اس نے ایک لڑکی بھیجی تاکہ وہ کھانے پر قادر ہو سکے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس نے ایک دیہاتی کو لایا۔ میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے بسم اللہ کہا اور کھانا تناول فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ طَعَامًا فِي سِتَّةِ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلَقْمَتَيْنِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ”إِنَّمَا أَنَا لَوْ كَانَ قَالَ : بِسْمِ اللَّهِ لَكَفَّاكُمْ ، فَإِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ : بِسْمِ اللَّهِ ، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَقُولَ : بِسْمِ اللَّهِ فِي أَوَّلِهِ ، فَلْيَقُلْ : بِسْمِ اللَّهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ“۔

[صحیح سنن ابی داؤد، لاالبانی: ۲/۷۱۸ (۳۷۷۲)، سنن ترمذی: ۲/۱۶۷ (۱۹۳۶)، صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/

۲۲۳ (۳۲۶۳)، مسند احمد: ۲/۱۳۳، مستدرک حاکم/۱۰۸، سنن دارمی: ۲/۴۹، سنن بیہقی: ۷/۲۷۶، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔]

رسول اللہ ﷺ چھ صحابہ کرام کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور اس سے دو لقمہ کھالیا۔ رسول اللہ نے فرمایا: اس نے بسم اللہ کہہ لیا ہوتا تو یہ تمہارے لئے

کافی ہوتا۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھ لے۔ اگر کھانے میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو وہ ”بسم اللہ اولہ و آخرہ“ پڑھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ جو کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھول جائے اور یاد آتے ہی بسم اللہ اولہ و آخرہ پڑھ لے تو اس کے لئے نئی خوراک محفوظ ہو جاتا ہے اور ناپاک چیزوں سے باز رہتا ہے۔

[ارواء الغلیل: ۲۶/۷ (۱۹۶۵)، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۱۹۶، علامہ البانی نے موخر الذکر کتاب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ابن حبان: ۱۳۴۰ میں مستصحیح مروی ہے]

ان تمام حدیثوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان حدیثوں سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کھانا ایک ساتھ کھانے میں برکت نازل ہوتی ہے۔ جب اجتماعی شکل میں کھانا کھایا جا رہا ہو تو کھانے والا بسم اللہ کہے۔ ایک دوسرے کو کہنے کی تاکید کرے تاکہ شیطان کھانے میں شامل نہ ہو سکے۔ یہ حدیثیں اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ تمام کھانے کے قابل چیزیں جب استعمال کی جائیں تو اس سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا جائے۔

بسم اللہ پڑھنے کا وجوب اقوال ائمہ کی روشنی میں

کھانے پینے سے پہلے ائمہ کرام نے بسم اللہ پڑھنا واجب قرار دیا ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کھانے اور پینے کے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے۔ [الفتوحات الربانیۃ لابن علان: ۱۹۵/۵، زاد المعاد: ۲/۲۹۷]

امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے کہ کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا بالاجماع مستحب ہے۔ [الاذکار: ج ۲، ۲۰۷، شرح صحیح مسلم: ۱۳/۱۸۸]

حافظ ابن عبد البر کا بھی قول امام نووی رحمہ اللہ سے قریب قریب ہے وہ یہ کہ کھانے پینے کے وقت تسمیہ کے واجب نہ ہونے پر اجماع ہے۔ [الفتوحات الربانیۃ: ۱۹۵/۵]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ۵۲۲/۹) نے اس پر نقد کرتے ہوئے امام نوویؒ

کے اس قول کو محل نظر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بسم اللہ پڑھنے کو بالا جماع مستحب کہنا محل نظر ہے۔ الا یہ کہ اس استحباب سے رائج فعل مراد لیا جائے۔ کیوں کہ علماء کرام کی جماعت اس کے وجوب کا قائل ہے نیز وہ داہنے ہاتھ سے کھانے کو واجب کہتے ہیں کیوں کہ امر کا صیغہ دونوں کے لئے ایک ہے۔

ابن ابی موسیٰ اور امام شوکانی نے کھانے اور پینے میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنے اور شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہنے کو واجب قرار دیا ہے۔ {الآداب الشرعیۃ واللمخ الرعیۃ لابن مفلح المقدسی: ۱۱۲/۳، تہذیب الذکرین: ص/۱۸۶}

امام ابن قیم الجوزیہؒ نے لکھا ہے: ”کھاتے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے اور یہی صحیح ہے۔ اصحاب احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ جتنی حدیثیں اس سلسلے میں وارد ہیں سب کے اندر امر کا صیغہ موجود ہے جو وجوب کا متقاضی ہے اور اس سے نہ کوئی حدیث معارض ہے اور نہ ہی اجماع سے اس کا کوئی ٹکراؤ ممکن ہے۔ [زاد المعاد: ۲/۳۹۷]

صحیح بات یہ ہے کہ کھانے پینے کے وقت تسمیہ واجب ہے۔ اصحاب محمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ اور تسمیہ کے امر والی احادیث صحیح اور صریح ہیں اور ان کی معارض کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا اجماع جو ان کی مخالفت کا جواز پیدا کرے اور ان کو ان کے ظاہری معنی سے پھیر دے جبکہ اس کے (تسمیہ کے) ترک کرنے والے کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ تسمیہ واجب ہو یا مستحب ان تمام بیانات کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا مشروع ہے اور اس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔

کھانے پینے میں بسم اللہ کے ساتھ ”الرحمن الرحیم“ کا اضافہ: شریعت کی نظر میں محض بسم اللہ کہنا ہی مشروع ہے یا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ علماء کرام کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

محدثین کرام اور جمہور ائمہ سلف کے نزدیک کھانے پینے میں صرف بسم اللہ پڑھنا ہی مسنون ہے۔ ان کے نزدیک الرحمن الرحیم کا اضافہ مشروع نہیں ہے۔ نبی ﷺ سے قولاً

اور فعلاً ”الرحمن الرحیم“ کے اضافہ کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے عمر بن ابی سلمہ، حذیفہ بن یمان، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایتوں سے استدلال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان تمام کی روایتوں سے کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ ہی پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے اور بس۔ ان کا استدلال دوسری ان حدیثوں سے بھی ہے جو قابل ذکر ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عِشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: أَذْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، إِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ: أَذْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعِشَاءَ۔“ [صحیح مسلم ۲۰۱/۱۳ (۲۰۱۸)۔ النووی، کتاب الاثریہ، صحیح ابن ابی داؤد ۲/۲۱۷ (۲۷۶۵)؛ صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۳۳۶ (۳۸۸۷)، کتاب الدعاء۔]

آدمی جب گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے۔ یہاں نہ تمہارے لئے رات کا کھانا ہے اور نہ رات گزارنے کی جگہ ہے۔ اگر ذکر الہی یعنی بسم اللہ کے بغیر داخل ہو گیا اور کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھا تو وہ کہتا ہے کہ تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی اور تم کو کھانا بھی مل گیا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب رات کی ابتدا ہو یا شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو اور گھر سے باہر نہ نکلنے دو کیوں کہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔ جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو۔ بسم اللہ کہہ کر دروازہ بند کر لو اور اپنے مشکیزہ کا منہ باندھ دو۔ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا۔ بسم اللہ کہہ کر اپنے برتنوں کا منہ ڈھک دو خواہ کسی چیز کو آڑے ہی رکھ کر ہو اور سونے سے پہلے اپنے چراغوں کو بجھا لیا کرو۔“

دوسری روایت میں ہے: ”عَطُّوا الْإِنَاءَ، وَأَوْكُوا السِّقَاءَ، وَأَغْلِقُوا الْبَابَ، وَأَطْفِئُوا السِّرَاجَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحِلُّ سِقَاءَ، وَلَا يَفْتَحُ بَابًا، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءَ

فَإِنَّ لَمْ يَجِدْ أَحَدًا كُمْ إِلَّا أَنْ يَغْرِضَ عَلَى إِيَّائِهِ غُذَاءً، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ فَلْيَفْعَلْ، فَإِنَّ الْفَوَيْسَقَةَ تَضُرُّهُمْ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْنَهُمْ“۔ [صحیح بخاری ۸۴۱/۲، کتاب الاثر، صحیح مسلم ۱۹۵-۱۹۴/۱۳- (۲۰۱۲)۔ النوی]

برتن کو ڈھک دو۔ مشکیزہ کا منہ باندھ دو۔ دروازے کو بند کر دو۔ چراغ کو بجھا دو کیوں کہ شیطان مشکیزہ نہیں کھولتا۔ دروازہ اور برتن نہیں کھولتا۔ اگر لکڑی کے سوا کوئی چیز نہ ملے تو بسم اللہ کہہ کر اسی کو برتن پر رکھ دو۔ سوتے وقت چراغ بجھا دو اس لئے کہ چوہیا لوگوں کا گھر جلا دیتی ہے یعنی چراغ کی بتی کھینچ کر گھروں کو آگ لگا دیتی ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلے وقت ”بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں۔ تو نے ہدایت کی راہ پائی۔ ہر بلا مصیبت سے بچا لیا گیا اور تجھ کو یہ دعا کافی ہے۔ شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ دوسرا شیطان کہتا ہے: اس شخص کا اب کیا کر سکتا ہے جس کو راہ مل گئی۔ دعا اس کے لئے کافی ہے اور وہ ہر بلا سے محفوظ ہے۔“

[سنن ابی داؤد: ۳۲۸/۵، کتاب الادب، سنن ابن ماجہ: ۲۸۴/۱، سنن ترمذی: ۱۸۱/۲، ابواب الدعوات]

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی مباشرت (جماع) کے وقت: ”بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي“، ترجمہ: میں اللہ کے نام سے مباشرت شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے شیطان سے بچا اور تو نے ہمیں جس چیز سے نوازا اس کو بھی شیطان سے دور رکھ۔ کہہ لے اللہ اس جماع سے ان دونوں کے لئے جو اولاد مقدر کرے گا تو اس کو کبھی شیطان نقصان نہیں پہنچائے گا۔ [صحیح بخاری: ۷۶۲/۲، (۹۳۵) ۴۳/۱، صحیح مسلم: ۲۳۲/۱]

ابو یلیخ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کا روپیہ تھا۔ جب ہمارا اونٹ پھسل گیا تو میں نے کہا: شیطان ہلاک ہو جائے۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ایسا مت کہو۔ ”کہ شیطان ہلاک ہو“ کیوں کہ وہ بڑے گھر کے مانند ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میری قوت کا نتیجہ ہے بلکہ بسم اللہ کہو وہ مکھی سا چھوٹا ہو جاتا ہے۔ (متدرک حاکم

۲۹۲/۳، مجمع الزوائد پیشی: ۱۰/۱۳۲، تہذیب الترغیب مع الاحادیث الصحاح: ص/۵۳۵

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جن،، کی نگاہوں اور انسان کے شرمگاہوں کے درمیان اوٹ یہ ہے کہ جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو بسم اللہ کہے۔

[سنن ترمذی: ۳/۵۳، علامہ البانی نے ارواء الغلیل: ۱/۸۷-۸۸ میں صحیح قرار دیا ہے]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا وَضُوءَ لَهُ وَلَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ“۔ [سنن ابی داؤد: ۱۰/۱۰۱] سنن ابن ماجہ: ۱/۶۹ (۳۹۹)، سنن دارقطنی: ۱/۷۹، سنن بیہقی: ۱/۴۳، مسند احمد: ۴/۴۸، حاکم: ۱/۳۶، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن ابن ماجہ (۳۳) میں حسن قرار دیا ہے]

جو با وضو نہیں ہوتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ کہے اس کا وضو درست نہیں۔

کھانے پینے کے وقت بسم اللہ کہنا سنت نبوی ہے۔ بلکہ دوسرے کاموں میں بھی یہی کہنا ثابت ہے۔ اس کے ساتھ ”الرحمن الرحیم،، کا اضافہ درست نہیں ہے۔ ہم یہ کہنے میں بجائیں کہ کھانے اور پینے میں بسم اللہ کہنا ہی مشروع ہے اور بس۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ عمر ابن ابی سلمہؓ کی روایت میں ”يَا غُلَامُ سَمِ اللَّهَ،، کا مطلب صرف بسم اللہ کہنا ہے اور یہی صحیح ہے کیوں کہ اس کی تائید ”مجم طبرانی: ۱۴/۹ (۸۳۰۴)“ کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ ”يَا غُلَامُ إِذَا أَكَلْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ،، اے لڑکے! جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ لو۔ [مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۶۰]

علامہ ناصر الدین البانیؒ نے لکھا ہے کہ اس باب میں تمام روایتیں مطلقاً صریح ہیں اور کھانے پینے میں بسم اللہ کہنا ہی ثابت ہے۔ حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث اس پر شاہد ہے۔

”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہہ لے اگر شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو وہ ”بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ“ کہے۔ [ارواء الغلیل: ۷/۳۱، ۱۹۶۹]

تمام روایتوں کو جمع کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کھانے پینے کے وقت تسمیہ کے بارے میں مسنون یہی ہے کہ بسم اللہ کہا جائے۔ اس میں الرحمن الرحیم کا اضافہ نہ کیا

جائے۔ کیوں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا اگر مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور عمر بن ابی سلمہ اور اعرابی کو اس کی تعلیم دیتے۔ یہ مقام تعلیم تھا اور وقت ضرورت سے بیان کو مؤخر کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ اگر الرحمن الرحیم کی زیادتی مستحب ہوتی تو اسے ضرور بیان کیا جاتا اور یہ چیز ہم تک منقول ہو جاتی۔

عبد اللہ بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی آٹھ سال تک خدمت کی۔ اس آدمی کا بیان ہے کہ جب نبی ﷺ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو آپ بسم اللہ کہتے اور کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے۔ ”اَللّٰهُمَّ اطْعَمْتَ وَ اَسْقَيْتَ وَ اَغْنَيْتَ وَ هَدَيْتَ وَ اَقْنَيْتَ وَ اَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا اَعْطَيْتَ“۔ [مسند احمد ۶۲/۴: (۳۳۷)، سنن کبریٰ ۲۰۲/۴، عمل الیوم والمیلۃ لابن سنی: ص/۴۶۵، حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری ۳۶۳/۱۳: اور ”اخلاق النبی: (۱۸۹)“ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام نووی نے ”اذاکار (۶۱۲)“ میں حسن کہا ہے۔ امام ابن قیم نے زاد المعاد ۴۰۱/۲: میں صحیح اور علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: (۷۱) میں مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔]

اے اللہ! تو نے کھلایا، پلایا، غنی کیا، ہدایت دی، خوش کیا، زندگی بخشی، جملہ تعریفات تیری عطا کردہ چیز پر تیرے ہی لئے سزاوار ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ کھانے پینے میں بسم اللہ کہنا ہی مشروع ہے۔ اگر آپ ﷺ کبھی کھانے پینے میں ایک بار بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے ہوتے تو آپ کی آٹھ سالہ خدمت کرنے والے صحابی جلیل پر یہ بات مخفی نہ ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا بیان ہے کہ تسمیہ سے مراد کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہنا ہے۔ اس باب میں ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث زیادہ واضح ہے۔ اس کی تائید امیہ بن خنسی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور نسائی نے اپنے سنن میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ کا ”اذاکار: (ص/۲۰۷)“ میں یہ دعویٰ کرنا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا افضل ہے اور صرف بسم اللہ کہنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے بلا دلیل ہے۔ مجھے افضلیت کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ امام غزالیؒ کا احیاء علوم الدین میں آداب اکل کے باب میں یہ قول ”ہر لقمہ

پر بسم اللہ کہنا بہتر ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ پہلے لقمہ پر بسم اللہ دوسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمن اور تیسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے دلیل سے خالی ہے۔ اس کی کوئی دلیل مجھے نظر نہیں آئی۔ ہاں! انہوں نے تکرار کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ کھانا کہیں اسے ذکر الہی سے غافل نہ کر دے۔ [فتح الباری ۲/۲۱۳-۲۱۴]

علامہ عینی (عمدة القاری: ۲۱/۲۸) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (مصنفی شرح موطا: ۲/۱۸۵) کا امام نووی کے اس کلام مذکور کو بغیر کسی تعاقب کے بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس کو مختار مذہب خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ امام نووی کی یہ بات کہ افضل ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کہنا ہے اور اگر صرف ”بسم اللہ“ کہہ لیا جائے تو کافی ہوگا اور سنت حاصل ہو جائے گی۔ اس باب میں واضح ہے اور اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام نووی کے یہاں بھی صرف ”بسم اللہ“ کہنا ہی مسنون ہے۔

امام قسطلانی نے بھی ارشاد الساری: (۸/۲۱۱) میں امام نووی کا یہ قول کہ صرف ”بسم اللہ“ کہنا مسنون طریقہ ہے مگر ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کہنا افضل ہے نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر کے مذکورہ بالا کلام سے ان کا تعاقب کیا ہے۔ علامہ عبدالرحمن مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی: ۵/۵۹۰ میں حافظ ابن حجر کی یہی بات بیان کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے تعاقب سے ان کا بھی اتفاق ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے: ”آدمی کو کھانے پینے کے وقت صرف بسم اللہ کہنا چاہیے۔ اس میں کسی چیز کا اضافہ درست نہیں ہے۔ اس باب میں جملہ حدیثیں صحیح ہیں اور وہ حدیثیں جن کے اندر اضافہ کا ثبوت ہے یا تو وہ ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔ شارع حکیم نے ہمارے لئے ان تمام کاموں کو مشروع قرار دیا ہے اور ان کی بجا آوری کا حکم دیا ہے جن کے ذریعہ قربت الہی کا حصول ممکن ہے۔ اگر یہ یعنی الرحمن الرحیم کا اضافہ مشروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنی زندگی میں اسے (کھانے اور پینے میں) ایک بار ضرور پڑھتے۔

سنت محمدی سے افضل ترین کسی کی سنت نہیں ہے۔ جب کھانے اور پینے کے وقت نہ بسم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کا ثبوت ہے اور نہ اس کے اندر الرحمن الرحیم کا اضافہ جائز

ہے۔ تو بھلا زیادتی اس سے افضل کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی لئے اس کے بارے میں یہ قول (زیادتی مشروع یا مستحب ہے) حدیث و سنت کے خلاف ہے۔ [سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۳۳۳]

ان تمام بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے پینے میں بسم اللہ کہنا ہی سنت ہے اور الرحمن الرحیم کا اضافہ قطعاً درست نہیں۔ الایہ کہ کسی موقع سے مخصوص کام میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی کلی طور پر صراحت ہو اور یہی اُسوہ محمدی ہے جس کی بجا آوری مکمل اطاعت و تابعداری کی آئینہ دار ہے۔ چنانچہ جو لوگ کھانے پینے کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم کی افضلیت کے قائل ہیں ان کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے اسی لئے ان کی یہ بات توجہ کے لائق نہیں ہے۔

دائیں جانب کی اہمیت و فضیلت

مذہب اسلام میں دائیں جانب کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ وارد شدہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دائیں جانب کو پسند فرماتا ہے اور محمد ﷺ کے روزمرہ کے معمولات زندگی میں بھی دائیں جانب کو اہمیت حاصل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَٰؤُلَاءِ أَقْرَبُ كِتَابِيَّةً، إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَّةً، فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ، فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ، قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ، كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ“۔

[سورہ الحاقہ: ۲۹-۱۹-۲۳]

ترجمہ: جس شخص کو اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ پڑھ کر کہے گا۔ یہ لو! میرا نامہ اعمال پڑھو۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنا حساب ضرور پاؤں گا۔ وہ ایک خوشگوار زندگی میں ہوگا۔ اونچے بلند جنت میں ہوگا۔ اس کے پھل بالکل قریب ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) تم لوگ آج مزے میں کھاؤ اور پیو، ان نیک اعمال کے بدلے جو تم نے

گزرشتہ دنوں میں کئے تھے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ”فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ، وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ“۔ [الواقعة: ۲۸: ۸-۹]

ایک جماعت دائیں والوں کی ہوگی، کیا ہی خوش قسمت ہوں گے دائیں والے۔ ایک جماعت بائیں والوں کی ہوگی۔ کیا ہی بد قسمت ہوں گے بائیں ہاتھ والے۔

در اصل ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دائیں ہاتھ والوں کا مقام بیان کر کے دائیں جانب کی عظمت و اہمیت بیان کیا ہے۔ دائیں والے جتنی لوگ ہوں گے جن کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور حافظ ابن کثیر کے بیان کے مطابق یہ جماعت عرش کے دائیں جانب ہوگی اور یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ وہ راحت و سعادت، فرحت و شادمانی میں ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو قرآن نے اصحاب الیمین سے یاد کیا ہے۔ ارشاد ہے: ”وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ، مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ“، [الواقعة: ۲۷]۔ اور دائیں والے لوگ، کیا ہی خوش قسمت ہوں گے دائیں والے لوگ۔

دائیں ہاتھ کی اہمیت ان احادیث نبویہ سے ثابت ہے جو مختلف کاموں میں تاکیداً وارد ہیں۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ عمدہ کاموں کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرتے۔ ان حدیثوں کا ذکر یہاں مناسب ہے جن سے دائیں ہاتھ کی اہمیت و عظمت کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ حضرت حصہؓ بیان کرتی ہیں: ”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لَطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَيُسَائِلُهُ لِمَا سِوَى ذَلِكَ“۔ [سنن ابی داؤد: ۱۴/۱۳۲]، مسند احمد: ۲۸۸/۶، یہ حدیث صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے، پینے اور کپڑا پہننے میں استعمال کرتے تھے۔ اور اپنے بائیں ہاتھ کو اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”وَكَاثُ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْيُمْنَى لَطُورِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَدَى“۔ [بخاری: ۳۱/۱۶۷]، کتاب الوضوء، مسلم: ۱۹/۲۶۸،

سنن ابی داؤد: ۱۳/۱ (۳۳)

رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو کرنے اور کھانے کے لیے تھا اور آپ کا بایاں ہاتھ استنجاء کرنے اور دوسرے کراہیت والے کاموں کے لئے تھا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرٍ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَلْنَا يَدَيْهِ يَمِينُ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلَّوْا“، [مسلم: ۱۲۱/۱، کتاب الامارۃ]

بیشک انصاف کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اہل و عیال اور اپنے ماتحت لوگوں میں انصاف کرنے والے ہوں گے۔

۳۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طَهْوَرِهِ، وَتَرْجُلِهِ وَنَعْلِهِ“، [بخاری: ۲۹/۱، کتاب الوضوء، مسلم: ۲۶۸/۱، کتاب الطہارۃ]

نبی ﷺ حسب استطاعت اپنے ہر معاملے میں دائیں جانب کو پسند فرماتے، اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں۔

۴۔ حضرت ابو قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسُ ذِكْرَهُ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا آتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَتَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ“، [بخاری: ۱۵۳/۱، کتاب الوضوء، مسلم: ۳۶۷/۱، کتاب الطہارۃ]

جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے آئے تو شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۵۔ حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کے غسل کے بارے میں انہیں یہ ہدایت دی: ”إِبْدَأْ بِمَآئِمْنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا“، [بخاری: ۳۱/۱۶۷، کتاب الوضوء، مسلم: ۹۳۹/۱۳، کتاب الجنائز]

وہ دائیں جانب سے شروع کریں اور وضو کی جگہوں سے غسل کا آغاز کریں۔

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْئٍ [مِنْ] نَحْوِ الْحَلَابِ، فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ أَخَذَ بِكَفِّهِ، فَقَالَ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ.“ [بخاری: ۶ (۲۵۸)، مسلم: ۱/۱۳۷، باب صفة غسل الجنابة]

رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو دودھ دوہنے کی مقدار کا برتن منگواتے۔ آپ اپنے ہاتھ سے پانی لے کر اپنے سر کی دہنی جانب ڈالتے پھر بائیں جانب پھر آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر پھیرتے تھے۔

۷۔ امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عثمان ذوالنورینؓ نبی ﷺ کے طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ.“ [مسلم: ۱/۱۲۰، کتاب الطهارة، باب صفة الوضوء]

پھر آپ اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھوتے پھر اسی طرح اپنے بائیں ہاتھ کو دھوتے پھر اپنے سر کا مسح کرتے پھر اپنے دائیں پاؤں کو ٹخنے سمیت دھوتے پھر اپنے بائیں پاؤں کو اسی طرح دھوتے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا لَبَسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَأَبْدُوا بِأَيِّمَانِكُمْ“. [مسند احمد: ۲/۳۵۴، سنن ابی داؤد: ۳/۳۸۸ (۴۱۴۱)، یہ حدیث صحیح ہے۔]

جب تم لباس پہنو اور جب وضو کرو تو اپنی دائیں جانب سے شروع کرو۔

۹۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”إِذَا آتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ.“ [بخاری: ۵۷ (۲۳۷)، کتاب الوضوء، مسلم: ۳/۳۳۸، کتاب الذکر والدعاء]

جب بھی تم (سونے کے لئے) اپنی بستر کی طرف آؤ تو نماز کی طرح وضو کرو اور

اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا أَنتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَيْدًا بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَيْدًا بِالشِّمَالِ [وَلِتَكُنَ الْيَمِينُ أَوْ لَهَا مَا يَنْتَعِلُ، وَآخِرُهُمَا يُنْزَعُ]۔“ [مسلم: ۱۹۷/۲، باب استحباب لبس الخفاف في اليمنى]

جب تم میں سے کوئی شخص جو تاپہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں جانب سے شروع کرے۔ دایاں پاؤں پہنتے وقت شروع میں رہے اور اتارتے وقت اخیر میں۔

۱۱۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَّامِنِ الصُّفُوفِ“۔ [ابوداؤد: ۳۲۳/۱، (۶۷۵)، یہ حدیث حسن ہے]

یقیناً اللہ تعالیٰ صفوں کے دائیں جانب کے لوگوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نزول رحمت کی ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

۱۲۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے: ”إِنَّ النَّبِيَّ أَتَى بِلَبَنِ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ فَشَرِبَ، ثُمَّ أُعْطِيَ الْأَعْرَابِيُّ وَقَالَ: ”الْأَيْمَنُ فَلَا يَمْنُ“۔ [بخاری ۱۳ (۵۷۱۳) کتاب الاشریہ: مسلم: ۶۰/۳ کتاب الاشریہ]

نبی ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا جس میں پانی ملا ہوا تھا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک دیہاتی آدمی تھا اور آپ کی بائیں جانب ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے دودھ پیا اور پھر دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا: دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے پھر وہ جو اس کے دائیں ہو۔

۱۳۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا بیان ہے: ”إِنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: ”كُلْ بِيَمِينِكَ“ قَالَ: ”لَا أَسْتَطِيعُ أَقَالَ: ”لَا أَسْتَطِيعُ“ مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبَرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَى يَمِينِهِ“۔ [مسلم: ۱۵۹۹/۳]

ایک آدمی نبی کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: تو (آئندہ بھی)

طاقت نہیں رکھے گا۔ تکبر نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانے سے روک دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ آدھی اپنا دایاں ہاتھ منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔

۱۴۔ عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا أَكُلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَاكُلْ بِيَمِينِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ“۔

جب تم میں سے کوئی شخص کچھ کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پئے تو دائیں ہاتھ سے پئے کیوں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

سالم بن ابیہ کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے: ”لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشِمَالِهِ وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا“۔ [مسلم: ۱۵۹۸/۳]

تم میں سے کوئی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پئے۔ یقیناً شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے محض کھانے اور پینے ہی میں دائیں ہاتھ کے استعمال کا تاکید کی حکم نہیں دیا ہے بلکہ ہر نیک عمل میں دائیں ہاتھ کے استعمال کو پسند فرمایا ہے۔ داہنی کروٹ اور دائیں جانب سے عمل شروع کرنے کو محبوب عمل گردانا ہے اور روزمرہ معمولات زندگی میں دائیں جانب کو اہمیت دی ہے۔

نبی ﷺ کھانے اور پینے کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی دائیں کو ہی پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فجر کی سنتیں پڑھ کر اپنی داہنی کروٹ ہی لیٹتے تھے جیسا کہ حدیث سے پتہ چلتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھ لیتے تو اپنی داہنی جانب لیٹ جاتے تھے۔ [بخاری: ۱۵۵/۱، کتاب التہجد]

۱۷۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ بِمَنْى فَدَعَا بِذَبْحٍ فَذَبَحَ، ثُمَّ دَعَا بِالْحَلِاقِ“۔

فَاَخَذَ بِشِقِّ رَاسِهِ الْاَيْمَنِ فَحَلَقَهُ فَجَعَلَ يَقْسِمُ بَيْنَ مَنْ يَلِيهِ الشَّعْرَةَ وَالشَّعْرَتَيْنِ، ثُمَّ اخَذَ بِشِقِّ رَاسِهِ الْاَيْسَرِ فَحَلَقَهُ ثُمَّ قَالَ: ”هَاهُنَا أَبُو طَلْحَةَ“ فَدَفَعَهُ اِلَى اَبِي طَلْحَةَ. فِي رِوَايَةٍ: قَالَ لِلْحَالِقِ: ”اِبْدَا بِشِقِّي الْاَيْمَنِ فَاحْلِقْهُ“۔ [مسلم: ۴۲۱/۱ کتاب الحج]

رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ پھر آپ منیٰ میں اپنی قیام گاہ لوٹ آئے اور قربانی کے جانور مڑگا کر قربانی کی پھر سر مونڈھنے والے (حجام) کو بلایا۔ اس نے آپ ﷺ کے سر کے داہنے حصہ کو پکڑا اور بال مونڈھ دیا۔ ایک ایک اور دو دو بال ان لوگوں میں تقسیم کئے جو آپ کے قریب تھے پھر بایاں جانب مونڈھا اور فرمایا: ”ابو طلحہ یہاں ہیں؟“ اور وہ سب بال ابو طلحہ کو دیدیئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حلاق سے فرمایا: میرے دائیں جانب سے شروع کرو اور اسے مونڈھو۔

جہاں آیات قرآنیہ سے دائیں جانب کی اہمیت و عظمت کا اندازہ ہوا وہیں جملہ احادیث نبویہ سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ دائیں جانب کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہاں بڑی عظمت و فضیلت ہے۔ ہمارے پیارے نبی تمام کاموں میں دائیں جانب سے آغاز کو پسند فرماتے تھے۔

آج انسانی طرز زندگی پر افسوس ہے کہ جو کام معمولات زندگی میں سے ہے اور اس کو روزانہ انجام دینا ہے وہ سنت نبوی کے مطابق انجام نہیں پاتا۔ ہر انسان غفلت اور انجام کا رسے بے خبری کا شکار نظر آتا ہے۔ اس کو قیامت کے قائم ہونے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنی ساری زندگی کے حساب دینے کا ڈر بالکل ختم ہو چکا ہے۔

آخری نبی ﷺ پوری انسانیت کے لئے رسول تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ہر ایک کے لئے اسوہ ہے۔ جن کاموں کو آپ نے بشری تقاضوں کے تحت کیا ان کاموں کو اگر ہم سنت رسول کے مطابق کرنے کی سعی کریں تو ہمیں اجر و ثواب ملے، سعادت و کامرانی سے ہمکنار ہوں اور ہمیں آخرت میں سرمدی نعمت سے سرفراز کیا جائے۔

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ دائیں جانب کو اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ہمیں

چاہئے کہ ہم سنت رسول کو اپنانے کی سعی کریں، دائیں ہاتھ سے کھائیں، پیئیں، مسجد میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں پہلے اندر رکھیں اور نکلتے وقت بایاں پاؤں مقدم رکھیں، مسواک کرنے، کنگھی کرنے اور حجامت کرانے، جوتے پہننے، وضو اور غسل کرنے میں دائیں جانب کو اولیت دیں حتیٰ کہ لین دین میں دائیں جانب کو اہم مقام کا حامل سمجھیں۔ یہ وہ تعلیمات نبویہ ہیں جن کی تعمیل میں نجات اخروی کا راز پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت رسول پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا اور جدید سائنس

احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کھانے اور پینے میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا، خوردنی اشیاء اور دوسرے پسندیدہ کاموں میں بائیں ہاتھ کے استعمال سے بچنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ بلا عذر شرعی بائیں ہاتھ کا استعمال ناز و کبر کی واضح علامت ہے جس سے بچنا ضروری ہے ورنہ بصورت دیگر اس امر کا یقینی اندیشہ ہے کہ کہیں خلاف شرع کاموں کو کرنے والا شخص منکرین سنت کی فہرست میں داخل ہو کر اپنی عاقبت نہ بگاڑے اور اس پر گستاخ رسول ہونے کا فرد جرم عائد نہ ہو جائے۔

نبی ﷺ سے وارد حدیثیں دائیں ہاتھ کی عظمت و اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا أَكَلْتَ أَخَذْتُكُمْ فَلْيَاكُلْ بِيَمِينِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ“۔ [صحیح مسلم: ۱۵۹۸/۳، (۱۰۵)، صحیح ترمذی ابی داؤد: ۱۹/۲، (۳۷۷۶)، صحیح ترمذی: ۱۵۸/۲، (۸۷۶)]

جب کوئی کھانا کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیئے۔ یقیناً شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”يَا غُلَامُ سَمِ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ“۔ [صحیح مسلم: ۱۰۲-۱۰۱/۱۳، (۱۰۵)، کتاب الاشرہ]

حضرت سلمہ بن اکوع کا بیان ہے: ”إِنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: ”كُلْ بِيَمِينِكَ“. قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ إِقَالَ: ”لَا أَسْتَطِيعُ“. مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبَرُ، قَالَ: فَمَارَ فَعَهْمَا إِلَى فِيهِ.“ [صحیح مسلم: ۲۰۲۱]

امام ابن عبد البر اور امام ابن حزم نے بائیں ہاتھ سے کھانے اور پیئے کو مطلقاً حرام قرار دیا۔
[الآداب الشرعیۃ: ابن مفلح مقدسی: ۱۱۲/۳]

حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے: ”قَالَ: قِيلَ لَهُ: قَدْ عَلِمَكُمْ نَبِيَّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةِ؟ قَالَ: فَقَالَ: أَجَلٌ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ بِغَارِيطٍ أَوْ بَوْلٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْبَابٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ“۔ [صحیح مسلم: ۲۰۳/۱ سے ۲۰۴/۱، معنی الرضی مبارکپوری]

تمہارے نبی ﷺ ہر چیز کی تعلیم دی ہے حتیٰ کہ قضاے حاجت کا ادب بھی سکھایا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں (بالکل ایسا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے کہ ہم پاخانہ و پیشاب کے اندر قبلہ کا استعمال کریں یا دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں یا تین پتھروں سے کم میں پاگوں یا ٹہڈی سے استنجاء

کریں۔

بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن سے پسندیدہ امور میں دائیں ہاتھ کی تخصیص کا ثبوت ملتا ہے۔ کلی طور پر وضاحت کے لئے نبی کریم ﷺ سے وارد شدہ چند احادیث کا ذکر کافی ہے۔ حضرت ابو قتادہؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لَا يُمَسِّكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ، وَلَا يَتَمَسَّحُ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْأَنْثَاءِ“۔ [صحیح بخاری: ۲۵۳/۱-۲۵۴ (۱۵۳-۱۵۴)]، کتاب الوضوء، صحیح مسلم: ۱/۲۵۵ (۶۵، ۶۴، ۶۳) کتاب الطہارۃ]

جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ ہی برتن میں سانس لے۔

ایک روایت میں ہے کہ حالت پیشاب میں ذکر کو دائیں ہاتھ سے نہ روکے، نہ اس سے پاخانہ صاف کرے اور نہ ہی برتن کے اندر سانس لے۔

حضرت حفصہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ کھانے اور پینے اور کپڑا پہننے کے لئے متعین تھا اور بائیں ہاتھ ان کاموں کے علاوہ کے لئے تھا۔

[صحیح ابی داؤد: ۹/۱ (۳۵، ۳۳) کتاب الطہارۃ۔ اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔]

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ التَّيْمُنَ، فِي طَهْوَرِهِ إِذَا تَطَهَّرَ، وَفِي تَرْجُلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ“۔ [صحیح بخاری: ۸۶۱، صحیح مسلم: ۱/۲۲۶ (۶۶-۶۷) کتاب الطہارۃ]

رسول اللہ ﷺ طہارت، وضو، پاکیزہ امور، کنگھی کرنے، جوتا پہننے اور بہ روایت دیگر اپنے جملہ کاموں میں دہنی طرف سے ابتدا کو پسند فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی جوتا (یا چپل) پہنے تو دائیں سے شروع کرے اور اتارنے میں بائیں کو ابتدا میں رکھے تاکہ پہننے میں یمنین کو اولیت اور اتارنے میں شمال کو اولیت حاصل ہو۔

[صحیح مسلم: ۳/۴۰۵ (۵۳۹۵) سنن النسیم، صحیح الجامع الصغیر: ۱/۱۳۲ (۳۹۸)]

ان تمام روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ پاکیزہ امور میں دائیں ہاتھ کا استعمال عظمت و شرافت سے متعلق ہونے کی وجہ سے ناگزیر ہے۔ کپڑا، جوتا، موزہ اور چپل پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھ کاٹنا، بالوں میں کنگھی کرنا، بغل کا بال اکھیڑنا، سرمونڈھنا، اعضاء طہارت کا دھونا، بیت الخلاء سے باہر آنا، کھانا اور پینا، مصافحہ کرنا وغیرہ یہ ایسے امور ہیں جن میں تعلیمات محمدیہ کے پیش نظر دائیں ہاتھ کا استعمال اور یمنین کو مقدم رکھنا بہتر ہے اور بیت الخلاء میں داخل ہونے، مسجد سے باہر آنے، ناک سے ریخت نکالنے، استنجاء کرنے، کپڑے، موزے اور دستانے وغیرہ اتارنے میں شمال کو مقدم رکھنا شریعت محمدی کے عین موافق ہے۔

جدید سائنس

آج جدید سائنسی تحقیقات نے بھی اس بات کو ثابت کر دیا ہے جو چودہ سو سال پہلے نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ بعض ماہرین تحقیق نے یہ بیان کیا ہے کہ جسم کے دائیں ہاتھ سے مثبت (positive) شعائیں اور بائیں ہاتھ سے منفی (negative) شعائیں (rays) نکلتی ہیں۔ اگر استنجاء کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے گا تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا اور اس کے اثرات دماغ (brain) اور حرام مغز (spinal cord) پر زیادہ پڑیں گے۔

مزید یہ کہ چونکہ کھانے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرتے ہیں اس لئے اگر استنجاء کے لئے بھی دایاں ہاتھ استعمال کریں گے تو خطرہ ہے کہ جراثیم کھانے اور پینے میں منتقل ہو کر نقصان کا باعث بن جائیں۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۲۰۰/۱)

دائیں ہاتھ سے کھانا شفاء کو اپنے اندر ڈالنا ہے چونکہ بایاں ہاتھ استنجاء اور اسی طرح کے کاموں میں استعمال ہوتا ہے اس میں کسی بھی وقت کوئی جراثیم رہ سکتا ہے۔ احتیاط ضروری ہے۔

چنانچہ مسلمان و مومنین کی امتیازی شان یہی ہونی چاہیے کہ وہ ارشادات محمدی ﷺ پر

عمل پیرا ہو کر اطاعت و تابعداری کے جذبہ سے سرشار رہیں تاکہ کامیابی و سعادت کی شاہراہ پر گامزن ہونا یقینی بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی موتیاں ان کے دامن میں چھلنے لگیں۔

تین انگلیوں سے کھانا کم خوری کا بہترین سامان ہے

تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانا نبی ﷺ کی عادت مبارکہ تھی۔ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرمانے کے بعد اپنی تین انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کا بیان ہے: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعٍ، فَإِذَا فَرَغَ لَعَقَهَا“۔ [صحیح مسلم ۲۱۶/۱۳-۱۳۱-الہودی، کتاب الاشریہ]

رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور اپنے ہاتھ کو صاف کرنے سے قبل چاٹ لیا کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے لکھا ہے: ”وَكَانَ - أَيْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ، وَهَذَا أَنْفَعُ مَا يَكُونُ مِنَ الْأَكْلَاتِ، فَإِنَّ الْأَكْلَ بِأَصْبَعٍ أَوْ أَصْبَعَيْنِ لَا يَسْتَلِدُّ بِهِ الْأَكْلَ، وَلَا يَمْرِيهِ، وَلَا يَشْبَعُهُ إِلَّا بَعْدَ طَوِيلٍ، وَلَا تَفْرُحُ الْأَثُ الطَّعَامَ وَالْمِعْدَةَ بِمَا يَنْالُهَا فِي كُلِّ أَكْلَةٍ، فَتَأْخُذُهَا عَلَى إِعْمَاضٍ، كَمَا يَأْخُذُ الرَّجُلُ حَقَّهُ حَبَّةً أَوْ حَبَّتَيْنِ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ، فَلَا يَلْتَذُّ بِأَخْذِهِ، وَلَا يَسُرُّ بِهِ، وَالْأَكْلُ بِالْخُمْسَةِ وَالرَّاحَةِ يُوجِبُ إِزْدِحَامَ الطَّعَامِ عَلَى آلَاتِهِ، وَعَلَى الْمِعْدَةِ، وَرُبَّمَا انْسَدَّتِ الْأَلَاتُ فَمَاتَ، وَتَقْصِبُ الْأَلَاتُ عَلَى دَفْعِهِ، وَالْمِعْدَةُ عَلَى إِحْتِمَالِهِ، وَلَا يَجِدُ لَهُ لَذَّةً وَلَا اسْتِمْرَاءً، فَانْفَعُ الْأَكْلِ أَكْلُهُ، وَأَكْمَلُ مَنْ أَقْتَدَى بِهِ بِالْأَصَابِعِ الثَّلَاثِ“۔ [زاد المعاد ۴/۲۲۲]

نبی ﷺ اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور کھانے کا سب سے مفید طریقہ یہی ہے۔ ایک یادو انگلیوں سے کھانے والا نہ لطف و مزہ پاتا ہے اور نہ ہی جلد کھاپاتا ہے اور بہت دیر

کے بعد آسودہ حال ہوتا ہے، نہ ہی آلات خورش اور معدہ کو ان چیزوں سے خوشی محسوس ہوتی ہے جو انہیں ہر لقمہ میں حاصل ہونی چاہیے اور یہ انہیں بڑی سستی سے قبول کیا کرتے ہیں جیسا کہ آدمی اپنے حصہ سے ایک یا دو دانہ یا اسی کے شل لیتا ہے تو اس سے اس کو نہ لذت ملتی ہے اور نہ خوشی۔

پانچ انگلیوں اور ہتھیلیوں سے کھانا لازمی طور پر آلات خورش اور معدے پر کھانے کا پشتارہ (ڈھیر) لگادینا ہے، نتیجتاً بسا اوقات آلات بند ہو جاتے ہیں۔ آلات اس کی مدافعت کرنے اور معدہ بوجھ اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آدمی نہ لذت پاتا ہے اور نہ خوش ذائقہ بلکہ وہ مر جاتا ہے۔ چنانچہ کھانے میں سب سے زیادہ نفع بخش تین انگلیوں سے کھانا ہے۔ آپ ﷺ نے تین انگلیوں سے کھایا اور آپ کے قابعین نے بھی آپ کے اسوہ کو اپنا کر تین ہی انگلیوں سے کھایا۔

ابن مفلح حنبلی نے لکھا ہے: ”تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے، اس سے کم یا زیادہ انگلیوں سے کھانا مکروہ، ایک انگلی سے کھانا ناپسندیدگی و ناراضگی کو مول لینا، دو انگلیوں سے کھانا کبر و ناز کی دلیل اور چار یا پانچ انگلیوں سے کھانا حرص و طمع کی علامت ہے۔“ [الآداب الشرعیہ: ۱۱۷/۳]

ابن البنانے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ دو انگلیوں سے کھانے میں آدمی دیر تک کھاتا رہتا ہے اور کافی دیر میں اسے آسودگی ہوتی ہے۔ معدے و اعضاء و جوارح کی خورش کے سبب شاد کام نہیں ہوتے بعینہ جو شخص تھوڑا تھوڑا کھاتا ہے نہ اسے کھاپاتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی لذت محسوس ہوتی ہے۔ کھانے میں چار انگلیوں کا استعمال کرنا کھانے کی زیادتی کی بناء پر اپنے آپ کو تنگی میں ڈال لینا ہے۔

حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں بعض لوگوں نے تین انگلیوں سے کھانے والی حدیث کو عام حالت پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ایسا کھانا جسے تین انگلیوں سے پکڑ کر کھایا جانا ممکن ہو تو کھایا جائے ورنہ تمام انگلیاں استعمال کی جائیں۔ لیکن ان کا استدلال ایک ضعیف حدیث سے ہے۔ اس باب میں صریح بات یہی ہے کہ اپنے منہ میں کھانے والا ایسا لقمہ ڈالے جس سے آسودگی کا حصول ممکن ہو، معدے اور آلات خورش بوجھل نہ ہوں اور وہ اپنا

کام عمدہ طریقے سے کرتے رہیں۔

بعض کے بیان کے مطابق کسی نے علامہ البانی سے سوال کیا کہ چچے سے کھانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جہاں تک میرا خیال ہے کہ اس سے کم از کم سنت کی پیروی تو ہو جاتی ہے اور اس اعتبار سے کوئی حرج کی بات نہیں ہے بایں طور کہ تین انگلیوں سے آدمی نہیں کھاتا ہے لیکن چچے تین انگلیوں سے ہی پکڑتا ہے تو یہ عین سنت نبوی کے موافق ہے۔ اگر بعینہ یہ کلمات علامہ البانی کے ہیں تو کتنی معقول بات انہوں نے کہی۔ دور جدید میں انسان یہ سمجھ کر چچے سے نہیں کھاتا ہے کہ میں سنت کی مکمل تابعداری کروں بلکہ وہ آلات و اثاث کو یونہی استعمال کر لیتا ہے۔ بعض مقامات میں لوگ اب انگلیوں سے کھانا مکروہ عمل تصور کرنے لگے ہیں۔ دعوتی محفلوں میں چمچوں اور کانٹوں کا استعمال ایک فیشن بن گیا ہے۔ اگر ان چیزوں کے استعمال میں نیت صالح ہو تو اس پر اجر و ثواب ملے گا۔

چنانچہ تین انگلیوں کا کھانے میں استعمال کرنا اسلامی ادب کا عین تقاضا ہے اور یہ کی خورش کا بہترین سامان ہے۔ اگر ہم اپنے منہ میں اتنا ہی کھانا ڈالیں جس کو بے آسانی آلات ہاضمہ قبول کر سکیں، معدے پر بوجھ نہ پڑے، آلات طعام تنگ نہ ہوں تو یقیناً ہماری صحت و تندرستی ہمیشہ برقرار رہے گی اور ہم اپنی زندگی کی تمام تر شادمانیوں سے بہرہ ور ہوتے رہیں گے۔

قریب ترین چیزوں کا کھانا حکمت کا متقاضی ہے

ہر شخص کا اپنے قریب ترین چیزوں سے اٹھا کر کھانا اسلامی ادب کا تقاضا ہے۔ خواہ دعوت کے اندر ہو یا اپنے گھروں میں عام دسترخوان پر ہو۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے کچھ حکمتیں چھپا رکھی ہے جن میں سے بعض کی وضاحت نبی ﷺ نے بعض موقعوں پر کر دی ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے قریب ترین چیزوں کو کھانے کا حکم دیا ہے۔

عمر بن ابی سلمہ کا بیان ہے: ”كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ وَكَانَتْ يَدِي تَطِينُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ يَا غُلَامُ! سَمِعَ اللَّهُ وَكُلُّ بَيْمِينِكَ وَكُلُّ شِمَائِلِكَ“۔ [صحیح مسلم: ۱۳/۲۰۱-۲۰۲، ۱۰۵، ۱۰۷، النووی، کتاب الاشراب]

میں آغوش رسول اللہ ﷺ میں بچہ تھا، اور میرا ہاتھ پیالے کے اندر گھوم رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے بچے! بسم اللہ پڑھ اور اپنے دائیں سے کھا اور جو کچھ تیرے قریب ہے اسے کھا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ طَعَامًا فَجَعَلْتُ أَكُلُ مِنْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ كُلْ مِمَّا يَلِيكَ. [صحیح بخاری: ۲۷۲/۱۲-۵۳۷۷-الفہم]، کتاب الاطعمہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دن کھانا کھایا۔ میں پیالے کے چاروں طرف سے کھانے لگا۔ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: جو کچھ تیرے قریب ہے اسی سے کھایا کرو۔ ”کل ممیالیک“ کے اندر جو حکمت پنہاں تھی وہ برکت کا نزول ہے۔ غالباً نبی ﷺ نے اسی لئے اس کی تاکید کی کہ ہر شخص کا وصف یہ ہونا چاہیے کہ وہ برتن کے کسی ایک ہی کنارے سے کھانا کھائے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت ہے: ”نبی ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جس کو چار آدمی مل کر اٹھاتے تھے اس کا نام غراتھا۔ جب چاشت کا وقت ہوا تو لوگوں نے نماز پڑھی اور وہ پیالہ لایا گیا۔ اس کے اندر شریذ تیار ہوا، سب لوگ اس کے ارد گرد کیجا ہوئے، جب لوگ زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک دیہاتی نے عرض کیا: یہ بیٹھنے کی کیا نوعیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھ کو متواضع و خاسر بنا دے۔ بنایا ہے، متکبر و سرکش نہیں۔ اس کے اطراف سے کھاؤ، اس کی بلندی کو چھوڑ دو کیوں کہ اس کے اندر برکت نازل ہوتی ہے۔“

[سنن ابی داؤد: ۱۰/۱۷۷-۳۷۶۷-العون]، کتاب الاطعمہ، سنن ابن ماجہ: ۲۲۳/۲-۳۳۶۳، سنن بیہقی: ۲۸۳/۷، علامہ البانی نے صحیح ابی داؤد: ۱۹/۳-۳۷۷۳ میں اور شعب ابی داؤد نے شرح السنہ للبیہقی: ۳۱۳/۱۱ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے]

علامہ خطابیؒ کا قول ہے کہ اس طرح کھانے سے منع کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ برکت اوپری حصہ میں نازل ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب دوسروں کے

ساتھ کھانے کا اتفاق ہو تو ایسا نہ ہو کہ ایک شخص صرف عمدہ چیزوں کا ہی قصد کرے اور انہیں اپنے لئے خاص کر لے۔ یہ ادب مجلس کے خلاف ہے جس کے اندر کوئی پوشیدگی نہیں لیکن کوئی آدمی تنہا کھا رہا ہو تو ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ [معالم السنن للخطابی: ۳۰۲/۵-۳۰۳]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی کھانا تناول کرے تو برتن کے بالائی حصہ سے نہ کھائے، اس کے نچلے حصہ سے کھائے۔ کیوں کہ برکت اس کے بالائی حصہ میں نازل ہوتی ہے۔ [سنن ابی داؤد: ۱۷۸۱۰ (۳۷۶۶-العون)، کتاب الاطعمہ، سنن ترمذی: ۱۵۹/۲ (۱۸۸۱)، کتاب الاطعمہ، سنن ابن ماجہ: ۲۲۶/۲ (۳۷۷۷)، علامہ البانی نے صحیح ابی داؤد: ۷۱۸/۲ (۳۷۷۲) میں اسے صحیح قرار دیا ہے]

ایک روایت میں ہے کہ برکت کھانے کے بیچ میں نازل ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کے کنارے سے کھاؤ، بیچ سے نہ کھاؤ۔ [صحیح سنن ترمذی: ۱۵۹/۲ (۱۸۸۱)]

نبی ﷺ کے اس فرمان ”کل مما یلیک“ کا مطلب یہ ہے کہ قریب ترین چیزوں کو کھائے۔ کنارے سے کھائے۔ کھانے والا اپنے ساتھی کی مکمل رعایت کرے۔ کوئی جلدی جلدی کھا کر ختم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہاں! ساتھی کو دسترخوان پر شریک تمام افراد کی طرف سے ایسا کرنے کی اجازت مل جائے۔ اس کی تائید فرمان رسول سے بھی ہو رہی ہے۔

جبکہ بن تحیم کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی خلافت میں ایک سال ہم لوگ قحط سالی کے شکار ہو گئے۔ وہ ہمیں کھانے کے لئے کھجوریں دیا کرتے تھے۔ ایک بار ہم کھجور کھانے میں مصروف تھے دریں اثناء عبداللہ بن عمرؓ کا گزر ہوا وہ کہہ رہے تھے۔ دیکھو! دو دو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ کیوں کہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت شعبہ کا قول ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے: دو دو کھجوریں ملا کر اس وقت کھانا مناسب ہے جب ساتھی کی طرف سے اجازت مل جائے۔

[صحیح بخاری: ۲۳۶/۱۲ (۵۳۶۱-فتح)، صحیح مسلم: ۲۳۰/۱۳ (۱۵۰-النودی)]

علماء کرام کے نزدیک دو دو کھجوریں بیک وقت ملا کر کھانا یا جلدی جلدی کھانا حرام

ہے۔ یہ قاضی عیاض کا موقف ہے۔ انہوں نے حدیث رسول میں وارد نہی کو کراہیت پر محمول کیا ہے، تاہم اس اختلاف کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے اس بیان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایک دسترخوان پر چند افراد کی معیت میں دو دو ملا کر کھانا، جلدی جلدی کھا کر دوسروں کے حصے کو ختم کرنا حرام اور سوء ادب ہے۔ ہاں! وہاں رخصت ہے جہاں پر کسی قرینہ سے دسترخوان پر کھانے میں شریک تمام افراد کی اجازت مل جائے یا دسترخوان اس قدر وسیع ہو کہ ایک یا دو کے ایسا کرنے سے دوسرے مہمان اپنے حصوں سے محروم نہ ہو سکیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے: وَقَوْلُهُ ”كُلْ مِمَّا يَلِيكَ“ مَحَلُّهُ مَا إِذَا كَانَ الطَّعَامُ نَوْعًا وَاحِدًا لِأَنَّ كُلَّ أَحَدٍ كَالْحَازِزِ لِمَا يَلِيهِ مِنَ الطَّعَامِ فَآخِذَ الْغَيْرِ لَهُ تَعَدُّ عَلَيْهِ مَعَ مَا فِيهِ مِنْ تَقْدِيرِ النَّفْسِ مِمَّا خَاصَتْ فِيهِ الْأَيْدِيُّ وَلِمَا فِيهِ مِنْ إِظْهَارِ الْحِرْصِ وَ النَّهْمِ وَ هُوَ مَعَ ذَلِكَ سُوءُ الْأَدَبِ بِغَيْرِ فَايِدَةٍ إِمَّا إِذَا اخْتَلَفَتْ الْأَنْوَاعُ فَقَدْ أَبَاحَ ذَلِكَ الْعُلَمَاءُ. [فتح الباری: ۱۲/۲۷۲]

ترجمہ: کل مما یلیک کا مطلب یہ ہے کہ جب کھانا ایک طرح کا ہو تو اس وقت اپنے قریب سے کھاؤ کیوں کہ ہر ایک اپنا حق قریب سے لیتا ہے۔ ایک طرح کا کھانا ہوتے ہوئے دوسری جگہ سے لینے پر اور چاروں طرف ہاتھ کے گردش کرنے سے نفس کو گھن محسوس ہوا کرتی ہے نیز اس سے حرص و طمع اور لالچ کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ بے ادبی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہاں! جب کھانا انواع و اقسام کا ہو تو ایسا کرنا علماء کرام نے جائز قرار دیا ہے۔

پیالے میں دوسری طرف ہاتھ بڑھانا اور کسی کا چیس بہ جیس نہ ہونا، یا دسترخوان سے تیزی سے اٹھا اٹھا کر کھانا اور کسی کا ناراض نہ ہونا مانوسیت کی اعلیٰ دلیل ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے: ”إِنَّ خِيَاطًا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِبَطْعَانِهِ لِيُطْعَمَ صَنِعَةً. قَالَ أَنَسُ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَرَأَيْتُهُ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقِصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أَحِبُّ الدُّبَاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ.“ [صحیح بخاری: ۱۲/۵۳۷ (۵۳۷۹)، کتاب الاطعمہ]

ایک درزی نے کھانا تیار کر کے نبی ﷺ کو دعوت دی۔ میں آپ کے ساتھ گیا، میں نے کھانے کے دوران آپ کو پیالے کے چاروں طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا۔ آپ اس میں کدو کے ٹکڑے تلاش کرتے اور نکال کر کھایا کرتے تھے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ اس دن سے میں بھی کدو پسند کرنے لگا۔

کھانے کو بیچ سے نہ کھانا جدید سائنس کا تقاضہ ہے

کھانے میں وٹامنز (vitamins) نمکیات اور بے شمار حل پذیر نافع جسم اجزاء ہوتے ہیں۔ ان میں نمکیات آئرن اور دیگر ایسے اجزاء تھہ میں بیٹھ جاتے ہیں جبکہ وٹامنز اور لطیف اجزاء کناروں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جو کھانے کے خاص اجزاء ہوتے ہیں اور جسم کی تقویت کے لئے نہایت ضروری ہوتے ہیں۔ جسم کو خالص روغنی اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے اجزاء ہمیشہ کناروں کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور جب ہم کناروں کی طرف سے کھانا شروع کریں گے تو فوراً وہ ضرورت پوری ہوگی۔

قریب ترین چیزوں کا کھانا اور اجتماعی شکلوں میں ہر ایک کی رعایت کرنا تعلیمات رسول کی بجا آوری کا ثبوت ہے۔

کھانا کون شروع کرے؟

دستر خوان پر چھوٹے اور بڑے جہلا اور علماء، فضلاء اور مشائخ بچے اور بوڑھے ہر طرح کے افراد ہوا کرتے ہیں۔ دعوت میں عمومی طور پر سارے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ ایسی جگہوں میں کھانے کی ابتدا کون کرے؟ جب کھانے میں سارے لوگ اکٹھا ہو جائیں تو ان میں سب سے بڑا یا سب سے زیادہ جانکار یا گھروالے کو دیکھا جائے اور انہی میں سے کوئی شروع کرے تو دوسرے افراد کھانا شروع کریں یہ حسن ادب ہے اور اس کی تائید حضرت حذیفہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

”كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لَمْ نَضْعُ أَيْدِينَا حَتَّى يَبْدَأَ رَسُولُ

اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ يَدَهُ“۔ (صحیح مسلم: ۱۳/۱۸۸/۱۹۰۰ (۵۲۲۷)۔ شرح النووی)

ہم نبی ﷺ کے ساتھ کھانے میں حاضر تھے۔ ہم نے اس وقت تک کھانے میں ہاتھ نہیں رکھا جب تک رسول اللہ ﷺ نے شروع نہیں کیا اور اپنا ہاتھ نہیں رکھا۔

بڑوں کی یا علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دعوت میں جب بیٹھیں تو کھانا شروع کرنے میں جلدی کریں تاکہ دوسرے لوگ ان کے ساتھ کھانا شروع کریں اس سے گھر والوں کی تکریم بھی ہو جائے گی اور ان کے ساتھ بیٹھے دوسرے لوگوں کو تکلیف بھی نہیں ہوگی۔ میزبان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کھانے پر دھیان رکھے تاکہ مہمان شکم سیر ہو جائیں ان کے کھانے کو قریب کرے تاکہ وہ انشراح صدر کے ساتھ کھائیں۔ اور ان سے کھانے کا اصرار کرتا رہے ورنہ اندیشہ ہے کہ دسترخوان سے بعض حضرات بغیر شکم سیری کے اٹھ جائیں گے اور میزبان کی عدم توجہی کا شکوہ کریں گے۔

گرم کھانا اور جدید سائنس

کھانے کو ہمیشہ ٹھنڈا کر کے کھانا چاہیے۔ اطباء کے ہی بیانات اس کے مؤید نہیں بلکہ حکیم الامت ﷺ کا فرمان بھی مؤید ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں: ”أَيُّهَا كَسَانَتْ إِذَا أَتَيْتُ بِشَرِبْدٍ، أُمِرْتُ بِهِ فَعُطِي، حَتَّى يَذْهَبَ قَوْرُهُ وَذُخَانُهُ، وَتَقُولُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: هُوَ أَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ“۔

[اس کو داری، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے: دیکھئے: السلسلۃ الصحیحہ: ۳۹۳]۔

جب بھی شربد میرے پاس (بن کر) آتی تو مجھے یہ حکم ہوتا کہ میں اس کو تھوڑی دیر کے لئے ڈھانپ دوں یہاں تک کہ اس کی گرمی نکل جائے۔

پھر کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ برکت کے لئے سب سے بڑی چیز ہے یعنی وہ کھانا جس کی گرمی نکل گئی ہو۔

اس سلسلے میں ایک ضعیف روایت بھی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ كُلَّ الطَّعَامِ الْحَارِّ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ

بِالْبَارِدِ فَإِنَّهُ ذُو مِرْكَةٍ إِلَّا وَإِنَّ الْحَارَّ لَا بَرَكَهَ لَهُ“۔ (الحلیۃ لابن قیم: ۲۵۲/۸، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ: ۱۰۲/۴)

اس کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لَا يُؤْكَلُ طَعَامٌ حَتَّى يَذْهَبَ بُخَارُهُ“۔ [بیہقی: ۲۸۰/۷، ارواء الغلیل: ۶۷۷/۱، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ: ۱۹۷۸/۳۸-۳۷۷/۳۰]

کوئی کھانا اس وقت تک نہ کھایا جائے جب تک اس کی گرمی نہ نکل جائے۔ معلوم ہوا کہ گرم کھانا نقصان دہ ہے اور اس سے کھانے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن: (۱۹۳/۷) میں مذکور ہے:

”وَلَا يَأْكُلُ طَعَامًا حَتَّى يُعْرِفَ أَحَارًا أَمْ بَارِدًا؟ فَإِنْ كَانَ حَارًّا فَقَدْ يَنَادِي: ”جب تک کھانے کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ گرم ہے یا ٹھنڈا، نہ کھایا جائے۔ اگر کھانا گرم ہو تو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔

ان تمام وضاحتوں اور طبی بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کو گرم کھانے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اس سے پرہیز کرے والا یہ کہ وہ اس کا عادی بن چکا ہو۔ دنیا میں مختلف طرح کے کھانے ہوتے ہیں۔ بعض کھانے کی چیزیں ایسی ہیں جو گرم رہیں تب بھی آدمی کو کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور ان سے عمدہ ذائقہ حاصل کر پاتا ہے ورنہ انسان کی طبیعت انکار کرتی ہے۔ اگر انسان کھاتا بھی ہے تو کوئی لذت نہیں ملتی۔ یہ انسان کی طبیعت پر منحصر ہے۔ اگر اس کا عادی ہے تو کھائے ورنہ ٹھنڈا کر کے کھایا کرے اور ٹھنڈا کر کے کھانے میں ہی عافیت ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ٹھنڈا کر کے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

فقہائے مذاہب اربعہ نے بھی گرم کھانے کو ناپسند کیا ہے اور ان کی دلیل اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔

ایک قسم کے کھانے پر اکتفا کرنا

دنیا میں کھانے والی چیزیں بے شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انواع و اقسام کے میوہ

جات، غلے، ہزریاں پیدا کی ہیں اور ان تمام سے بندے کو فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ ان میں سے بعض کھانے پینے والی چیزیں حرام ہیں اور بعض جائز و مباح ہیں۔ ہر ایک کی وضاحت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کوئی شخص بے شمار نعمتوں کو پانے کے باوجود کسی ایک پر اکتفا کرتا ہے اور ہر طرح کے کھانے کی موجودگی کے باوجود ایک ہی کھانے پر شب و روز گزارہ کرتا ہے تو اس میں اولاً طریقہ رسول کی مخالفت ہے۔ دوم یہ کہ جسمانی صحت و تندرستی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد: (۲۱۷/۴) میں لکھا ہے: ”فَأَمَّا الْمَطْعَمُ وَالْمَشْرَبُ ، فَلَمْ يَكُنْ مِنْ عَادَتِهِ عَلَيْهِ ﷺ حَبْسُ النَّفْسِ عَلَى نَوْعٍ وَاحِدٍ مِنَ الْأَعْذِيَةِ لَا يَتَعَدَّاهُ إِلَى مَا سِوَاهُ ، فَإِنَّ ذَلِكَ يَضُرُّ بِالطَّبِيعَةِ جِدًّا ، وَقَدْ يَتَعَدَّرُ عَلَيْهَا أَحْيَانًا ، فَإِنْ لَمْ يَتَنَاوَلْ غَيْرَهُ ، ضَعُفَ أَوْ هَلَكَ ، وَإِنْ تَنَاوَلْ غَيْرَهُ ، لَمْ تَقْبَلْهُ الطَّبِيعَةُ ، وَاسْتَنْصَرَ بِهِ ، فَقَصَرَهَا عَلَى نَوْعٍ وَاحِدٍ دَائِمًا وَلَوْ أَنَّهُ أَفْضَلُ الْأَعْذِيَةِ ، خَطَرَ مُضِرًّا“۔

کھانے پینے والی چیزوں میں سے کسی ایک ہی پر اپنے آپ کو روکے رکھنا نبی اکرم ﷺ کا معمول نہ تھا اور نہ یہ آپ کی عادت مبارک تھی۔ یہ طبیعت کو نقصان پہنچاتی ہے اور بسا اوقات وہ گراں بار ہو جاتی ہے اگر اس کے علاوہ کھانا نہ پاسکے تو کمزور ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دوسرا کھانا پالے تو طبیعت اس کو قبول نہیں کرتی ہے اس سے مدد بھی نہیں ملتی ہے۔ ایک کھانا گرچہ افضل ترین کھانا کیوں نہ ہو پراکتفا کرنے میں بہت زیادہ خطرہ اور نقصان ہے۔

دنیا میں کوئی غذا عمدہ ترین کیوں نہ ہو ایک ہی قسم کے کھانے پر اپنے آپ کو مجبوس رکھنا موت کو دعوت دینا ہے۔ مختلف طرح کے کھانے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات و نوازشات کا حصہ ہیں۔ ان کی قدر کرنی چاہیے۔ ان کو پا کر شکر ادا کرنی چاہیے اور ہر طرح کے کھانے کو پاکیزہ شکل میں تناول کرنے کا عادی بننا چاہیے الا یہ کہ طبیعت کسی کھانے کی خواہش نہ کرے۔

کھانے سے پہلے کھانے کی نوعیت جاننا

دنیا میں کھانے کی چیزیں بہت ہیں۔ بہت سارے لوگ دنیا کی بہت ساری چیزوں کا مزہ چکھ لیتے ہیں اور بہت سارے چند غذائی اجناس پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کچھ کے پاس یا تو سفری اخراجات نہیں ہوتے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکیں اور متنوع غذاؤں کا مزہ حاصل کر سکیں اس لئے کہ ان کے دیار میں وہ چیزیں نہیں پائی جاتیں اور نہ سپلائی کی جاتی ہیں یا تو ان کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا کہ وہ خرید کر ساری چیزیں کھا سکیں۔ چنانچہ جب کوئی آدمی کس کے یہاں دعوت پر جائے تو کھانے سے پہلے وہ کھانے کی نوعیت جان لے ایسا کرنا کوئی معیوب شئی نہیں ہے بلکہ یہ اسوہ رسول ہے جب انسان کی طبیعت کرے گی تو وہ کھائے گا ورنہ یہ کہہ دے گا کہ اسے کھانے کی میری قطعاً خواہش نہیں ہے یا میں اس کے کھانے کا عادی نہیں ہوں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کھانے میں شریک تھے۔ کھانا لایا گیا تو اس میں گوہ بھی تھا۔ آپ سے ”ضب“ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ حرام ہے یا حلال ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: لَا وَلَٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافِيهِ۔ جب نبی اکرم ﷺ کو کھانے کے بارے میں بتایا جاتا اور اس کے نام کو بیان کیا جاتا تب کھانے کے لئے ہاتھ بڑھاتے۔ خواہش ہوتی تو کھاتے نہیں تو بڑی خوش اسلوبی سے معذرت کر دیتے تھے۔ (بخاری: ۶۳۲/۹، ۵۳۹۱) (فتح) کتاب الاطعمہ، باب ما کان النبی ﷺ لایاکل حتی یسمیٰ لہ فیعلم ما ہو، مسلم: ۱۰۱، ۱۰۰، ۱۰۱ (۵۰۰۹) (النووی) کتاب الصید والذبائح)

علامہ نووی نے اس حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

”وَأَمَّا حَدِيثُ تَرْكِ أَكْلِ الصَّبِّ، فَلَيْسَ هُوَ مِنْ غَيْبِ الطَّعَامِ، إِنَّمَا هُوَ أَخْبَارٌ بَأَنَّ هَذَا الطَّعَامَ الْخَاصَّ لَا أَشْتَهِيهِ“۔ (المہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: ۱۳/۱۵۳)

یعنی صب کھانے کو چھوڑنے والی حدیث سے کھانے کا عیب مراد نہیں ہے بلکہ اس خاص کھانے کے بارے میں یہ بتانا ہے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں ہے۔

کھانے میں کسی طرح کی کوئی خرابی ہو تو اس کو چھوڑنے میں فائدہ ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کھانے سے پہلے اس کا علم ہو جائے تاکہ انسان اس نقصان سے بچا رہے۔

ایک روایت میں ہے: ”وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَأْكُلُ شَيْئًا حَتَّى يَعْلَمَ مَا هُوَ“۔ (مسلم: ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۵۰۱۰)، کتاب الصيد والذبائح

رسول اللہ ﷺ کوئی چیز نہیں کھاتے جب تک اس کے بارے میں نہ جان لیتے کہ وہ کیا چیز ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری: (۸۲۵/۹) میں بیان کیا ہے:

”وَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنْ مَنْ خَشِيَ أَنْ يَتَقَدَّرَ شَيْئًا لَا يَنْبَغِي أَنْ يُدْلَسَ لَهُ، لِأَنَّ يَتَصَرَّرَ بِهِ، وَقَدْ شُوْهِدَ ذَلِكَ مِنْ بَعْضِ النَّاسِ“۔

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ کسی شخص کو کسی چیز کے متقدر ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو گدلانہ کرے تاکہ اس کے نقصان سے بچ جائے۔ اور ایسا بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے۔

نماز کی اقامت ہو چکی ہو اور کھانا حاضر ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

اسلام نے یہ رعایت رکھی ہے کہ جب بھی انسان کو بھوک کا احساس ہو تو وہ پہلے کھالے اور پھر دوسرا کام کرے یہاں تک کہ عبادت میں بھی یہ رعایت موجود ہے۔ انسانی ضرورتوں کی تکمیل کو عبادت کی ادائیگی پر اولیت حاصل ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ انسان میں بھوک کی شدت سے عبادت میں خشوع و تدلل پیدا نہیں ہوگا اور جو چیزیں شریعت کو مطلوب ہیں وہ صحیح ڈھنگ سے پوری نہیں ہو پائیں گی۔ انسان کا دل کھانے کی طرف لگا رہے گا اور عبادت میں بے توجہی غالب رہے گی اسی لئے شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جب نماز کی اقامت ہو چکی ہو اور کھانا حاضر ہو تو پہلے کھانا تناول کرنا چاہیے۔ جس قدر ضرورت ہو کھائے اور نماز میں شریک ہو جائے۔

جب نفس کو کھانے کی خواہش ہو تو فقہاء بھی کراہت صلاۃ پر متفق ہیں اور اسے جائز

عذر مانتے ہیں۔ مذہب حنفیہ کے علاوہ مذہب مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے یہ قید لگائی ہے کہ ادائیگی صلاۃ میں وقت بہت کم نہ ہو۔ مطلب یہ کہ اگر نماز کا وقت نکل رہا ہو تو نماز ادا کر لینا بہتر ہے تاکہ اسی وقت میں اس نماز کی ادائیگی ہو سکے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حاشیہ ابن عابدین: ۳۵۰/۲ قوانین الاحکام الشرعیہ: ص ۴۶، الاقاراع: ۲۰۹/۱، مغنی المحتاج: ۳۰۹/۱، کشاف القناع: ۳۲۸/۱-۳۳۹، المصحح: ۳۵۷/۱)

کھانا حاضر ہو اور نماز کی اقامت ہو چکی ہو تو سب سے پہلے کھانے سے فارغ ہونا چاہیے اور یہ اطمینان و سکون کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے۔ اس کو چند دلائل کے ذریعہ بھی اس کو جانا جا سکتا ہے۔ نبی ﷺ کی حدیثیں اس باب میں صریح ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا وَهُوَ يَذْ فَعُهُ إِلَّا خُبْنَانِ“۔ (مسلم: ۴۹۰/۵-۱۲۳۶)۔ النووی، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِذَا وَضَعَ الْعِشَاءَ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدُ وَأَبَا لْعِشَاءِ“۔ (بخاری: ۷۲۳/۹-۵۳۶۳)۔ (فتح) کتاب الاطعمہ، مسلم: ۴۷۰/۵-۱۲۳۱)

جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کی اقامت ہو چکی ہو تو کھانے سے شروع کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِذَا وَضَعَ عِشَاءَ أَحَدِكُمْ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدُ وَأَبَا لْعِشَاءِ وَلَا يَغْفَلْنَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ“۔ (مسلم: ۴۸۸/۵-۱۲۳۳)۔ النووی)

جب تم میں سے کسی کے رات کا کھانا رکھا جائے حالانکہ نماز کی اقامت ہو چکی ہو تو کھانا شروع کرو اور جلدی نہ کرو یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ۔

صحیح بخاری: (۲۰۷/۲) کے اندر کا یہ قول مذکور ہے:

”مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ“۔

آدمی کی فقہیت کی یہ دلیل ہے کہ وہ اپنی ضرورت پر توجہ دے یہاں تک کہ نماز کا وقت آجائے اور اس کا دل اس کے لئے فارغ رہے۔

علامہ ابن عبد البر کا بیان ہے: ”قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّهُ لَوْ صَلَّى بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ فَأَكْمَلَ صَلَاتَهُ، وَلَمْ يَتْرُكْ مِنْ فَرَائِضِهَا شَيْئًا إِنَّ صَلَاتَهُ مُجْزِيَةٌ عَنْهُ، فَكَذَلِكَ إِذَا صَلَّاهَا حَاقِنًا فَأَكْمَلَ صَلَاتَهُ، وَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ النَّهْيَ عَنِ الصَّلَاةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ مِنْ أَجْلِ خَوْفِ اشْتِغَالِ الْمُصَلِّيِ بِالطَّعَامِ عَنِ الصَّلَاةِ وَتَرْكِهِ إِقَامَتِهَا عَلَى حُدُودِهَا فَإِذَا أَقَامَهَا عَلَى حُدُودِهَا خَرَجَ مِنَ الْمَعْنَى الْخَوْفِ عَلَيْهِ، وَأَجْزَأَتْهُ صَلَاتُهُ لِذَلِكَ“ (فتح البر: ۴۸۸/۳)

تمام اس پر متفق ہیں کہ کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی اور اس کا کوئی فریضہ متروک نہ ہوگا۔ اس کی نماز اس کو کافی ہوگی۔ اس طرح جب کھاپی کر نماز ادا کرے تو اس نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کھانے کی موجودگی میں نماز سے رک جانا اس اندیشہ کی وجہ سے ہے کہ نمازی کھانے میں مشغول ہو جائے گا اور نماز کو اس کے حدود میں قائم کرنے میں ترک کر دے گا۔ جب نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرے تو یہ اندیشہ زائل ہو جائے گا اور اس کی نماز اس کے لئے کافی ہوگی۔

حامد الدعانی نے اپنی کتاب ”آداب الاكل والشرب: (ص ۱۱۲) میں لکھا ہے: ”وَأَمَّا حَدِيثُ عُمَرَ بْنِ وَامِيَةَ الضَّمَرِيِّ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَنْفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ، فَدَعَى إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَاهَا وَالسَّيِّكِينَ الَّتِي كَانَ يَحْزُبُهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (بخاری: ۶۷۷/۹، ۵۴۰۸) کتاب الاطعمه) فَيَحْتَمِلُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْحَالَةِ قَدْ قَضَى حَاجَتَهُ مِنَ الْأَكْلِ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّ نَفْسَهُ لَمْ تَكُنْ مُشْتَاقَةً لِلطَّعَامِ وَيَحْتَمِلُ أَنَّ الْوَقْتَ قَدْ صَاقَ فَلَا يَتَسَبَّحُ إِلَّا ذَا الصَّلَاةِ“۔

حدیث عمر بن وامیہ ضمری رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ بکری کا شانہ اپنے ہاتھ سے کاٹ رہے ہیں۔ جب نماز کے لئے ندا دی گئی (یعنی اذان

ہوئی) تو اس کو ایک طرف ڈال دیا اور چھری بھی رکھ دی جس سے کاٹ رہے تھے۔ پھر کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کھانے کی اپنی ضرورت پوری کر چکے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کا دل کھانے کی خواہش نہ رکھتا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وقت بہت ہی تنگ اور اس میں نماز کی ادائیگی کے لئے گنجائش نہ ہو۔

کھانے کو چبا چبا کر کھانا اور جدید سائنس

صحت و تندرستی کے لئے ضروری ہے کہ انسان جب غصہ کی حالت میں ہو تو کھانا نہ کھائے۔ کھانا اس وقت کھایا جائے جب ذہنی سکون میسر ہو، اطمینان قلب حاصل ہو۔ غصہ کی حالت میں کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ نہ کھانا ہضم ہوتا ہے اور نہ ہی معدے کو سکون ملتا ہے۔ ایک ذہنی تناؤ کی کیفیت بنی رہے تو غذا جسم میں جوں کا توں رہتا ہے۔

جب انسان اضطراب اور پریشانی سے خالی ہو تو کھانے والی چیزیں بھی تقویت پہنچاتی ہے اور انسان تندرست و توانا رہتا ہے۔

کھانے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ چھوٹے چھوٹے لقمہ کو منہ میں ڈالا جائے۔ اچھی طرح چبایا جائے اور دیر تک آہستہ آہستہ نگلنے کا عمل جاری رکھا جائے۔ ایسا کرنا نظام ہضم کو بہتر رکھتا ہے اور انسان حرص و طمع سے دور رہتا ہے۔

علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح بات منقول نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے چھوٹا لقمہ منہ میں ڈالنے اور خوب اچھی طرح چبا کر نگلنے کا حکم دیا ہو۔ البتہ ساتھیوں کے ساتھ نرمی برتنا مستحب ہے یا اس سے انہیں ادب کی تعلیم دینا مقصود ہے یا تو وہ کم خور ہو یا کمزور ہو یا آسودہ ہو جب جلدی سے کھا کر اپنا ہاتھ اٹھالے گا تو دوسرے بھی ضرورت بھر کھائے بغیر اپنا ہاتھ کھینچ لیں گے اس طرح کی باتیں اچھے مقاصد سے تعلق رکھتی ہیں۔

منہ کا لقمہ جب تک خوب اچھی طرح نہ چبا لیا جائے دوسرا لقمہ منہ میں نہ ڈالا جائے

اور کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا جائے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے کہ ابھی منہ میں لقمہ موجود ہے اور دوسرا لقمہ لے کر ڈالنے کے انتظار میں ہے اور آنکھیں کھانے کی چیزوں کی طرف ہیں تو یہ حرص و طمع کی دلیل ہے اور ایسا کرنے والا جلدی جلدی اپنے شکم کو بوجھل بنا دیتا ہے اور کھانوں سے معدہ کو بھر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کھانے کا یہ انداز انسان کو مصیبت میں ڈالتا ہے لالچی بنا دیتا ہے۔ چنانچہ کھانے کو اچھی طرح چاچبا کر کھانے میں عافیت ہے اور جدید سائنسی تحقیقات بھی اس کے متقاضی ہیں کہ جتنا چبا کر کھایا جائے گا نظام معدہ و ہضم صحیح طریقے پر کام کرتے رہیں گے۔

ہاضمہ کے عجائبات

الطاف حسین صدیقی اپنی کتاب ”دانت اور صحت“ ۲۶۰-۲۹۰ میں لکھتے ہیں: جس ترکیب سے غذا ہضم ہو کر جزو بدن ہوتی ہے وہ ہماری ہستی کے عجائبات میں سے ہے۔ ہاضمہ کا فعل منہ سے شروع ہو جاتا ہے جہاں کھانا دانٹوں کے عمل سے تقسیم ہوتا ہے اور لعاب دہن سے ملتا ہے۔ لعاب دہن غذا کو اسکی مزید تغیرات کے لئے تیار کرنے میں بڑا کام دیتا ہے۔ یہ لعاب اس غدود کے تین جوڑوں میں چھپا رہتا ہے جو منہ کے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہیں اور جو اس سے مکمل نلیوں کے ذریعہ سے ملحق ہیں۔ جب کھانا اچھی طرح سے چبا لیا جاتا ہے تو زبان اس کا ایک گولا سا بنا کر گلے میں پہنچا دیتی ہے گلے سے وہ معدہ میں پہنچتا ہے جیسا کہ اکثر لوگ واقف ہوں گے معدہ ایک قسم کی تھیلی ہے جو بہت پھیل سکتی ہے اسکی آنتوں کی جھلی میں ہزاروں غدود ہوتے ہیں جس میں ایک قسم کا تیزاب ہوتا ہے جسے صفر ا کہتے ہیں۔ ہاضمہ کے وقت یہ عرق ہمارے کھانے پر گرتا ہے کھانے کو پتلا کرتا ہے اور پتلا کر کے بالائی کے سفید عرق میں جس میں کیموس کہتے ہیں تبدیل کر دیتا ہے اس کا م میں معدہ کے اعصابی عمل سے بھی بڑی مدد ملتی ہے جو کھانے کو ہر لمحہ ادھر سے ادھر جنبش دیتا ہے اور اس طور سے کھانے کے ہر ریزے کو باری باری سے اس گلانے والے عرق کے سامنے لاتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد معدہ سکڑ جاتا ہے اور اس کھانے کو جواب کیموس کی صورت

میں بدل گیا ہے آنتوں کے اول حصہ میں داخل کر دیتا ہے۔ وہاں جگر کے پت اور لبلبہ ہٹ سے مل جاتا ہے۔ اس کے بعد غذا ان چھوٹی آنتوں سے ہو کر گزرتی ہے جو تقریباً بیس فٹ لمبی اور کیڑے کی طرح پٹھوں کے سکڑنے سے آگے بڑھتی ہے۔ اب غذا جو جزو بدن ہونے کیلئے تیار ہو جاتی ہے خون میں بدل جاتی ہے اور موذی مادہ خارج ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ بڑی آنتوں میں پہنچ کر بالآخر جسم سے نکل جاتا ہے۔

چبانے کا فن

کھانے میں بھی حکمت درکار ہے۔ عمدہ ہاضمہ اور عمدہ تندرستی بہت کچھ اس طریقہ پر مبنی ہے جو ہم کھانے چبانے میں استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ بجائے کھانا چبانے کے اس کو نگلتے جاتے ہیں عموماً دبلے پتلے اور زرد ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اکثر صرف معدہ کی شکایت رہا کرتی ہے۔ کھانے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ منہ میں نوالہ لے کر اچھی طرح چبایا جائے تاکہ منہ کا لعاب کھانے میں شامل ہو کر اس کو ملائم کر دے۔ نہایت ضروری امر ہے کہ ملائم سے ملائم کھانا مثلاً آٹے کی لپی بھی منہ کا لعاب شامل کئے بغیر معدہ میں نہ داخل کی جائے۔ یہ مقصد صرف مناسب طور سے غذا کو چبانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مسٹر گلڈسٹون اپنی عمدہ تندرستی کو اسی امر پر منسوب کیا کرتے ہیں کہ وہ ہر نوالہ کو ہمیشہ پچیس دفعہ چباتے تھے۔

آپ نے مسٹر ہورلیس فلچر کا نام ضرور سنا ہوگا ان کا نام یورپ و امریکہ میں بہت مشہور ہے جہاں کہیں بھی عالمین طب کے درمیان گفتگو کے دوران کھانا چا کر کھانے کے متعلق ذکر آتا ہے تو مسٹر فلچر کو وہاں ضرور یاد کرتے ہیں۔ مسٹر فلچر کا قصہ اس طور پر معروف ہے کہ چالیس سال کی عمر میں جب ایک انشورنس کمپنی کے میڈیکل ایڈوائزر کی خدمت میں پیش کئے گئے تو ڈاکٹر موصوف نے ان کو زندگی کے بیمہ کے لئے لائق نامزد قرار دیا اور کہا کہ وہ جلد ہی مر جائیں گے کیونکہ وہ خرابی ہضم میں بری طرح سے مبتلا ہیں۔ ان کا پیٹ آگے کو نکلا ہوا ہے اور شاید اب وہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہیں۔ مسٹر ہورلیس فلچر ایک پختہ قوت ارادی کے مالک تھے۔

ڈاکٹر کے ریمارکس سے وہ بالکل نہ گھبرائے، بلکہ اپنی صحت کی درنگی کی طرف متوجہ ہو گئے صحت و تندرستی اور غذا اور صحت کے موضوع پر انہوں نے چند دنوں ہی میں سینکڑوں کتابیں پڑھ ڈالیں۔ ان کو معلوم ہوا کہ کھانا وقت پر جبکہ اچھی طرح سے بھوک ہو کھانا چاہئے کھانے کی مقدار تھوڑی ہونی چاہیے اور اسے اتنا چبانا چاہیے کہ مانند دودھ کے پتلا ہو جائے، اس کے بعد اسے عین اسی طرح سے نگلنا چاہیے جس طرح کہ ہم دودھ کو نگلتے ہیں۔

مسٹر فلچر نے جو کچھ پڑھا تھا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا اور اس ریگولر عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دنوں میں ان کی صحت قابل رشک ہو گئی۔ کمزوری اور معدہ کے دیگر تمام نقص دم دبا کر بھاگ گئے۔ انہوں نے اپنے اس چبانے کے فن کو فیلچر ازم کا نام دیا اور امریکہ کے کونے کونے میں اپنے اس قانون کا پرچار شروع کر دیا۔

چرند پرند اور انسانوں پر بڑی بھاری تعداد میں فلچر کے تجربات کئے گئے اور اس فلچر ازم کے ذریعہ ہزاروں اشخاص کو اک بار پھر اس آب حیات کی طریقہ سے از سر نو زندگی بخشی گئی اور وہ مردوں کی صف سے نکل کر زندوں کی قطار میں کھڑے ہو گئے۔ مسٹر فلچر کی اپنی صحت کا اب یہ حال ہو گیا تھا کہ جہاں اٹھارہ برس پیشتر ان ڈاکٹروں نے جواب دیا تھا اب وہ لیٹ کر چار من کے قریب وزن اپنی ٹانگوں سے اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ۵۸ سال کی عمر میں زمین پر لیٹ کر پونے چار من کا وزن اپنی ٹانگوں سے ۳۵۰ بار زمین سے اونچا اٹھا کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا جبکہ امریکہ کا سب سے زیادہ طاقتور نوجوان اس وزن کو ۷۰ بار اٹھا سکا، اور وہ بھی بڑی مشکل سے اس کے بعد فلچر ازم کا پرچار دنیا میں دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا اور آج ایک زمانہ اس قانون کا قائل ہ چکا ہے۔

تندرستی کے لحاظ سے کھانے کے اوقات

صحت جسمانی کا ایک سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ بغیر بھوک کے کبھی کھانا نہ کھایا اور بغیر خواہش کوئی چیز نہ کھائی جائے۔ جو لوگ اپنی تندرستی عزیز رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس مقولہ کی پابندی کریں۔ مناسب ہے کہ جب غذا کی اشتہانہ ہو تو ایک وقت کے کھانے سے

ہاتھ دھویا جائے مگر بلا بھوک تھوڑا سا کھانا بھی مضر ہے۔ لوگ دوسری بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ دو وقت غذا کے درمیان میں بھی کھاتے ہیں۔ معدہ کو کسی قدر آرام کی حاجت ہوتی ہے وہ برابر کام نہیں کر سکتا ورنہ اس کا نتیجہ مضر ہوگا۔ عمدہ ہاضمہ اور عمدہ تندرستی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک وقت کی غذا کے بعد کم از کم پانچ گھنٹے کا وقفہ دیا جائے۔ شام کا کھانا سونے کے لئے جانے سے تین گھنٹہ قبل کھانا چاہیے۔ اگر لوگ دن میں صرف تین وقت کھانے کی عادت ڈال لیں تو تندرستی کے لئے نہایت مفید ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ غذا کی مقدار سے آدمی طاقتور اور تندرست نہیں رہ سکتا بلکہ جو کھانا اچھی طرح ہضم ہو جاتا ہے وہ فائدہ پہنچاتا ہے۔

اچھے کھانے کی تعریف کرنا

کسی کے گھر کھانے کے لئے جائے تو اس کے گھر تیار شدہ کھانوں کی تعریف کی جائے۔ اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں، یا تو مہمان کھانے کی تعریف کرے یا خود میزبان اپنے کھانے کی تعریف کرے۔ مہمان جس کھانے کو کھا رہا ہے اور تعریف کر رہا ہے تو اس سے میزبان کے دل میں خوشی محسوس ہوگی، اس کا دل پھولے نہیں سمائے گا۔ ہاں! میزبان خود اپنے کھانے کی تعریف کرتا ہے تو بعض علماء کرام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جب کوئی مصلحت ہو، بغیر مصلحت تعریف کرنا میزبان کے لئے قطعاً درست نہیں ہے۔ مصلحت کا معنی یہ ہے کہ بہت سارے مہمان ایسے ہوں گے جو عمدہ کھانا ہی تناول فرمانا پسند کرتے ہوں گے اور کھانے کو دیکھ کر پست ہمتی کے شکار ہو جاتے ہوں گے۔ بہت سارے ایسے ہوں گے جن کے سامنے کوئی ایسا کھانا پیش کیا گیا ہو جو ان کے ديار میں نہیں بنتا یا عمومی طور پر لوگ نہیں کھاتے ہوں۔ جب میزبان کھانے کی تعریف کرے گا تو ان کا حوصلہ بڑھے گا اور کھانے کی عمدگی کو سن کر کھانے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

مہمان کی جانب سے کھانے کی تعریف کی جائے جس سے میزبان کا حوصلہ بڑھے اور بہجت و سرور محسوس کرے اس بات کی تقویت تعلیمات نبویہ سے ہو جاتی ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے: ”أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي ذَاتَ يَوْمٍ إِلَى مَنْزِلِهِ ، فَأَخْرَجَ فَلَانًا مِنْ خُبْزٍ ، فَقَالَ : مَا مِنْ أَدَمَ ؟ فَقَالُوا : لَا إِلَّا شَتَّى مِنْ خَلٍ قَالَ فَإِنَّ الْخَلَّ نَعْمَ الْأَدَمُ“ . (مسلم: ۲۳۶۱/۱۳، ۵۳۲۱) نبوی، کتاب الاطعمہ)

رسول اللہ ﷺ ایک دن میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے۔ روٹی کا ایک ٹکڑا لائے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: سالن ہے۔ ان لوگوں نے کہا: سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: یقیناً سرکہ بہترین سالن ہے۔

دوسری حدیث عمر بن خطابؓ کی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد یہ ہے: ”إِنتِدَ مُوَابَا لِرُؤَيْتِ ، اذْهَنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ“ . (ترمذی: ۸۵، کتاب الاطعمہ، ابن ماجہ: ۳۲۴۳، ۳۳۱۹) علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۳، ۲۶۹۸ میں صحیح قرار دیا ہے)

زیتون کو سالن بناؤ۔ اس سے مالش کرو۔ یقیناً وہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔

کھانے میں عیب جوئی مذموم خصلت ہے

کھانوں میں عیب جوئی ہر جگہ منع ہے خواہ آدمی تنہا اپنے گھر میں کھا رہا ہو یا دوست و احباب کے گھروں میں کھا رہا ہو۔ اسلامی ادب کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کسی کھانے میں عیب نہ لگائے خواہش ہو تو کھائے ورنہ خاموشی سے ہاتھ کھینچ لے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے: ”مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ ، إِنْ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ“ (صحیح بخاری مع الفتح: ۹/۴۷۷، صحیح مسلم مع النوادی: ۱۳/۲۶۹، ۱۸۷)

نبی ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں لگایا۔ اگر اسے کھانے کی خواہش ہوئی تو کھایا، اگرنا پسند فرمایا تو چھوڑ دیا۔

فقہاء مذاہب اربعہ نے پاکیزہ کھانوں کی مذمت کو حرام قرار دیا ہے۔

(المدخل: ۱/۲۱۶، آداب الاکل: ۳۳، آداب الشرعیہ: ۳/۲۰۰، المغنی: ۱۰/۲۱۷)

نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا جب کسی چیز کی خواہش ہوتی تو کھایا ورنہ ناپسندیدگی کی وجہ سے ترک کر دیا۔

کھانے میں عیب نہ لگانا اسوہ محمدی ہے۔ دل چاہے تو مکمل کھا جائے ورنہ چھوڑ دے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی کے دعوت پر تشریف لے گئے۔ اس کے سالن میں نمک زیادہ تھا، آپ نے سارا سالن ختم کر دیا، آپ کو یہ خیال آیا کہ اگر سالن چھوڑ دیتے ہیں تو سالن کی بدمزگی پر میزبان کی دل شکنی ہوگی۔

امام نووی نے بیان ہے کہ ہم کچھ الفاظ کے ذریعہ لازمی طور پر تنبیہ کر سکتے ہیں بطور مثال: آدمی یہ کہہ کھانے میں نمک زیادہ ہے یا کم ہے۔ کھٹا ہے پکا نہیں ہے۔ گاڑھا ہے یا پتلا ہے۔ اس طرح کے الفاظ جسے بھی تنبیہ لازم ہے۔ (شرح نووی: ۱۴/۲۵۳)

سیرت محمدی اور سیرت صحابہ کے مطالعہ سے یہ واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر کے اندر یا دوست و احباب کے یہاں تیار شدہ کھانوں میں عیب جوئی بری شئی ہے۔ دعوتوں میں شریک ہو کر انسان غیب نکالے اور کھانے کے اندر ہوئی کوتاہیوں کی تشہیر کرے تو اس سے پکانے والوں کی دل شکنی اور دوست و احباب کی سبکی ہوگی۔ کھانوں میں عیب جوئی دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں عیب جوئی ہے۔ ہاں! اگر کھانا لذیذ اور عمدہ ہو تو اس کی مدح و تعریف مستحب ہے۔

حضرت جابر کا بیان ہے۔

”إِنَّ النَّبِيَّ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأَدَمَ فَقَالُوا مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ وَيَقُولُ وَنَعَمْ الْأَدَمُ الْخَلُّ نَعَمْ الْأَدَمُ الْخَلُّ“۔ (صحیح مسلم مع سنن ابی نعیم: ۳/۳۷۲ (۵۱۵۳))

باب استحباب مدح الطعام۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل سے سالن طلب کیا، انہوں نے کہا: ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ انہوں نے منگایا اور کھایا، آپ نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے، سرکہ بہترین سالن ہے۔

دور جدید کے مسلمانوں پر حیرت ہے کہ ان کی اخلاقی قدریں پامال ہیں۔ ان کا معاشرہ ابتری کا شکار ہے۔ ان کا فہم و شعور زنگ آلود ہے۔ ان کے قلب و ذہن میں کجی ہے۔ ان کی بے حسی و غفلت شعاری اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری پر موجودات عالم ماتم

کنناں ہیں۔ فرامین الہیہ و قوانین نبویہ کی عدم تعمیل پر آسمان محو حیرت اپنی آنکھیں لال پیلی کر رہا ہے۔

ایک دوسرے کی طعن و تشنیع کرنا، کھانے اور پینے کی چیزوں میں عیب ڈھونڈنا، عام دعوتی محفلوں میں شریک ہو کر کھانے میں موجود نقائص کو بیان کرنا، عورتوں یا نوکروں سے کھانے کی خرابی پر الجھنا، ان پر برسنا، زد و کوب کرنا، بے مروتی سے پیش آنا، ان کو مارنا اور پیٹنا، ان کو بے گھر کرنا آج مسلمانوں کی عام عادت بن چکی ہے۔

عورتیں جن کی پیدائش مردوں کا ان سے لطف اندوز ہونے اور سکون و راحت پانے کے لئے ہوئی تھی آج وہ مظلومیت کے سایے تلے اپنی زندگی گزار رہی ہیں۔ کبھی ان سے کھانا خراب ہو گیا تو ان کو بری طرح مار پڑتی ہے اور ان پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔

اس اخلاقی گراؤ کے شکار صرف جاہل حضرات ہی نہیں بلکہ اہل علم بھی ہیں۔ یہاں یہ کہنا بجا ہے کہ ”چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ! دینی علوم سے نابلد حضرات تو بچکانہ حرکتیں کرتے ہی ہیں لیکن شب و روز کتاب و سنت کی ورق گردانی کرنے والے اہل علم حضرات ایسا کریں تو یہ بڑی حیرت کی بات ہوگی۔ کہ وہ عورت کی ناپختہ کاری پر جربز ہو جائیں، اس سے نفرت کرنے لگیں، اس کو مار کر بیہوش کر دیں، ہمیشہ اسے ذہنی الجھنوں اور اذیتوں کا شکار بنائے رکھیں۔ عورت امور خانہ داری میں ماہر نہ ہو لیکن خوبصورت و خوب سیرت ہو تو اسے عزت و احترام کے ساتھ زوجیت میں رکھنا ہی فاضل و بَدَاتِ الدِّین کی عملی تصویر ہے۔

یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ کھانے کی میری خواہش نہیں ہے۔ اس کے کھانے کا میں عادی نہیں ہوں۔ خالد بن ولید جب ایک جگہ کھانے پر گئے تو رسول اللہ سے صَب (گواہ) کے بارے میں دریافت کیا گیا وہ حرام ہے یا حلال؟ آپ نے فرمایا: وہ حرام نہیں ہے۔ وَلَٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدْنِي أَغَاةً۔ (بخاری ۶۶۲/۹) (۵۳۹۱) الفتح مسلم: ۱۰۰۔ نووی)

امام نووی فرماتے ہیں کہ صَب نہ کھانے والی حدیث کھانے میں عیب لگانے کے قبیل

سے نہیں ہے۔ اس خاص کھانا کے بارے میں بتانا ہے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں ہے۔

(شرح صحیح مسلم: ۱۴/۳۵۳)

کھانے والی چیزوں میں عیب ڈھونڈنا، بال کی کھال نکالنا، پکانے والوں پر نقد و جرح کرنا، ان کی تذلیل و تنقیص کرنا، کھانا بد مزہ ہونے پر مارنا، دراصل معاشرے کے اندر فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنا ہے۔ خوشگوار فضا کو مکدر بنانا ہے۔ باہمی صداقت و بھائی چارگی، ہمدردی و عینکاری کی چادر کو تار تار کرنا ہے۔ یہ معروف بات ہے کہ انسان خطا و نسیان سے عبارت ہے۔ امور خانہ داری میں کامل مہارت کے باوجود کوتاہیوں کے صدور کا غالب امکان ہے۔ چنانچہ خادماؤں، لونڈیوں اور اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، نرم دلی و نرم کلامی سے پیش آنا، ان کا دل نہ توڑنا اور دل توڑنے والی باتوں سے بچنا، ان کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنا ہی اسلامی معاشرے کی تشکیل کرنا ہے۔

جب کھانے میں ایسی خرابیاں ہوں جو واضح ہوں اور مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ اس کو بیان کیا جائے تو اس کی خرابی اور نقصان دہ ہونے کی وجہ سے اس کھانے سے بچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس باب میں علماء سلف کے واقعات بھی ہمارے لیے نمونہ ہیں کہ اگر کسی کے گھر دعوت میں جائیں اور کھانا خراب ہو تو ہم اس عیب کو ظاہر نہ کریں۔ طبیعت کرے تو کھائیں ورنہ خوش دلی سے معذرت کر دیں۔

علامہ محمد اسحاق بھٹی نے ”کاروان سلف: ص/۴۷“ میں حضرت شاہ سید محمد شریف گھڑیالوی (وفات: ۱۹۴۴ء) کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جس میں سب کے لیے نصیحت ہے۔ ”ایک مرتبہ کسی نے کھانے پر بلایا تو تشریف لے گئے۔ کھانا شروع کیا تو فوراً سالن جلدی سے کھالیا اور میزبان سے فرمایا: سالن اور لاؤ۔ وہ لایا تو اسے بھی جلدی سے ختم کر ڈالا۔ ارشاد ہوا: اور لاؤ۔ اس طرح سارا سالن ختم کر دیا۔

ان کے جانے کے بعد میزبان نے ہنڈیا دیکھی تو اس میں تھوڑا سا سالن رہ گیا تھا۔ وہ حیران ہوا کہ شاہ صاحب کو سالن اتنا پسند آیا کہ سارا کھا گئے۔ دیکھی کے کناروں سے چکھ

کر دیکھا تو اس میں نمک بہت زیادہ مقدار میں تھا۔ معلوم ہوتا ہے، غلطی سے ڈل گیا تھا۔ شاہ صاحب نے اس لیے جلدی سے سارا کھالیا کہ میزبان نے کھایا تو بیوی سے خفا ہوگا کہ اس نے اتنا زیادہ نمک ڈال دیا ہے۔

محمد ﷺ کے معمولات زندگی جن پر یقین رکھنا ضروری ہے ہمہ وقت پیش نظر رہنے چاہیے تاکہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کی حلاوت و داغ کی رگوں کو تروتازہ کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا آسان بن جائے۔

روٹی یا کھانے کو چومنا

شریعت اسلامیہ نے کسی کھانے یا کسی بھی چیز کو چومنے سے منع کیا ہے۔ ہاں! اگر جمادات میں کسی کو بوسہ دینا جائز ہے تو وہ حجر اسود ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے بوسہ دیا ہے۔ روٹی یا کھانے کو چومنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:

”لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْعُلَمَاءِ قَالَ بِجَوَازِ إِهَانَةِ الْخُبْزِ بِالْقَائِهِ تَحْتَ الْأُرْجُلِ، وَطَرَحَ مَاتَنَا ثَرَمُهُ فِي الْمَرْبَلَةِ مَثَلًا، وَنَحْوَ ذَلِكَ، وَلَا نَصَّ أَحَدٌ عَلَى الْمُبَالِغَةِ فِي تَكْرِيمِهِ وَتَقْبِيلِهِ مَثَلًا، بَلْ نَصَّ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى كَرَاهَةِ تَقْبِيلِهِ. وَفِي الْجُمْلَةِ لَا يَنْبَغِي مَعَ وَرُودِ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ إِهَانَةُ الْخُبْزِ إِحْتِيَاظًا، وَأَمَّا تَعْظِيمُهُ بَأَن يَجْعَلَ فَوْقَ الرَّأْسِ وَيُقَبَّلَ فَلَا يَشْرَعُ“.

(آداب الاكل والشراب لحامد بن حماد بن حیدان الجذعانی)

کسی بھی عالم کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے کہ اس نے پاؤں تلے روٹی کو ڈال کر اس کی اہانت کو جائز کہا ہو اور نہ ہی بکھری ہوئی چیزوں کو مزبلہ (کوڑے دان، گندگی ڈالنے کی جگہ) میں ڈالنے کو جائز قرار دیا ہو کسی نے روٹی یا اس قسم کے کھانے کی تکریم و تقبیل میں مبالغہ کرنے پر کوئی نص بھی پیش نہیں کیا ہے بلکہ احمد رحمہ اللہ اس کی کراہیت و تقبیل پر نص

لائے ہیں مختصر یہ کہ جو حدیثیں وارد ہیں۔ ان تمام کے پیش نظر روٹی کی توہین لازمی طور پر مناسب نہیں ہے اور اس کی تنظیم اس طرح بھی مشروع نہیں ہے کہ اس کو سر کے اوپر رکھا جائے اور اس کو چوما جائے۔

چنانچہ اس باب میں سب سے درست بات یہی کہ کھانے کا احترام کرنا مشروع ہے لیکن ایسا نہیں کہ اس کو چوما جائے اور اس کو سر پر رکھا جائے یا بدن سے ملا جائے۔ ہاں! گندے مقامات میں نہ ڈالا جائے، نہ اس کو پیروں سے رونداجائے، اور نہ ہی اس پر پیشاب و پاخانہ کیا جائے، اور نہ اس کی اہانت کا دوسرا طریقہ اپنایا جائے۔ کھانوں کے احترام و تعظیم میں مبالغہ ممنوع ہے اور ان کی توہین میں تمام قسم کے طریقوں کا اپنانا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

کھانے پینے کے دوران گھن یا نفرت آمیز باتوں سے بچنا چاہیے انسان کھانے پینے کے دوران ان خصلتوں کو ہی ظاہر کرنے میں بااخلاق و باادب سمجھا جاتے ہیں جو دینی حنیف کی تعلیم اور طریقہ محمدی کی معرفت سے حاصل کیا ہے افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ سے اجتناب لازم ہے اور ان کاموں کو بھی ترک کر دینا ضروری ہے جنہیں کھانے پینے کے دوران معیوب خیال کیا جائے فقہاء نے ان کو بیان کیا ہے وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ تھوکنایا ناک سے ریٹ نکالنا
- ۲۔ منہ سے کوئی چیز نکالنا اور برتن میں ڈالنا
- ۳۔ کھانے والے کا کھانے سے منہ کو قریب کرنا اس طرح کہ اس کے منہ سے کوئی چیز اس میں گر پڑے۔
- ۴۔ منہ میں لقمہ ڈالتے وقت برتن میں ہاتھ جھاڑنا
- ۵۔ اپنے سر کو برتن کے سامنے کرنا
- ۶۔ بقیہ لقمہ سالن شور بایا سوپ میں ڈبونا
- ۷۔ کھاتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کو منہ میں نفرت آمیز شکل میں رکھنا

- ۸۔ دانتوں کے کناروں سے کوئی چیز کتر نایا کاٹ کر کھانا پھر اس کو سالن میں رکھنا۔
- ۹۔ کھانے کو دوسرے کھانے کے ساتھ بصورت گھن ملانا
- ۱۰۔ کھانے پر ہنسا
- ۱۱۔ انگلیوں اور چاقو کا روٹیوں سے صاف کرنا
- ۱۲۔ ہاتھ کو روٹی سے صاف کرنا
- فقہاء نے کھانے کی بعض شکلوں کو اسی ضمن میں شمار کیا ہے ان میں سے یہ ہیں۔
- ۱۳۔ وہ آدمی جس میں کھانا آنے سے پہلے بھوک تیز ہو جائے اور وہ دروازہ کی طرف نگاہ جمائے رکھے اس کو ہر آنے والی چیز کھانا ہی معلوم ہو۔
- ۱۴۔ جو لقمہ منہ میں ڈال کر چوسے اور نگلتے وقت ہلکی آواز بیٹھنے والوں کو سنائی دے اور وہ اس سے لذت محسوس کرے۔
- ۱۵۔ جو لقمہ منہ میں ڈال کر اپنی انگلیاں کھانے میں جھاڑے۔
- ۱۶۔ جو آدھا لقمہ منہ میں ڈالے اور باقی کھانے میں رکھ دے۔
- ۱۷۔ جو شور با میں لقمہ کو حرکت دے پہلے لقمہ کو اس وقت تک نہ نگلے جب تک دوسرا نرم نہ ہو جائے۔
- ۱۸۔ جو مرغی بغیر تجربہ کے توڑے اور اپنے دوستوں پر چھڑک مارے
- ۱۹۔ جو روٹی کے ذریعہ اپنے ہاتھوں کو خشک کرے پھر اسی کو کھائے
- ۲۰۔ جو ٹھنڈا ہونے کے لئے کھانے کو ایک برتن سے دوسری برتن میں منتقل کرے
- ۲۱۔ جو کھانے میں پھونک مارے
- ۲۲۔ جو کھانا رکھنے والوں سے کہے یہاں رکھو، یہاں رکھو، یہاں تک کہ من پسند چیزیں اس کے سامنے رکھ دی جائیں۔
- ۲۳۔ جو اس ڈر سے روٹی گھسیٹے کہ دوسرے اس سے پہلے لے لے گا اور اپنے بائیں ہاتھ میں رکھے اور دائیں سے کھائے۔
- ۲۴۔ جو ایک لقمہ نگٹنے سے پہلے دوسرا لقمہ ہاتھ میں اٹھالے اور اسکی نگاہ تیسرے لقمہ کی

تألف ہو۔

کھانے پینے کا ادب یہ بھی ہے کہ دورانِ اکل و شرب چھینک یا کھانسی آجائے تو کھانے والا اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لے یا کھانا دور رکھ دے یا اپنے منہ پر کچھ رکھ لے تاکہ منہ سے کوئی چیز نکل کر کھانے کو گندہ یا میلہ کر دے۔

چباتے وقت کھانے والا ہونٹوں کو ملائے رکھے تاکہ اس کے منہ سے کوئی چیز نکل کر کھانے میں نہ پڑے ایسا نہ کرنے میں کھانا گندہ ہو جائے گا اور کھانے والے اس سے گھن کرنے لگیں گے جب ہونٹوں کو ملائے رکھے گا تو حرکت کی وجہ سے کوئی آواز پیدا نہیں ہوگی۔

(مزید معلومات کیلئے ملاحظہ فرمائیے: روضۃ الطالبین: ۷/۳۱۷، زاد المعاد ج: ۳/۳۱۹، مفتی الحق ج:

۳۳۰/۳۳، شرح منہجی الایرادات: ۳/۳۷۷، کشاف القناع: ۳/۱۵۵، الانصاف: ۲۳۸/۲۳۸، الفوائد الدوائی: ۲/۳۱۵،

المدخل: ۱/۲۱۸، الآداب الشرعیہ: ۳/۱۹۷، آداب الاکل: جس: ۲۸، مجمع الانہر: ۲/۵۲۵، ملقی البحر: ۲/۲۲۸ آداب

الاکل والشرب فی الفقہ الاسلامی: جس: ۸۳-۸۴)۔

حاضرین کے سامنے کھانے کو برابر رکھنا

دستر خوان پر بیٹھے مہمانوں کے سامنے کھانے کو برابر رکھنا مستحب ہے اور یہ اسوہ رسول ہے گرچہ بعض لوگ دوسرے سے افضل ہوں لیکن ان کی رعایت نہ کرتے ہوئے سب کے سامنے یکساں طور پر کھانے کو رکھنا ہی نبی ﷺ کا طریقہ ہے اور اسی کو اپنانا کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس کی وضاحت حدیث رسول میں موجود ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے: "كُنْتُ جَالِسًا فِي دَارِي، فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَنْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَى بَعْضُ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَدَخَلَ ثُمَّ أَدْنَى لِي فَدَخَلْتُ الْحِجَابَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ مِنْ غِذَاءٍ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ فَآتَى بِثَلَاثَةِ أَقْرَصَةٍ، فَوَضَعَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُرْصًا فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَأَخَذَ قُرْصًا آخَرَ فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيَّ ثُمَّ أَخَذَ الثَّالِثَ فَكَسَرَهُ بِإِثْنَيْنِ فَجَعَلَ نِصْفَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَنِصْفَهُ بَيْنَ يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ هَلْ مِنْ أَدَمٍ؟ قَالُوا: لَا

إِلَّا شَنَسِي مِنْ خَلٍّ، قَالَ: أَلَا هَا تُوهُ، فَيَعْمَ الْأَدَمُ هُوَ“۔ (مسلم: ۱۳۷/۲۳، ۵۲۲۳) کتاب
الاطعمہ۔ مع النووی

میں اپنے گھر میں تھا۔ رسول ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا، میرے طرف اشارہ کیا۔ میں کھڑا ہوا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا، ہم چل پڑے، یہاں تک کہ وہ اپنی بعض بیویوں کے کمرے میں داخل ہوئے، پھر میرے لئے اجازت لی اور میں بھی داخل ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا کھانا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! تین عدد (روٹیوں کا) ٹکڑا لائے اور نبی ﷺ کے پاس رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک کو لیا اور اپنے سامنے رکھا۔ دوسرا لے کر میرے سامنے رکھا۔ پھر تیسرا لیا اور اس کو دو ٹکڑے کیا۔ نصف اپنے سامنے اور نصف میرے سامنے رکھا، پھر دریافت فرمایا کہ کوئی سالن ہے؟ انہوں نے کہا: صرف سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو لاؤ۔ سرکہ بہترین سالن ہے۔

کھانے کے دوران مہمانوں کی خدمت کون کرے؟

معوین حضرات جب دسترخوان پر حاضر ہو جائیں۔ لوگ کھانے کے لئے تشریف لے آئیں تو چھوٹے عمر کے لوگ بڑوں کی خدمت کریں اور کھانا کھلائیں کھانے کے دوران جوان کو ضرورت ہو وہ پوری کریں۔ یہ چھوٹے کا بڑوں کی توقیر کرنا، ان کا احترام کرنا اور ان پر پوری توجہ مرکوز کئے رہنا حسن ادب کا تقاضہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان ہے: ”كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ اسْقَيْتَهُمْ عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ“۔ (بخاری: ۱۰/۱۱۱۰ الفتح ۵۶۲۳) کتاب الاشربة

میں محلہ میں کھڑا تھا، میری چچی (یا چھوپھی) لوگوں کو پانی پلا رہی تھی اور میں ان میں سب سے چھوٹا تھا۔

دوسری حدیث میں ہے: ”مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّنَا“۔ (ابوداؤد: ۴/۴۹۴۳) کتاب الادب، ترمذی: ۲۰۲۰ علامہ البانی نے صحیح سنن ابی داؤد: ۲۱۲۳-۲۱۲۳ میں صحیح قرار دیا ہے۔

جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بوڑھے کے حق کو نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مہمان کی خدمت میں زبان خود کرے یہ بھی مکارم اخلاق کی دلیل ہے۔ یہ بہت بڑی خوش اخلاقی ہے جو ہمارے زمانے میں مفقود ہے بقول بعض علماء مہمان کی خدمت کرنا خوارم مرویہ سے متعلق ہے۔ (المرویۃ وخوارمہا: ص ۷۲)

حضرت ابراہیم کے قصہ کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے ”فَبَرَأٰ اِلٰی اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعَبْلِ سَمِيْنٍ فَقَرْبَتْ اِلَيْهِمْ قَالًا لَا تَاْكُلُوْنَ“ (الذاریات: ۲۶، ۲۷) وہ اپنے اہل کی طرف جلدی سے چلے۔ ایک موٹا بچھڑا لے آئے اور ان سے قریب کیا اور فرمایا: آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟

اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت ابراہیم نے بذات خود اپنے مہمانوں کی خدمت کی:

”وَمِنْ اَلْعَادَاتِ الَّتِي دَخَلَتْ عَلٰی النَّاسِ مِنَ التَّرَفِ وَالْكِبْرِ يَاءٌ، اَنَّ صَاحِبَ الصِّيَافَةِ يَنْفُ مِنْ خِدْمَةِ ضَيْفِهِ بِنَفْسِهِ، وَيَزْعُمُ اَنَّ هٰذَا اَمْتِهَانٌ لَا يَلِيْقُ اِلَّا اَنْ يَّسَاشِرَ خِدْمَتَهُ، وَتَرَى الْمُضَيَّفُ يَحْجُرُ عَلٰی صَاحِبِ الصِّيَافَةِ اَنْ يَقُوْمَ بِبَعْضِ خِدْمَاتِهِ اِعْزَازًا لِّهٖ وَاسْكَرَامًا، وَرُبَّمَا تَرَاجَمُوْا بَيْنَهُمْ بِالْاِيْمَانِ وَقَاتَهُمْ اِلَّا دَبَّ الشُّرْعٰى اِلَّا يَنْفُ ذُو الصِّيَافَةِ مِنْ خِدْمَتِهِ ضَيْفَهُ، وَلَا يَصُدُّهُ عَنْ مَّكَارِمِ الْاَخْلَاقِ“ (الابداغ فی مہاء الابداع: ص ۳۵۵، ۳۵۶)

خوشحالی پر اترانے اور گھمنڈ کرنے کی لوگوں کی عادت بن گئی ہے۔ میزبان اپنے مہمان کی خدمت سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ ذلت کا کام ہے کہ براہ راست اس کی خدمت کی جائے۔ مضیف کا خیال ہے کہ میزبان پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ وہ اس کے اعزاز و اکرام میں اپنی خدمات انجام دے۔ بسا اوقات وہ باہم ایمان والے ہوتے ہیں اور ان سے ادب فوت ہو جاتا ہے۔ میزبان اپنے مہمان کی خدمت سے منہ موڑ لیتا ہے اور اس کو وہ مکارم اخلاق سے باز نہیں رکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ میزبان مہمانوں کی

خدمت کرے۔ اس کے گھر کے چھوٹے بچے یا مرد مہمانوں کی خدمت کریں، یہ اخلاقی بلندی کی دلیل ہوگی۔ بسا اوقات آدمی مہمانوں کی خدمت کے لئے نوکروں کو متعین کرتے ہیں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

کھانے کے دوران پانی پینا

کھانا کھاتے وقت پانی پینا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ بات بعض فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور کھانے کے دوران پانی پینے کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: المدخل: ۲۲۷، الآداب الشرعیۃ: ۱۶۴/۳، الروض المربع: ص ۴۱۹، کشاف القناع: ۱۵۶/۴،

معونۃ ابلی المسمی: ۲۶۸/۹ بحوالہ آداب الاکل والشرب: ص ۸۶)

طبی نقطہ نظر سے بھی کھانے کے دوران پانی پینا نقصان دہ ہے۔ اگر کھانے والے کی عادت کھاتے وقت پانی پینے کی نہ ہو تو ضرر رساں چیزوں سے بچنا چاہیے۔

ہاں! کسی کو شدید ضرورت ہو پانی پینے کی یا کھانے والا پیاسا ہو اور پانی پینے کی زیادہ چاہت ہو یا پانی پئے بغیر لقمہ نہ نگل سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد: (۲۲۴/۴) میں لکھا ہے:

”وَلَمْ يَكُنْ مِنْ هَذِهِ أَمَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. أَنِ يَشْرَبَ عَلَى طَعَامِهِ فَيُفْسِدَهُ وَلَا سِيَّمَا إِنْ كَانَ الْمَاءَ حَارًّا أَوْ بَارِدًا أَفَإِنَّهُ رَدِيٌّ جَدًّا“.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ نہیں تھا کہ کھاتے وقت پانی پیتے کہ وہ خرابی پیدا کر دے پانی گرم ہو یا ٹھنڈا وہ بہت ہی خراب ہے۔

معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اپنی یہ عادت بنانی چاہیے کہ پانی نہ پیا کریں۔ کھانا کھا لینے کے بعد پانی پییں تاکہ کسی طرح کی کوئی خرابی پیدا نہ ہو اور نہ حلق، شکم یا آنتوں کی پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔

دستر خوان کی اہمیت و افادیت

عربی زبان میں لفظ ”مائدہ“ ”خوان“ اور ”سفر“ کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جن پر کھانے پینے گئے ہوں یا جن میں کھانے رکھ کر اٹھایا جاتا ہو۔

(دیکھئے: القاموس المحیط: ۸۹۳ اور لسان العرب مادہ خ اور س کے تحت)

دستر خوان کے اندر وہ تمام چیزیں شامل ہو جاتی ہیں جن پر آدمی بیٹھ کر کھاتا ہے یا جس پر کھانوں کو رکھ کر کھایا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں دستر خوان کو بڑی اہمیت دی ہے گرچہ اسے استحباب کا درجہ حاصل ہے۔ تاہم صحابہ کرام نے بھی اسے برتنے کی کوشش کی ہے اور امت مسلمہ کے لئے ایک روشن مثال قائم کی ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے :

”مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ عَلَى خَوَانٍ، وَلَا فِي سَكْرُجَةٍ، وَلَا خُبْرٍ لَهُ مَرْقُوقٌ. قَالَ: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: فَعَلَى مَا كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى هَذِهِ السَّفْرِ.“

نبی کریم ﷺ نے کبھی میز وغیرہ پر کھانا نہیں کھایا، اور نہ خوانچہ و طشتری میں، کبھی میدے کی باریک چپاتیاں نہیں کھائیں، یونس کا قول ہے کہ میں نے حضرت قتادہؓ سے پوچھا کہ وہ کس پر کھاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: وہ دستر خوان پر کھاتے تھے۔

(صحیح بخاری مع الفتح: ۲۸۲/۱۲ (۵۳۸۵) صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/۲۲۹ (۳۲۹۲) شرح السنہ

: ۲۹۵/۱۱ (۲۸۳۷)

دوسری روایت ہے:

نبی کریم ﷺ پہلی رات حضرت صفیہؓ کے پاس گئے، میں نے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی، آپ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا، اسے بچھایا گیا، اس پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۲۸۳/۱۲ (۵۳۸۷)، صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/۲۲۹ (۳۲۹۲)

دستر خوان پر کھانے میں غالباً حکمت یہ ہے کہ کوئی لقمہ گر جائے تو وہ گرد و غبار اور گندگیوں سے محفوظ رہے۔ اسے اٹھا کر کھانے میں کسی طرح کی کراہیت محسوس نہ ہو، گویا دسترخوان گرے لقموں کی غلاظت و گندگی سے بچاؤ کا اہم وسیلہ ہے اور یہ اجتماعیت کا مظہر بھی۔ وحشی بن حرب کا بیان ہے:

”إِنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ: فَاعْلَمْتُكُمْ تَفْتَرِ قَوْلَ، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ، وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ يَبَارِكُ لَكُمْ فِيهِ،،،“

(صحیح سنن ابی داود: (۳۷۶۳)، صحیح سنن ابن ماجہ: ۲۲۸/۳ (۳۲۸۶-۳۲۸۷))

صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کھاتے ہیں لیکن آسودہ نہیں ہوتے، آپ نے پوچھا شائد تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے فرمایا: اپنے کھانے کو یکجا ہو کر کھاؤ اور کھانے پر ”بسم اللہ“ پڑھ لیا کرو۔ اسکے اندر برکت نازل ہوتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے:

”ایک ساتھ کھاؤ الگ الگ ہو کر نہ کھاؤ۔“

ابن حبان اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے بہتر کھانا وہ ہے جس پر ہاتھ زیادہ ہوں۔ (یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع: ۱۷۱) اس سے بالکل واضح ہے کہ نزول برکت اور آسودگی ایک دسترخوان پر اجتماعی شکل میں کھانے میں ملتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انفرادی شکل میں کھانا ممنوع ہے۔ البتہ اجتماعی شکل میں کھانا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے انفرادی طور پر بھی کھانے کی رخصت ہے ارشاد ہے: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا وَأَشْتَاتًا (سورہ نور: ۶۱)۔ تم پر اس کے اندر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ایک ساتھ کھانا کھاؤ اور الگ الگ ہو کر نہ کھاؤ۔

اس آیت کریمہ کے اندر اس تنگی کا ازالہ مقصود ہے جو اہل عرب کے اندر تھی، جب تک اپنے کھانے میں کسی کو شریک نہ کر لیتے اس وقت تک نہیں کھاتے تھے۔ خدا خواستہ کوئی

نہیں ملتا تو وہ دن فاقہ میں گزر جاتا، وہ اپنے ساتھ کسی کو بٹھا کر کھلانے کو واجب سمجھتے تھے۔ اکیلے کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم کی سخت تردید کی اور فرمایا کہ اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ دونوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن احادیث کی روشنی میں اجتماعی شکل میں کھانا نزول برکت کا باعث ہے۔

اس آیت میں اس ہندوانہ رسم کی بھی تردید ہے جو درمیان رائج ہے وہ یہ کہ اپنے کھانے میں دوسروں کی شرکت مکروہ و مخوس خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہندوؤں ہی میں نہیں بلکہ مسلمانوں کے معاشرے میں بھی موجود ہے۔ آج مسلمان بھی اپنے کھانے میں دوسروں کی شرکت ناپسند کرتے ہیں۔ الغرض دسترخوان کی اہمیت و افادیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

دسترخوان پر اکٹھا کھانا کھانے میں برکت

دسترخوان پر یکجا ہو کر کھانا کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ تعداد جتنی زیادہ ہوگی برکت بھی اتنا ہی زیادہ ہوگی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سب اکٹھا ہو کر کھاؤ، الگ الگ ہو کر مت کھاؤ۔ اس لیے کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمی کے لیے کافی ہوتا ہے۔ دو آدمی کا کھانا تین آدمی کے لیے اور تین آدمی کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ایک ساتھ کھاؤ، متفرق ہو کر مت کھاؤ۔ اس لیے کہ برکت جماعت میں ہے۔ [صحیح الجامع: ۴۵۰]

مہلب کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمدہ کاموں کے کرنے اور کفایت کرنے والی روزی پر قناعت کرنے پر لوگوں کو ابھارنا ہے۔ یہاں مقدار کفایت کی تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ ہمدردی مقصود ہے، یعنی جب دو آدمی ہوں تو انہیں تیسرے پا چوتھے آنے والے کو بھی کھانے میں ازراہ ہمدردی شامل کر لینا چاہیے۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ اگر ہمدردی پیدا ہو جائے تو اس کے ساتھ برکت بھی ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آدمی اس چیز کو حقیر نہ سمجھے جو اس کے پاس ہے اور اس کو پیش کرنے سے باز نہ رہے۔ اس لیے کہ تھوڑے کھانے سے

بھی کفایت حاصل ہو سکتی ہے یعنی زندگی کو باقی رکھا جاسکتا ہے یہاں حقیقی آسودگی مراد نہیں ہے۔ بلکہ بقدر کفایت روزی کا حصول اور زندگی کی بقا مراد ہے۔

جہاں ابن ماجہ کی ایک ضعیف حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دسترخوان پر رکھے کھانوں کو جب تک اٹھانہ لیا جائے کوئی شخص نہ اٹھے اور جب تک سب ساتھی فارغ نہ ہو جائیں کوئی ہاتھ نہ روکے بیٹھے کیوں کہ بسا اوقات اس عمل کی وجہ سے دوسرا ساتھی شرمندہ ہو کر کھانے کی اشتہا باقی ہونے کے باوجود اپنا ہاتھ کھینچ لے گا۔

حکیم طارق محمود نے سنت نبوی اور جدید سائنس: (۲۲۴/۳) میں اپنے ایک دوست کے تجربات کو یوں بیان کیا ہے کہ یورپی و امریکی باشندگان کو اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ مل کر کھانا واقعی باعث برکت اور باعث رحمت ہے۔ اس کا تجربہ یوں ہوا کہ مجھے ایک دعوت میں جانے کا موقع ملا۔ میں حیران ہوا کہ سب لوگ اکٹھا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک چھانچ او نچا کلڑی کا دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ پہلے دسترخوان بچھایا گیا۔ پھر تمام لوگ بیٹھے پھر کھانا لایا گیا۔ ہر شخص دوسرے شخص کا احترام کرتے ہوئے کھانا کھا رہا تھا حتیٰ کہ جب ایک شخص کھانے سے فارغ ہو جاتا ہے تو وہ پھر بھی کچھ نہ کچھ کھاتا رہتا تا کہ دوسرا کھانے والا شرمندہ نہ ہو اور کھاتا رہے۔ جب تمام کھا چکے ہوتے تو پھر دوسرا دوست جو کہ لحاظ کی وجہ سے کھانا کھا رہا تھا وہ کھانا چھوڑ دیتا اور تمام دسترخوان سے اٹھ جاتے۔

دسترخوان پر محرمات کو کھانا بہتر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے کہ ایسے دسترخوان پر بیٹھا جائے جس پر حرام چیزیں رکھی ہوں۔ عبد اللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جگہ کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے:

”عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ، وَإِنْ يَأْكُلُ (الرجل) وَهُوَ مُبْطِعٌ عَلَى بَطْنِهِ“۔ (ابو داؤد: ۲۴۰: ۳۷۷۴)

ایک تو اس دسترخوان پر بیٹھ کر جس پر شراب پی جا رہی ہو اور دوسری جگہ جہاں آدمی اونڈھے پیٹ کے بل لیٹ کر کھائے۔

دسترخوان پر ایک ساتھ کھانا باہمی الفت و محبت، اخوت و بھائی چارگی، ہمدردی

وانسیت کا آئینہ دار ہے۔ اس سے برکت نازل ہوتی ہے۔ نفرت کی دیواریں منہدم ہوتی ہیں۔ نفس کو آنسو دگی میسر ہوتی ہے، لہذا جب آدمی کھانا کھائے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کا مکمل پاس و لحاظ رکھے، گھر والوں کو ساتھ میں بیٹھا کر کھلائے۔ یہی اجتماعیت کی دلیل اور مرد مومن کی عمدہ خصلت و عادت سے متصف ہونے کی بہترین مثال ہے۔

باری باری کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے

دعوت میں لوگوں کو باری باری کھانا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ جب ایک بار میں مدعوین کو کھلانے کی گنجائش ہو تو ایک ہی بار بیٹھا کر کھلایا جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ اچھی چیز ہے اور گھر جنگ ہو بیٹھنے کی جگہ اتنی کشادہ نہ ہو کہ سارے لوگ ایک بار میں نہ آسکیں تو باری باری کھلائیں تاکہ کھلانے والے اور کھانے والے حرج میں مبتلا نہ ہوں۔ آج کل دعوتوں کی مجلس میں جب ایک ہی بار میں سارے لوگ اکٹھا ہو جاتے ہیں تو کھلانے والے دس دس پچاس پچاس لوگوں کو باری باری کھلاتے ہیں۔ بچے بوڑھے جوان سب ایک ساتھ کھاتے ہیں اور اس طرح میزبان کو پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے۔ بیک وقت سارے لوگ بیٹھ جاتے ہیں تو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے اور یہ ہمارے لئے اسوہ ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”أَمَرَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ أَنْ تَصْنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لِنَفْسِهِ خَاصَّةً، ثُمَّ أَرْسَلَنِي إِلَيْهِ فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ وَسَمَّى عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: أَتُذِنُ لِعَشْرَةٍ، فَاذِنْ لَهُمْ فَدَخَلُوا، فَقَالَ: كُلُوا وَسَمُّوا اللَّهَ، فَكَلُّوا، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ بِعَمَّا بَيْنَ رَجُلًا، ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ، وَأَهْلُ الْبَيْتِ وَسَمُّوا، وَتَرَكُوا سُورًا“۔ (مسلم مع النووي: ۲۱۸/۱۳: ۵۲۸۷)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ نبی ﷺ کے لئے ہی کھانا تیار کریں، پھر مجھ کو ان کے پاس بھیجا۔ نبی ﷺ اس میں اپنا ہاتھ رکھا اور بسم اللہ پڑھا۔ پھر فرمایا: اس کو اجازت دو (کہ وہ آئیں اور کھائیں)، ان کو اجازت دی گئی، وہ

تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھ لو)۔ انہوں نے کھایا یہاں تک کہ اس ح کر کے اسی (۸۰) لوگوں نے کھانا کھایا۔ پھر نبی ﷺ اور گھر والوں کو کھانا کھایا اور بسم اللہ پڑھے اور کھانا میں سے جو بچ رہا اس کو چھوڑ دیا۔

مہمانوں کو دسترخوان پر بلانے اور کھلانے کا انداز

جب مہمان دروازے پر حاضر ہو جائیں تو ان سے نرمی سے گفتگو کرنا اور ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا، ان کے لئے ہمدردانہ و خیر خواہانہ الفاظ اور عبارتیں استعمال کرنا ہی حسن ادب میں شامل ہے۔ دسترخوان پر ان کو لطیف عبارتوں سے بلایا جائے خوبصورت جملے بولے جائیں جن سے مہمانوں کی دلچسپی ہو نہ کہ ایسے جملے جن سے دل شکنی ہو۔ مہمانوں کے سامنے ایسی خوشگوار باتیں کی جائیں جن سے ان کے دل خوشیوں سے جھوم اٹھیں اور وہ اپنی بے عزتی خیال نہ کریں۔

قرآن مجید میں سورہ ذاریات کی آیت نمبر ۷ کی تلاوت کرتے ہیں تو اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو دیکھ کر جلدی جلدی کھانا تیار کر لیا اور ان کے سامنے پیش کر کے لطیف انداز میں فرمایا: ”الا تاكلون“ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں ہیں؟ اس عبارت میں کس قدر لطف و عنایت کا پرتو جھلکتا ہے اور نرم کلامی کا سلیقہ ملتا ہے۔ اس کے برعکس کہ کوئی یہ جملے کہے۔ آگے بڑھے، دسترخوان تیار ہے۔ آئیے، کھائیے، اپنے ہاتھوں کو کھانے میں رکھئے، کھانا شروع کیجئے۔

قرآن نے مہمانوں کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کرنے کا بہت ہی بہترین اسلوب عطا کیا ہے اور ہر میزبان کو یہ سبق سکھایا ہے کہ وہ مہمانوں کے ساتھ دسترخوان پر بلاتے وقت لطیف اور پر مسرت عبارتیں استعمال کریں۔ دل شکن اور نفرت آمیز باتوں سے پرہیز کریں۔ یہ بھی ایک عمدہ ادب ہے کہ دسترخوان پر مہمانوں کے پاس کھانے والی چیزوں کو قریب کیا جائے تاکہ ان کو ہاتھ بڑھانے میں مشقت نہ ہو۔ حسن ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مہمانوں کے سامنے کھانے والی چیزوں کو پیش کیا جائے اور مہمانوں کے لئے آسانیاں

پیدا کی جائیں۔

دستر خوان پر خوشگوار گفتگو

دستر خوان کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب مہمان دستر خوان پر بیٹھ جائیں تو ان کو خوشی خوشی کھانا تناول کرنے کے لئے خوشگوار گفتگو کی جائے۔ یہ ادب گرچہ مسنون نہیں ہے لیکن سنت رسول کے منافی بھی نہیں ہے۔ دستر خوان پر خوشگوار موڈ میں بیٹھنا جہاں غذا کو لذیذ بناتا ہے وہیں معدے میں ہلکا پن پیدا کرتا ہے۔ انسان بڑے سکون کے ساتھ کھا لیتا ہے اور اسے کسی طرح نہ گھٹن کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی مہمان ذہنی کرب و اذیت کا شکار ہوتا ہے۔ فرحت بخش باتوں سے غصہ افسردگی اور ناگواری کے عناصر زائل ہو جاتے ہیں۔ اس بات کا ضرور خیال رہے کہ باتیں اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوں۔ ایسی مزاحیہ باتوں سے اجتناب لازم ہے جن سے نفرت و عداوت کی بو آتی ہے یا ان سے تناؤ کی صورت پیدا ہونے کا امکان ہو یا جن سے کسی کے عزت و وقار کو ٹھیس پہنچے یا کسی کی غیبت و چغل خوری کی جائے۔

جدید سائنس نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ دستر خوان پر ایسے شرعی امور زیر بحث لائیں جائیں جن سے دفاعی تفریح ہو اور غم و غصہ فرو ہو جائے۔ معدے کے عضلات اور اعصاب جسمانی اعضا کو طاقت ملتی ہے۔ طبی تحقیقات کے مطابق جو لوگ غم و غصہ کی حالت میں کھاتے ہیں یا دل شکنی کی باتیں کرتے ہیں۔ کھاتے وقت ذہنی و جسمانی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت جلد معدے کے السر اور آنتوں کی دق کے مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

معاشرے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب بعض احباب اپنے گھر اعزہ و اقارب اور دوستوں کی دعوت کرتے ہیں تو دستر خوان پر بیٹے لحوں کی یاد تازہ کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور غم و غصہ کا اظہار کر بیٹھتے ہیں یا کسی پرانی یاد کو تازہ کر دیتے ہیں جو خوشیوں کے بجائے غم لائے یا تو تو میں میں کی نوبت پیدا کر دے۔ بسا اوقات نتیجہ یہ ہوتا

ہے کہ وہ دسترخوان سے اٹھ کر بغیر کھائے واپس چلے جاتے ہیں یا کھاتے بھی ہیں تو ذہنی تناؤ کے ساتھ کھاتے ہیں اس حالت میں کھانے سے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے احباب و رفقاء کے ساتھ کھانے کے وقت خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ دسترخوان پر یادوں کو بھلا کر ہمیں خوشی کھانا تناول کرنا چاہیے اور خوشگوار موڈ میں کھانے کی محفل سبجانی چاہیے۔ پر لطف اسلامی باتوں کو پیش کرنی چاہیے نہ کہ دل شکن باتیں میزبان کو یا مہمان میں سے کسی کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے ایک دوسرے کو تکلیف ہو۔ دسترخوان پر خوشگوار باتوں کے ساتھ کھانا تناول کرنا مسلمان کا ذہنی اور اعصابی نظام کی تبدیلی سے مکمل طور پر محفوظ ہونے کی ضمانت ہے۔

مہمانوں کو کھانے پر اصرار کرنا

نبی ﷺ کے بعض ہدایات میں سے اور آپ کی بعض معمولات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ مہمانوں سے کہتے رہتے کہ کھائیے، کھائیے اور کھائیے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے ابو ہریرہ کو فرمایا: پیو، پیو اور پیو حتیٰ کہ ان کا بیان ہے کہ مجھکو کہنا پڑا کہ اب میں پیٹ میں کوئی جگہ نہیں پارہا ہوں۔

جب ہم مہمانوں سے اس طرح کہیں گے تو وہ خوب شکم سیر ہو کر کھائیں گے۔ اگر کھانے میں ہم نے سرگوشیاں کیں اور مہمانوں کے ساتھ خلوص و محبت، ہمدردی و جاں نثاری کا برتاؤ نہیں کیا۔ اس کے ساتھ کھانے میں استہزاء و مذاق سے کام لیا، اس کو پیو، کھاؤ، یا اس قسم کے دیگر دل آزار و دل شکن کلمات سے نواز تو گویا ہم حق میزبانی کی طور پر ادا کرنے اور اپنا خلوص و محبت مہمانوں کو دینے سے محروم رہے۔

مہمان یا دوست ہمیشہ خلوص و محبت، ہمدردی اور دوستی کے ناطے آتا ہے۔ ایک قلبی لگاؤ ہوتا ہے جو کھینچ کر لاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو وہ حقیقی مہمان بھی نہیں بلکہ بن بلیا مہمان ہے جس کے ساتھ بے اعتنائی کا برتاؤ روا رکھا جا رہا ہے۔

مہمانوں کے ساتھ خوشدلی و خوش طبعی اور فراخ دلی کا برتاؤ کرنا، ان کے حقوق کی

پاس داری کرنا ضروری ہے۔ خندہ پیشانی سے ملنا، ان سے مل کر فرحت و انبساط محسوس کرنا چاہیے۔ یہ بھی ایک نعمت ہے جو دوست و مہمان کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے جبکہ بعض بدخلق لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کے بعض گندے اخلاق اور بدکلام ہونے کی وجہ سے ان کے پاس لوگ جانے سے کتراتے ہیں، غیر تو غیر اپنوں کا رشتہ کٹا رہتا ہے حالانکہ بعض خواہاں ہوتے ہیں کہ ہمارے پاس مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہے لیکن وہ اپنے پاس آنے والے مہمانوں کو خلوص و پیار نہیں دے پاتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ افراد روز بروز برگشتہ ہونے لگتے ہیں۔

چنانچہ ہر انسان کو مہمانوں کے ساتھ وسیع القلمی اور خوش دلی کا برتاؤ کرنا چاہیے، خود ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بہتر ہے، ان کو خود کھلانا چاہیے، اس سے محبت و دوستی میں اضافہ ہوگا اور تعلقات میں استحکام و دوام پیدا ہوگا۔

مہمانوں کے پسند اور ذوق کا بھی خیال رکھنا بیکہ ضروری ہے۔ بعض مہمان بڑے ہی پر تکلف ہوتے ہیں اور دسترخوان پر بیٹھ کر شرم محسوس کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آسودہ ہو کر نہیں کھا پاتے ہیں، لیکن میزبان جب اصرار کرے اور کہے کہ کھائیے اور کھائیے تھوڑا رکھے، تو اس طرح یہ شکم سیر ہو کر کھا سکتا ہے۔ میزبان کو یہ ادا نبھانی چاہیے اور مہمانوں کے ساتھ بہترین طریقے سے پیش آنا چاہئے۔

گوشت کو چاقو سے کاٹنا

نبی اکرم ﷺ گوشت کھایا کرتے اور اس زمانے میں اکثر بھونا ہوا گوشت کھایا جاتا تھا۔ جہاں بھی صحابہ شکار کرتے اس جانور کو بھوننے اور کھاتے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھی بھونا ہوا گوشت آتا۔ اس کے ذکر کا مقصد یہ نہیں کہ گوشت پکا کر نہ کھایا جائے بلکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے گوشت بھی کھائے، مطلب یہ ہے کہ گوشت عہد رسالت میں کثرت سے کھایا جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو بکری کا شانہ بڑا ہی محبوب تھا۔ اس کو خوب مزے کے ساتھ کھاتے تھے۔

یہاں پر جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ گوشت کو چھری یا کاٹنے کے آلہ سے کاٹ سکتے ہیں۔ جب احادیث رسول کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ گوشت کو چھری یا چاقو سے کاٹنا جائز ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

،،أَنَّهُ رَأَى كَتَفَ شَاةٍ فِي يَدِهِ، فَدَعَى إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَلْقَاهَا وَالسَّيِّئِينَ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ“۔ (بخاری مع الفتح: ۶۷۹/۹: ۵۴۰۸) کتاب الاطعمه

انہوں نے ان کے ہاتھ میں بکری کا شانہ دیکھا۔ نماز کے لئے اذان دی گئی۔ اس کو اور اس چھری کو جس سے اس کو کاٹ رہے تھے ڈال دیا۔ پھر کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

دوسری روایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

”صَفَّ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَمَرَ بِجَنْبِ فَشَوًى، وَأَخَذَ الشُّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحْتَزِّلُ بِهَا مِنْهُ، فَجَاءَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ بِالصَّلَاةِ، فَأَلْفَى الشُّفْرَةَ، وَقَالَ: مَا لَهُ تَرَبَّتْ يَدَاهُ؟ وَقَامَ يُصَلِّي“۔ (سنن ابی داود: ۸۲۱/۱: ۱۸۸) علامہ البانی نے ابوداود: ۶۷۱/۱ میں صحیح قرار دیا ہے

میں نے ایک رات نبی ﷺ کی ضیافت کی۔ پہلو کے گوشت کو بھوننے کا حکم دیا۔ (تیز دھار دار) چھری لیا۔ اس سے اس کو کاٹنے لگے۔ بلال آئے اور انہوں نے اذان دی۔ چھری کو نیچے ڈالا اور فرمایا۔ اس کا ہاتھ خاک آلود ہو اس کو کیا ہو گیا ہے؟ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔

اس سلسلہ میں گوشت کو چاقو سے نہ کاٹ کر دانتوں سے توڑنے کی جو بات بیان کی گئی ہے وہ مدلل نہیں ہے اور جن لوگوں نے سنن دارمی: (۱۴۳/۲-۱۴۵) میں صفوان بن امیر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت،،إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِنَّهُ هُوَ اللَّحْمُ نَهَسَا، فَإِنَّهُ أَشْهَى وَأَمْرًا“ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً وہ گوشت ہے توڑ کر کھانے کے لئے، یہی زیادہ خواہش کو پورا کرتا اور شکم سیری کا باعث ہے۔) اور سنن ابی داود:

(۳۵۹/۳) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ روایت، ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسَّكِينِ، فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ، إِنْهُسُوا نَهْسًا فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ“ (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گوشت کو چاقو سے مت کاٹو اس لئے کہ یہ عجمیوں کا فیشن ہے۔ اس کو دانتوں سے توڑ توڑ کر کھاؤ۔ وہ زیادہ خوشی پیدا کرنے اور پیٹ بھرنے کا باعث ہے) ”ضعیف ہے جس کو علامہ البانیؒ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (۲۱۸/۵-۲۱۹) اور ضعیف سنن ابی داود (۳۰۲) میں ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان سے استدلال درست نہیں ہے۔

میزبان پر مہمانوں کے حقوق

ضیافت و میزبانی ایک انسانی ضرورت ہے اور سماجی مظہر بھی کیوں کہ آدمی جس معاشرے میں رہتا ہے اس میں اس کا کسی سے نسبی تعلق ہوتا ہے اور کسی سے تجارت و معاملہ کا تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ ضیافت و میزبانی کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے جب کوئی اجنبی کسی ایسے شہر میں آئے جہاں اس کے قیام و طعام کی کوئی جگہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس مسافر کی ضیافت کرے۔

مذہب اسلام نے مسلمانوں کو عظمت و شرافت کے مقام پر فائز کیا ہے۔ انھیں ضیافت کی رغبت دلائی ہے اور ایک دوسرے کی توقیر و تعظیم کو شیوہ مسلمانی قرار دیا ہے۔

ضیافت و مہمان نوازی کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے۔ یہ چیز دور جاہلیت کے اندر موجود تھی اور اسلام نے بھی اسے اہمیت دے کر جزو ایمان قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ“۔ (صحیح بخاری ۶۰۱۹) کتاب الادب، باب الضیافۃ و نجباً)

”جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ مہمانوں کی ضیافت انبیاء کرام کا خاصہ رہا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم کے اس قرآنی واقعہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ. إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا

سَلَامًا قَالِ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ، فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعَجَلٍ سَمِينٍ“۔

(ذاریات: ۲۶، ۲۷)

کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے وہ جب ان کے یہاں آئے تو سلام کیا۔ ابراہیم نے سلام کا جواب دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھروالوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي مَجْهُودٌ فَأَرْسَلْ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ، ثُمَّ أَرْسَلْ إِلَى أُخْرَى، فَقَالَتْ: مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى قَالَتْ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَلِكَ لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ فَقَالَ: مَنْ يُضِيفُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، رَحِمَهُ اللَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَنْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: لَا إِلَّا قُوْتُ صَبِيَّتِي، قَالَ فَعَلَلِيهِمْ بِشَيْءٍ، فَإِذَا دَخَلَ ضَيْفَنَا فَاطْفَيْ السِّرَاجَ وَأَرِيهِ إِنَّا نَكُلُ فَإِذَا أَهْوَى لِيَاكُلَ فَقَوْمِي إِلَى السِّرَاجِ حَتَّى تَطْفِئِيهِ، قَالَ: فَفَعَلُوا أَكَلَ الضَّيْفُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: قَدْ عَجَبَ اللَّهُ مِنْ صَنِيعِكُمْ بِضَيْفِكُمْ اللَّيْلَةَ“۔ (صحیح مسلم مع النووی:

۲۵۴/۱۲، باب اكرام الضيف)

ایک شخص رسول اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے بڑی (بھوک کی) تکلیف ہے۔ آپ نے کسی بیوی کے پاس بھیج کر اس سے طلب کیا وہ بولی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، پھر آپ نے دوسری بیوی کے پاس بھیجا، اس نے بھی ویسا ہی کہا، یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات نے یہی جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: آج کی رات اس شخص کی مہمان نوازی کون کرے گا، اللہ اس پر رحم کرے؟ تب ایک انصاری اٹھے اور اسے اپنے ساتھ گھر لے کر چلے، اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کچھ ہے، اس نے جواب دیا: بچوں کے کھانے کے سوا کچھ

نہیں ہے۔ انصاری بولا: بچوں کو کسی چیز سے بہلا پھسلا دے اور جب مہمان اندر آئے، تو چراغ بجھا دے، اسے یہ خیال ہو کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ جب کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو چراغ کے پاس کھڑی ہوئی اور اس کو بجھا دیا۔ وہ مہمانوں کے پاس بیٹھ گئے۔ اور مہمان نے کھانا کھالیا، جب صبح کے وقت انصاری دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ پر تعجب کا اظہار کیا ہے جو تو نے رات اپنے مہمان کے ساتھ کیا۔

زہد و تقویٰ، بھوک و پیاس پر صبر اور دنیاوی چیزوں پر فریفتہ نہ ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر وسعت و فراخی کا چراغ گھر میں روشن ہو تو وہاں سے کبھی سائل کو نہیں لوٹنا چاہیے اور نہ ہی مہمانوں کی ضیافت سے منہ موڑنا چاہیے کیوں کہ ایسا کرنا اسوہ محمدی کے عین خلاف ہے۔ مہمانوں کی تکریم و تعظیم جزو ایمان ہے، اور ان کی توہین ایک مذموم عادت۔ کوئی مہمان کو ذلیل و رسوا کرنا چاہے تو میزبان کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ حتی المقدور ان کا دفاع کرے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی تعلیم حضرت لوط علیہ السلام کے اس واقعہ کے اندر دی ہے۔

قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُوْنَ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزَوْْنَ قَالُوا أَوْكَمْ نَنُكَحُكَ عَنِ الْعَالَمِينَ قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ لِعُمُرِكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (حجر: ۶۸، ۷۰)

حضرت لوط نے کہا: یہ لوگ میرے مہمان ہیں تو مجھے رسوا نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو، وہ بولے: کیا ہم نے تجھے دنیا بھر کی ٹھیکداری سے منع نہیں کر رکھا ہے (لوط نے) کہا: اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں، تیری عمر کی قسم وہ تو اپنی بد مستی میں سرگرداں تھے۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

”انہوں نے ڈھٹائی اور بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: اے لوط! ان اجنبیوں کا کیا لگتا ہے؟ اور کیوں ان کی حمایت کرتا ہے؟ کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا ہے کہ اجنبیوں کی حمایت نہ کیا کرو یا ان کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو، یہ ساری گفتگو اس وقت ہوئی جبکہ

حضرت لوط کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ اجنبی مہمان اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور وہ اسی نانہجار قوم کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں جو ان فرشتوں کے ساتھ بد فعلی کے لئے مصرتھی۔ اس سے واضح ہوا کہ کسی کے گھر آئے مہمانوں کے ساتھ کوئی بد سلوکی، بد چلنی اور بداخلاقی کا برتاؤ کرنے کا ارادہ کرے تو میزبان کا یہ پورا حق بنتا ہے کہ وہ مکمل طور سے اس کا دفاع کرے۔

مہمانوں کے کھانے اور پینے کا انتظام کرنا، ان کی نشست و برخاست کے لئے اہل و عیال سے علاحدہ ایک جگہ خاص رکھنا، کچھ دیر ان سے الگ رہنا، ان کے کھانے سے خوش رہنا اور نہ کھانے سے غمگین و کبیدہ خاطر ہونا ان کی دلجوئی کے لئے خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے بات چیت کرنا میزبان کا امتیازی وصف ہونا چاہیے۔

مہمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلا ضرورت تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ اپنے لمبے قیام سے میزبان کو مشقت میں مبتلا نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ يَوْمَ وَلَيْلَةٍ وَالضَّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَتَوَيَّ عِنْدَهُ حَتَّى يَجُوزَ حَجَّهُ“۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۶۵۷/۱۳: ۶۱۳۵) صحیح ترمذی: ۲۹۳۲/۲

”جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اس کا جائز حق ایک دن اور رات ہے۔ مہمان کا حق تین دن ہے، اس سے زیادہ ٹھہرے گا تو وہ صدقہ ہو گا اور مہمان کے لئے اتنی دیر قیام کرنا جائز نہیں کہ وہ اپنے میزبان کو گئی میں ڈال دے۔“

کتاب و سنت میں مہمانوں کی عزت کرنے کی جا بجا تاکید آئی ہے اور اس بات کی کھلی اجازت دی گئی ہے کہ مہمان جس کے گھر آئے اس سے وہ اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔

عقبہ بن عامر کا بیان ہے :

”میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ جب ہمیں بھیجتے ہیں تو ہم ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری ضیافت نہیں کرتے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر ایسے لوگوں کے پاس اترو (اگر وہ مہمان نوازی کریں) تو وہ چیزیں تم قبول کر لو جو مہمان

کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اگر نہ کریں تو ان سے مناسب مہمان کا حق لے لو۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۶۵۸/۱۳ (۶۱۴۷) مدۃ النعم فی شرح صحیح مسلم: ۱۷۱/۲۵۵/۱۷۲)

مہمان نوازی نہ کرنا بد اخلاقی، بخالت اور خست و دنائت کی دلیل ہے۔ قرآن کی آیت اس کی واضح مثال ہے: ”فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ اِذَا اَتٰیَا اَهْلَ قَرْیَةٍ اَسْتَطْعَمَا فَاَبْوَانُ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَ فَاَقَامَهَا قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اْجْرًا“۔ (الکہف: ۷۷)

پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس، آکر ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا۔ دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گر رہی تھی اس نے اسے ٹھیک اور درست کر دیا، موسیٰ کہنے لگے: اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔ بقول صلاح الدین یوسف یعنی یہ بخیلوں اور لیسیموں کی بستی تھی کہ مہمانوں کی مہمان نوازی سے ہی انکار کر دیا، دراصل حالانکہ مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا ہر شریعت کی اخلاقی تعلیمات کا اہم حصہ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے بھی مہمان نوازی اور اکرام ضیف کو ایمان کا تقاضا قرار دیا ہے۔ فرمایا:

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ“۔ (فیض القدر بشرح

الجامع الصغیر ۲۰۹/۵)

مہمان جب گھر سے رخصت ہونے لگے تو اس کے ساتھ دروازے تک جانا سنت رسول ہے۔ جان لیں کہ مہمانوں کو کبھی گھر سے رخصت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے ساتھ دروازے تک آنا جہاں سنت رسول ہے وہاں بہت سے شکوک و شبہات کا تریاق بھی ہے۔ اگر میزبان اپنے مہمانوں کو گھر سے بغیر دروازے تک آئے رخصت کر دیتا ہے تو اس نے لاکھ تو اضع و خاطر مدارات کیا ہو لیکن ان کے دلوں میں ایسے خیالات جنم لے سکتے ہیں کہ اس نے ہماری کوئی عزت نہیں کی اور اس کے دلوں میں ہمارا کوئی احترام نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں اس وقت ختم ہو جاتی ہیں جب میزبان مہمان کے ساتھ اس کو لا کر اپنے دروازے پر رخصت کرتا ہے اور لوگوں کی بدگمانیاں بھی اس صورت میں ختم ہو جائیں گی جو

وہ میزبان کو تنہا گھر سے نکلتے دیکھ کر مختلف قسم کے خیالات میں ڈوب جاتے ہیں اور یہ سوچنے لگتے ہیں کہ یہ غیر اس گھر میں آخر کیوں گیا، جبکہ وہ گھر کا آدمی نہیں ہے۔ اس لئے مہمانوں کو ہنک عزت سے بچانا بھی میزبان کا اہم حق ہے۔

اگر ایک شخص اپنے مہمان کی ضیافت کرتا ہے تو بالضرور اس پر عزت و احترام کے پھول بچھا اور کئے جائیں گے کیوں کہ یہی دستورِ زمانہ ہے اور صفاتِ عالیہ کی تکمیل اور مکارمِ اخلاق کی بلندی بھی اسی وقت ممکن ہے جب مہمانوں کے حقوق کو صحیح ڈھنگ سے ادا کیا جائے۔

جہاں میزبان مہمانوں کے آدابِ ضیافت کا التزام کرتا ہے وہیں مہمانوں کا حق بنتا ہے کہ وہ میزبان کے لئے دعا کرے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے پاس تشریف لائے ہم لوگوں نے کھانا اور وطبہ (یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجور پنیر اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے دیکھئے: جامع الاصول: ۳۹۷/۷) آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے کھایا، کھجور کھاتے اور گٹھلی کو دونوں انگلیوں کے درمیان رکھتے یعنی گٹھلیاں کھجور میں نہیں ملاتے، انہیں الگ رکھتے، پانی پیا اور جو آپ کے دہنی جانب تھا اسے دیدیا، میرے والد نے آپ کی سواری کی تکمیل تمام لی اور کہا کہ آپ میرے لئے دعا کر دیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ فَاعْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ“۔ (صحیح مسلم مع النووی: ۱۳/۲۳۷، سنن ترمذی مع الخفہ: ۲۹/۱۰، عمل الیوم واللیلۃ: ص ۴۷۷)

اے اللہ! تو ان کی روزی میں برکت دے، ان کی بخشش فرما اور ان پر رحم کر۔
حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے گھر گئے، ان کے پاس کھانا کھایا، جب نکلنے کا ارادہ کیا تو گھر کے ایک گوشہ میں دری بچھانے کا حکم دیا۔ آپ نے نماز ادا کی اور ان کے لئے دعا کی۔

دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے جہاں آپ کی خدمت میں روٹی اور تیل پیش کیا گیا۔ آپ نے کھانے کے بعد یہ دعا کی:

”أَفْطَرَعِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامُكُمْ إِلَّا بُرَاؤُ وَصَلْتُ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ“۔ (ابوداؤد: ۳۸۵۳) شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ابن حبان (۱۳۵۳) نے بھی عبداللہ بن زبیر دالی روایت کو صحیح قرار دیا ہے

تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، نیکوکاروں نے کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے اوپر رحمت و برکت کی دعائیں کیں۔

ان روایتوں کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ کسی کے گھر کھا کر رہ جانا کافی نہیں ہے بلکہ کھانے والے کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں دعا کرے، خیر و برکت کی دعائیں اور بھلی باتیں، ایسی باتیں ہرگز بیان نہ کرے جو دل شکن ہوں۔

بعض فقہاء کا بیان ہے کہ میزبان کا مہمان کے اوپر یہ حق ہے کہ وہ وہیں بیٹھے جہاں میزبان بیٹھائے ان چیزوں کو خوشی خوشی کھائے جو اس کے سامنے پیش کرے، میزبان کی اجازت کے بغیر کھڑا نہ ہو، وہاں سے رخصت ہوتے وقت میزبان کے حق میں رحمت و برکت اور فراخی و وسعت کی دعا کرے۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۳۴۵/۵)

قرآن کریم کی آیتوں اور بیان کردہ اگلی امتوں کے واقعات پر غور کرتے ہیں تو بعض قوموں کی تہذیب و شائستگی کا علم ہوتا ہے۔ ان کی طرز زندگی اور حسن ضیافت کا اندازہ ہوتا ہے قرآن کریم نے سورہ یوسف میں ایک نقشہ بایں طور کھینچا ہے:

”وَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَكِبًا وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا“۔ (سورہ یوسف: ۳۱، ۳۰)

ترجمہ: جب عزیز کی بیوی نے مکاری کی یہ باتیں سنیں تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے مسندیں آراستہ کیں اور (دستور کے مطابق) ہر ایک کو ایک ایک چھری پیش کر دی (کہ کھانے میں کام آئے)۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر، ترجمان القرآن: (۳/۴۳۵) میں لکھا ہے۔

”(اس آیت کریمہ سے) ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس زمانہ کی مصری

معاشرت کس درجہ شائستہ ہو چکی تھی۔ ضیافت کی مجلسیں خاص طور پر آراستہ کی جاتی تھیں۔ نشست کے لئے مسندیں لگائیں جاتی تھیں، کھانے کے لئے ہر شخص کے سامنے چھری رکھی جاتی تھی، مسندوں کے اہتمام کا حال اس سے معلوم ہو گیا کہ ”واعتدت لهن متکا“ مصر کے آثار قدیمہ اور یونانی مؤرخوں کی شہادت سے جو حالات روشنی میں آئے ہیں ان میں بھی اس متمدن معاشرت کی تصدیق ہوتی ہے، خصوصاً ان نقوش سے جن میں امراء کی مجلسوں کا مرقع دکھایا گیا ہے اور جو قرآن کے ان اشارات کی پوری تفسیر ہیں۔“

کھانے والوں کے انتظار کرنے کا شرعی حکم

اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے کہ دسترخوان پر کھانا اجتماعیت کا مظہر اور سنت نبوی کا آئینہ دار ہے اور ایسا کرنے والا شخص حقیقی معنوں میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا پاس دار ہے۔

یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ دسترخوان پر گھر کے جملہ افراد ہوتے ہیں یا عمومی دعوتوں میں جم غفیر بالخصوص شادی بیاہ کے موقعہ پر جو دعوت قبول ہوتی ہے اس میں ایک بھیڑ ہوتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کھالینے کے بعد ان تمام کی رعایت کرنا لازم ہے یا کھانے سے فارغ ہو کر بالفور اٹھ جانا اور ہاتھ دھو لینا بہتر ہے۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ کھانیوالوں کے انتظار میں بیٹھے رہنا نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ عام دعوتوں کے اندر یا دسترخوان پر بیٹھے چند افراد کے ساتھ کھانے میں تمام لوگوں کے انتظار میں بیٹھنا، اور چھوٹوں کا بڑوں کے انتظار میں بیٹھنا، کم کھانے والوں کا زیادہ کھانے والوں کے انتظار میں بیٹھنا لازم قرار پائے گا۔

ہاں! جہاں معاشرے کے اندر یہ چیز خوش دلی سے برتی جا رہی ہو وہاں ایسا کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں کیوں کہ یہ شرعی اصولوں کے منافی بھی نہیں ہے، اس سلسلہ میں کوئی قطعی نص ہوتا تو اسے شریعت میں حارج تسلیم کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہے۔

فائدہ : اس کے بارے میں کچھ ضعیف حدیثیں وارد ہیں جن کو افادہ عام کی غرض

سے ذکر کرنا مناسب ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دسترخوان اٹھائے جانے سے قبل کھا کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ البانیؒ نے ”سنن ابن ماجہ: (۳۰۹/۲) اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (۴۱۲/۱) (۲۳۹) میں ”ضعیف جدا“ قرار دیا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب دسترخوان چن دیا جائے تو کوئی آدمی نہ کھڑا ہو یہاں تک کہ کھانے کے بعد دسترخوان اٹھالیا جائے، اپنا ہاتھ نہ اٹھائے گرچہ وہ آسودہ ہو چکا ہو یہاں تک کہ تمام لوگ فارغ ہو جائیں کیوں کہ اس بات کا خدشہ ہے کہ اس کا ساتھی شرمندہ ہو جائے اور وہ اپنا ہاتھ روک لے حالانکہ اسے مزید کھانے کی ضرورت ہو۔

امام بصری نے عبد الاعلیٰ العین کی وجہ سے اسے ”ضعیف جدا“ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے مجمع الزوائد: ۱۴/۴)

ابونعیم کا بیان ہے کہ وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے مناکیر حدیثیں بیان کیا کرتا اور یہ بھی انہی میں سے ایک ہے، دارقطنی نے غری ثقہ کہا اور ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سے دلیل اخذ کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ البانیؒ نے اسے ”ضعیف سنن ابن ماجہ: (ص ۲۶۷) (۳۳۵۸) اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: (۲۳۸) میں ”ضعیف جدا“ قرار دیا ہے۔

مہمانوں کو کھانے کے تمام اقسام کی خبر دینا

میزبان جب ضیافت کرے اور دسترخوان پر لوگوں کو بلائے تو وہ کھانے کو ایک ہی بار دسترخوان پر رکھے تو ایسی صورت میں کھانے کی تمام قسمیں مہمانوں کے سامنے ہوتی ہیں اور وہ حسب ضرورت ان میں سے کھاتے ہیں لیکن میزبان جب کھانے کی تمام قسموں کو دسترخوان پر لگاتا رہے تو مہمانوں اور مدعوین حضرات کو کھانے کی کمیت کے بارے میں اور ان کی قسموں کے بارے میں آگاہ کر دے تاکہ کھانے والے صرف ایک ہی کھانے پر اکتفا نہ کریں بسا اوقات مہمان ایک ہی طرح کے کھانے کو تناول فرما کر فوراً دسترخوان چھوڑ دیں

گے اور عفت کی بناء پر میزبان سے مزید کے بارے میں دریافت نہیں کر پائیں گے نتیجہ یہ ہو گا کہ میزبان نے جو کچھ مہمانوں کے لئے تیار کیا ہو گا وہ یونہی بیکار ہو جائے گا اور میزبان کو افسوس ہو گا۔ چنانچہ یہ بہت ضروری ہے کہ وہ مہمانوں اور کھانے والوں کو خبر دے دیں کہ ابھی کئی طرح کے کھانے کی چیزوں کا آنا باقی ہے۔ جب سارے لوگ یہ جان لیں گے تو دوسری چیزوں کی آمد کا انتظار کریں گے اور دسترخوان سے اٹھنے میں جلدی نہیں مچائیں گے۔

گھر والوں کے لئے بھی کھانا چھوڑنا

دعوت کے موقع پر عمومی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کھلانے والے اہل خانہ بعد ہی میں کھاتے ہیں۔ پہلے مہمانوں کے لئے بہترین کھانوں کا انتظام کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کھانا مہمانوں کے لئے کم نہ پڑے۔ ادب کا طریقہ یہ ہے کہ مہمان جب کھانا کھائے تو تمام کھانوں کو صفا چٹ نہ کر جائے بلکہ گھر والوں کے لئے بھی چھوڑے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب مہمان میں زیادہ کھانے اور حرص و طمع کی بیماری نہ ہو اور نہ سامنے رکھے سارے کھانوں کو کھا جانے کی بری عادت ہو۔ جب میزبان کے بارے میں یہ معلوم ہو تو وہ اکثر مہمانوں کی فراغت کے بعد ہی کھاتے ہیں گھر والوں کے لئے کھانا چھوڑ دینا ہی عمدہ خصلت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”أَمَرَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ أَنْ تَصْنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لِنَفْسِهِ خَاصَّةً، ثُمَّ أَرْسَلَنِي إِلَيْهِ فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ وَسَمَى عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: ائْذِنْ لِعَشْرَةٍ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَقَالَ: كُلُوا وَسَمُّوا إِلَيْهِ فَكَلُّوا، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ بِثَمَانِينَ رَجُلًا ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَهْلُ الْبَيْتِ وَسَمُّوا وَتَرَكُوا سُورًا“۔ (مسلم)

۲۱۸/۱۳۔ النورۃ (۵۲۸۷) کتاب الاطعمہ

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو خاص نبی ﷺ کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے حکم دیا۔ پھر مجھ کو ان کے پاس بھیجا۔ نبی ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور بسم اللہ کہا پھر فرمایا: دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو۔ ان کو اجازت دی گئی

اور وہ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: کھاؤ اور بسم اللہ پڑھو چنانچہ انہوں نے کھایا۔ اس طرح اسی (۸۰) آدمیوں نے کھانا کھایا۔ نبی ﷺ نے اس کے بعد اور گھر والوں نے کھایا اور جو باقی بچ گیا اسے چھوڑ دیا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس ضمن میں بیان کیا ہے: قوله "ثُمَّ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَكَلَ أَهْلُ الْبَيْتِ فِيهِ إِنَّهُ يَسْتَحِبُّ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ وَأَهْلِهِ أَنْ يَكُونُوا أَكْلَهُمْ بَعْدَ فِرَاغِ الصَّبْيَانِ" . (المہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: ۲۱۹/۱۳)، پھر رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت نے کھانا کھایا اس میں صاحب طعام اور اس کے گھر والوں کے لئے استحباب یہ ہے کہ وہ بچوں کے فارغ ہونے کے بعد ہی تناول فرمائیں۔

آسودگی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ نے زمین پر پائی جانے والی تمام چیزوں کو کھانے کی مکمل اجازت دی ہے بلایہ کہ کسی کے بارے میں حرمت پر دلالت کرنے والے شرعی نصوص موجود ہوں۔ ان میں شرعی حدود کا پاس و لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینا اور شیطان کا بھائی بننا ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الاعراف: ۳۱)
کھاؤ، پیو، حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد اعتدال سے تجاوز کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: وَلَا تُبْذِرْ تَبْدِيرًا إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (بنی اسرائیل: ۲۶: ۲۷)

فضول خرچی نہ کرو۔ یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔
نیز فرمایا: وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرِّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

(الانعام: ۱۴۱)

وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو باڑھوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو باڑھوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون و انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ہیں، ان سب پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئیں اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن ادا کر دیا کرو، حد سے تجاوز نہ کرو یقیناً حد سے گزرنے والوں کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے جس کو امام بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: كُلْ وَاشْرَبْ وَالْبَسْ وَتَصَدَّقْ فِي غَيْرِ سَرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ۔ یعنی فضول خرچی اور کبر و ناز کے بغیر کھاؤ، پیو، پہنو، اور صدقہ کرو۔

ان مذکورہ قرآنی آیات وحدیث کے اندر کھانے اور پینے میں درمیانہ روی اور اعتدال پسندی کی تاکید کی گئی ہے اور ان چیزوں کے کھانے کی رغبت دلائی گئی ہے جن میں صحت و تندرستی کے عناصر موجود ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ انسانی جسموں کے اندر تروتازگی پیدا ہوتی ہے اور روحانی و جسمانی اصلاح کے بہترین وسائل مہیا ہوتے ہیں ان کے اندر ایسے امور سے بچنے کی تاکید ہے جن سے نقصان پہنچنے کا عین امکان ہے۔

امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ سیاق آیت کی رو سے زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ کھانے اور پینے میں اسراف و فضول خرچی ممنوع ہے کیوں کہ بسیار خوری جسم و عقل کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۳۶)

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جملہ معاملات کو یکجا کر دیا ہے چنانچہ صحت و تندرستی کی بحالی کے لئے ہر شخص کو پیٹ بھر کھانے سے بچنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وَعَاءَ شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ لَقِيمَاتٍ يَقُفْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فُتِلَتْ لِبَطْعَامِهِ وَتِلَتْ لِشَرَابِهِ وَتِلَتْ لِنَفْسِهِ۔

(صحیح سنن ترمذی: (۲/۳۳۱۲) اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

(صحیح سنن ترمذی: (۲/۳۳۱۲) اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

ابن آدم پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرتا۔ ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں اگر ایسا نہ کر کے زیادہ کا شوق کرے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی اپنے نفس کے لئے۔

حضرت نافع کا بیان ہے:

”إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُؤْتِيَ بِمِسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَتَى يَوْمًا بَرَجُلٍ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَكَلَ كَثِيرًا فَقَالَ لِخَادِمِهِ: لَا تَدْخُلْ هَذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءَ»۔ (صحیح بخاری مع الفتح: (۱۲/۲۹۲) (۵۳۹۳)، صحیح مسلم مع النووی: (۱۳/۲۶۶) (۱۸۲) (۱۸۳)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے جب تک اپنے ساتھ کھانے میں کسی محتاج کو شریک نہ کر لیا کرتے۔ ایک دن میں ان کے سات کھانے کے لئے ایک شخص کو لایا۔ اس نے بہت زیادہ کھایا۔ آپ نے فرمایا: اے نافع! اسے مت لایا کرو کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ مومن ایک معدے میں کھاتا ہے اور کافر سات معدے میں کھاتا ہے۔

دوسری روایت کے مطابق زیادہ کھانے والا شخص مکہ کا باشندہ البونہیک تھا۔ عبداللہ بن عمر نے اس سے کہا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کافر سات معدے میں کھاتا ہے تو اس نے کہا: میں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری: (۱۲/۲۹۲) (۵۳۹۵)۔ الفتح، کتاب الاطعمہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ضَافَهُ ضَيْفًا وَهُوَ كَافِرٌ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ بِشَاةٍ فَحَلَبْتُ فَشَرِبْتُ حِلَابَهَا ثُمَّ أُخْرِي فَشَرِبْتُ ثُمَّ أُخْرِي فَشَرِبْتُ حَتَّى شَرِبْتُ

حَلَالٍ، سَبَعَ شِيَاهُ ثُمَّ إِنَّهُ أَصْبَحَ فَأَسْلَمَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِشَاةٍ فَشَرِبَ حَلَالَهَا ثُمَّ أَمَرَ بِأُخْرَى فَلَمْ يَسْتَيْمُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَلْمُؤْمِنُ يَشْرِبُ فِي مَعَى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَشْرِبُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ“۔ (صحیح مسلم: ۲۹۸/۵)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کافر آیا اور آپ نے اس کی ضیافت کی آپ نے حکم دیا، ایک بکری کا دودھ دوہا گیا، وہ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دوہا گیا، وہ بھی پی گیا، پھر تیسری بکری کا دودھ دوہا گیا، وہ بھی پی گیا، حتیٰ کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا پھر صبح کے وقت وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے ایک بکری کو دوہنے کا حکم دیا: ایک بکری کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری کا حکم دیا تو وہ پورا نہ پی سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سانت آنتوں میں پیتا ہے۔

مومن کی شان ہی کم خوری ہے۔ اسے بخوبی علم ہے کہ کھانے سے شریعت کا مقصد بھوک ختم کرنا، زندگی کی سانس باقی رکھنا اور عبادت میں تقویت حاصل کرنا ہے۔ اگر مومن بسیار خوری کا عادی ہو جائے تو یہ کسی عارضہ کی بنا پر ہے کیوں کہ خوف الہی اس کے ذہن و دماغ میں ضرورت سے زائد کھالینے کے بارے میں سوال اٹھاتا رہتا ہے یہی وجہ کہ ضرورت سے زیادہ کے استعمال سے بے نیاز ہوتا ہے، اس کے برعکس کافر مقصد شریعت سے ناواقف ہوتا ہے، وہ دلی خواہشات کا غلام اور حرام چیزوں کے استعمال کا عادی ہوتا ہے، اسے حساب و کتاب کا نہ ڈر ہے اور نہ ہی کسی نعمت کے بارے میں سوال کا خوف، ان میں سے بعض کم کھانے کے عادی ہوں تو وہ محض ریاضت و ورزش کے لئے یا کمزوری معده یا ناقابل علاج مرض میں مبتلا ہونے کے سبب یا ڈاکٹروں کے مشورے کی تعمیل میں ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ امام نووی کے نزدیک مختاریہ ہے کہ بعض مومنین ایک معدے میں کھاتے ہیں اور کفار سات معدے میں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساتوں میں سے ہر ایک معدہ مومن کے معدے کے مانند ہوا کرتا ہے۔

قاضی عیاض کا قول ہے کہ انسانی معدے میں فرق ہوتا ہے۔ انہوں نے قرطبی کا یہ قول

نقل کیا ہے کہ کھانے کی خواہشیں سات قسم کی ہوتی ہیں: شہوت طبع، شہوت نفس، شہوت عین، شہوت فم، شہوت اذن، شہوت انف اور شہوت جوع۔ یہ آخری خواہش مومن کی ایک اہم ضرورت ہے۔ بھوک کو ختم کرنے کے لئے کھانا کھاتا ہے اور کافر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان تمام شہوتوں کو حاصل کرے۔

ابن اتین کا قول ہے کہ کھانے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ کچھ لوگ بلا ضرورت کھاتے ہیں اور یہ کار جاہلاں (جاہلوں کا کام) ہے۔ کچھ لوگ بھوک مٹانے کے لئے کھاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ نفسانی خواہشات کو کم کرنے کے لئے بھوکا رہنا پسند کرتے ہیں۔ بسا اوقات کھاتے بھی ہیں تو اتنا ہی جو زندگی کی رقی باقی رکھنے کے لئے کافی ہو۔ (فتح الباری: ۱۲/۲۹۷)

کوئی فاقہ کشی سے دوچار ہو، اللہ کی عبادت و ذکر میں مشغول رہتا ہو، کئی کئی دن گزر جاتے ہوں لیکن کھانے کو کچھ نہ ملتا ہو، ناگہاں کسی دن کھانے کی کوئی چیز پائے تو شکم سیر ہو کر کھالے تو یہ بسیار خوری میں داخل نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے۔ شمع رسالت کے پروانوں میں اس طرح کی بہت ساری مثالیں بھری پڑی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَمَرَهُ أَنْ يَدْعُو أَهْلَ الصُّفَّةِ لِيَشْرَبَ قَدَحٌ مِنَ اللَّبَنِ، فَقَالَ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوا فَاسْتَاذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ، وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: يَا أَبَاهِرُ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولُ اللَّهِ: قَالَ: خُذْ فَأَعْطِهِمْ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرَوِي، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحِ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرَوِي، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحِ، فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرَوِي ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحِ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ وَقَدْ رَوَى الْقَوْمُ كُلُّهُمْ“۔ (صحیح البخاری: ۶۴۵۳/۱۲۲۲۳ الادب الشرعیہ: ۱۲۲/۳)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا: یہ دودھ کا پیالہ ہے، اسے اصحاب صفہ کو پلاؤ۔ ان کا بیان ہے کہ میں ان کے پاس آیا اور ان کو دعوت

دی۔ وہ آئے، اجازت چاہی، ان کو اجازت دی گئی۔ گھر میں اپنی جگہ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے کہا: میں حاضر ہوں اے رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ لو اور ان کو دو، میں نے پیالہ لیا اور آدمی کو دینے لگا۔ وہ پیا اور سیراب ہوا پھر پیالہ مجھے لوٹا دیا۔ میں نے دوسرے کو دیا وہ پی کر سیراب ہوا اور پیالہ مجھے لوٹا دیا یہاں تک کہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور تمام قوم سیراب ہو گئی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دودھ کا پیالہ پیش کیا اور انہوں نے پیا۔ آپ نے دوسری اور تیسری مرتبہ فرمایا: آخر کار انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اسے پینے کی کوئی راہ نہیں پاتا۔

ابن عبد البر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: ”زیادہ کھانے اور پیٹ بھرنے سے بچو۔ یقیناً وہ نماز سے غافل کرنے اور جسم کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔ کھانے اور پینے میں درمیانہ روی کو لازم پکڑو۔ یہ حرص و ہوس سے دور تر، جسم کے لئے صحت بخش اور عبادت میں معاون ہے۔ جب دین پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی کی تباہی مسلم ہو جاتی ہے۔“
فضیل بن عیاض کا قول ہے:

”دو چیزیں ایسی ہیں جو دل کو پتھر کی مانند سخت بنا دیتی ہیں۔ کثرت کلامی (زیادہ بولنا) اور بسیار خوری (زیادہ کھانا)۔ (الآداب الشرعیہ: ۱۳۲/۳)

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی۔ اے میرے بیٹے! آسودگی سے زیادہ نہ کھایا کرو کیوں کہ کتے کے لئے اس کا چھوڑ دینا تیرے کھانے سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے جو نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔
ارشاد ہے: یَوْمَ يُعْرِضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔ (الاحقاف: ۲۰)

اور جس دن کافر جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) تم

نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی ہی میں برباد کر دیں اور ان سے فائدے اٹھا چکے۔
مفسرین کرام نے ”طیبات“ سے وہ نعمتیں مراد لی ہیں جن کو انسان ذوق و شوق سے کھاتا ہے اور استعمال کرتا ہے، ان سے لذت و خوشی محسوس کرتا ہے۔ یہ اس کو آخرت کے ذکر و فکر سے غافل اور نعمتوں کی بازیابی پر شکر گزاری سے بے بہرہ کر دے تو اس سے اخروی نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ جب ایک کافر دنیا میں نیک عمل کرتا ہے جبکہ یومِ معاد پر اس کا یقین نہیں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر اسے نفیس اور عمدہ غذائیں عطا کر دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمَلَ حَسَنَةً أَطْعَمَ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ“.

(صحیح مسلم: ۲۸۰۸/باب صفة القيامة)

جب کافر کوئی کارِ خیر کرتا ہے تو اسے بطور بدلہ دنیا کے اندر کھلادیا جاتا ہے اور مومن کی نیکیاں آخرت کے لئے ذخیرہ کر دی جاتی ہیں۔ اور دنیا میں طاعت و فرمانبرداری کی بنا پر اسے روزی عطا کی جاتی ہے۔

مومن و کافر کے اندر خط امتیاز یہی ہے کہ وہ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار نہیں ہوتا۔ آخرت کی فکر سے بے توجہی ہوتی ہے۔ وہ سرکش و باغی ہوتا ہے لیکن مومن شکر گزار، فکر آخرت کے ساتھ نعمتِ الہی کا استعمال کرنے والا اور اس کی قدر کرنے والا ہوتا ہے۔

بعض صحابہ کرام کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کے سامنے عمدہ چیزیں آتیں تو یہ مذکورہ بالا آیت انھیں یاد آ جاتی اور وہ اسے ڈر سے ترک کر دیتے کہ کہیں آخرت میں ہمیں بھی نہ کہہ دیا جائے کہ تم نے اپنے مزے دنیا میں لوٹ لئے تو یہ ان کی وہ کیفیت ہے جو غایتِ ورع اور زہد و تقویٰ کی مظہر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اچھی نعمتوں کا استعمال وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

مشائخِ حنفیہ نے دو مقامات کے علاوہ آسودگی سے زائد کھانا حرام قرار دیا ہے، گویا رخصت و وجاہوں میں ہے۔ پہلا مقام یہ ہے کہ روزہ رکھنے میں تقویتِ مقصود ہو تو زیادہ کھانا

جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ آدمی مہمان کے ساتھ کھارہا ہو۔ اس کا مہمان آسودہ نہ ہوا ہو لیکن اسے یہ معلوم ہو کہ اگر یہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے تو مہمان شرم و حیا کی وجہ سے کھانے سے رک جائے گا اس صورت میں اس کا آسودگی سے زیادہ کھانا جائز ہے۔ (الآداب الشرعیہ: ۱۳۸/۳)

آسودگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جو اس سے بہرور ہوگا اسے دنیا سے بے رغبتی ہوگی اور اللہ کی طرف زیادہ جھکاؤ ہوگا۔ اللہ کی دی ہوئی چیزوں سے پر قانع ہوگا اس کے دل میں دوسروں کے لئے جگہ ہوگی۔ اس کا دسترخوان وسیع ہوگا اور یہی مومن کی شان ہے کہ اس کے پاس ایک کے کھانے میں دو کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ“۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۲۹۰/۱۲) (۵۳۹۲) صحیح مسلم مع النووی: (۲۶۰/۱۳)

دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةِ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَّةِ“۔ (صحیح سنن ابن ماجہ: ۲۳۷/۲) (۳۳۵۰) مجمع الزوائد، بیٹھی: ۵۸۱/۱۰ (۱۸۲۸) مسند بزار مع کشف الاستار: (۲۵۸/۴)، معجم الکبیر للطبرانی: (۱۲۶/۲۲) (۳۲۷) تحقیق حمی عبد المجید السلفی، الترغیب والترہیب للمندری: (۱۲۲/۳)، علامہ البانی نے ”مسئلۃ الاحادیث الصحیحہ“ (۶۷۲/۱) (۳۴۳) میں ”حسن“ قرار دیا ہے۔

یعنی ایک آدمی کا کھانا۔ دو آدمی کے لئے، دو آدمیوں کا کھانا چار آدمی کے لئے، اور چار آدمی کا کھانا آٹھ آدمی کے لئے کافی ہوتا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ڈکار لیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو حنیفہ! تو نے کیا کھایا ہے؟ میں نے کہا: گوشت اور روٹی۔ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بھوکا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں زیادہ آسودہ حال ہو۔ محمد عربی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سادگی کا آئینہ دار اور عبرت

وموعظت کا نمونہ ہے۔ اس مادیت کے دور میں تمام لوگوں کو ان کی سیرتوں کا مطالعہ کر کے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ کس قدر فاقہ کشی میں ان کی زندگی گزرتی تھی۔ میں بطور مثال چند حدیثیں پیش کروں جو شاید قلب و ذہن میں سادگی پیدا کرنے میں معاون بن سکیں۔

ابوحازم کی روایت ہے کہ میں نے سہیل بن سعد سے پوچھا: کیا حضور ﷺ نے میدہ کھایا ہے؟ انہوں نے کہا: جب سے اللہ نے آپ کو تاج نبوت سے سرفراز فرمایا ہے انہوں نے اپنی وفات تک میدہ دیکھا تک نہیں۔ میں نے پوچھا: آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں۔ انہوں نے کہا: جب سے اللہ نے آپ کو پیغمبر بنایا اپنی وفات تک چھلنی دیکھی تک نہیں۔ میں نے پوچھا: جب چھلنی نہیں تھی تو تم جو کی روٹی کیسے کھایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: جو کو پیس کر ہم منہ سے پھونک دیا کرتے، جو اڑ جاتا، اڑ جاتا اور جو رہ جاتا اس کو گوندھ کر روٹی پکایا کرتے۔

ایک روایت میں ہے: ”إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مُّصَلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنَ الْخُبْزِ الشَّعِيرِ“۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گزر چند لوگوں پر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ کو بلایا۔ انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: حضور ﷺ دنیا سے جا چکے لیکن انہوں نے جو کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے: ”مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبَرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاغَا حَتَّى قُبِضَ“۔ (صحیح بخاری مع التلخیص: ۳۱۲/۱۲) (۵۴۱۳) کتاب الاطعمہ، باب ما کان النبی (و صحابہ) یأکلون

جب سے نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تین رات تک روز گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ”إِنَّا كُنَّا آلُ مُحَمَّدٍ نَمْكِكُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ نَارًا، إِنَّ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ“۔ (صحیح مسلم: ۲۹۷۲)

ہم آل محمد مہینوں آگ نہیں جلاتے تھے، صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوا کرتا تھا۔ کسی شاعر نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

قد موموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا
ہیں دوسروں کے واسطے سیم وزر و گہر
اپنا یہ حال ہے کہ ہے چولہا بجھا ہوا
کسری کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور بوریا کھجور کا ہے گھر میں بچھا ہوا

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ صورت آپ کی تنگی معیشت کے سبب نہ تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بے مثال فیاضی و ایثار کا بھی اس کے اندر دخل تھا۔ عیش و آرام، مالداری سے بیزاری اور شکم سیری سے دوری آپ کے مزاج و طبیعت کا خاصہ بن چکا تھا۔ جذبہ ایثار آپ کا خاص وصف تھا۔ کھانے اور پینے والی تمام چیزوں کے رہنے کے باوجود دوسروں کو دے دینا، کم کھانا، پیانی و کھجور یا دودھ پر زندگی بسر کرنا نبی کریم ﷺ کی زندگی کا امتیازی وصف تھا۔ گلشن حیات محمدی کی شگفتہ کلیاں اس بات کی مکمل شہادت دیتی ہیں کہ آپ ﷺ نے زندگی کے پورے لمحات بقدر کفایت روزی کی طلب میں صرف کر دی۔ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا“۔ (صحیح بخاری: ۱۱/۱۱۰۵۵، صحیح مسلم: ۱۰۵۵)

اے اللہ! آل محمد کو اتنی روزی عطا کر جو زندگی کی رزق باقی رکھنے کے لئے کافی ہو۔ علوم شریعت کے سرچشمہ سے سیراب ہونے والے صحابہ کرام بھی اپنی بھوک و پیاس کی شدت نہ مٹا سکے۔ کبھی راحت و آرام کی نیند نہ سو سکے۔ کبھی فارغ البالی و خوشحالی کا منظر نہ دیکھ سکے۔ درخت کی پتیاں، بکریوں اور اونٹوں کا دودھ، جو کاستو، گوشت، پانی و کھجور اور خشک روٹیاں ان کی غذا ہوتی تھیں لیکن یہ چیزیں بیک وقت سب کے یہاں دستیاب نہیں ہوتیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ فَإِذَا هُوَ بِأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ: مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هَذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَا: الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقَالَ: وَأَنَا وَاللَّيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَخْرَجْنِي الَّذِي أَخْرَجَكُمَا. قُومُوا فَقَامُوا مَعَهُ فَاتَى رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِي بَيْتِهِ. فَلَمَّا رَأَتْهُ الْمَرْأَةُ قَالَتْ: مَرْحَبًا وَاهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ وَآيَنَ فَلَانٌ؟ قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْدِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ إِذْ جَاءَ الْأَنْصَارِيَّ فَنَظَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ وَصَاحِبِيهِ ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا أَجَدُ الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَصِيفًا مَنْ قَالَ فَإِنْ طَلَّقَ فَجَاءَ هُمْ بِعَدْقٍ بِسْرِ التَّمْرِ أَوْ الْغَضِ مِنَ النَّخْلِ، مِنَ الْعِنَبِ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ أَكْلِ الْفَاكِهَةِ عَلَى الْجَزْرِ وَاللَّحْمِ. فِيهِ بِسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطْبٌ فَقَالَ كُلُوا مِنْ هَذِهِ. وَأَخَذَ الْمَدِينَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ إِيَّاكَ وَالْحُلُوبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَأَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذَلِكَ الْعَدْقِ وَشَرَبُوا فَلَمَّا إِنَّ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ لِأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ وَاللَّيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُسْأَلَنَّ عَنْ هَذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَخْرَجَكُمُ مِنْ بُيُوتِكُمُ الْجُوعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتَّى أَصَابَكُمُ هَذَا النَّعِيمُ.

(صحیح مسلم ۳/۱۶۰۹-۱۶۱۰)

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات باہر نکلے۔ آپ نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا: پوچھا: تم اس وقت کیوں نکلے؟ انہوں نے کہا: بھوک کی وجہ سے نکلے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے نکلا۔ چلو، پھر وہ آپ کے ساتھ چلے۔ آپ ایک انصاری کے دروازے پر آئے، وہ اپنے گھر میں نہیں تھے۔ ان کی عورت نے آپ کو دیکھا: وہ کہنے لگی، مرحبا واهلا (آپ کا استقبال ہے، تشریف لائیے) آپ نے دریافت فرمایا: فلاں شخص کہاں گیا ہے؟ وہ بولی: ہمارے لئے بیٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آدمی آگیا۔ اس نے رسول اللہ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا شکر ہے اللہ کا کہ آج کے دن کسی کے پاس ایسے عزت والے مہمان نہیں ہیں جیسے میرے پاس ہیں۔ پھر گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لے کر آیا

جس میں تروتازہ اور سوکھی کھجوریں تھیں اور کہنے لگا: اس میں سے کھائیے پھر اس نے چھری لی۔ آپ نے فرمایا: دودھاری بکری مت ذبح کرنا۔ اس نے ایک بکری ذبح کی اور سب نے اس کا گوشت کھایا اور کھجور بھی کھائی اور پانی بھی پیا۔ جب کھا اور پی کر سیر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم سے سوال ہوگا اس نعمت سے متعلق قیامت کے دن، تم ان گھروں سے نکلے بھوک کی وجہ سے نکلے پھر نہیں لوٹے یہاں تک کہ تم کو یہ نعمت ملی۔

جابر کی روایت میں ہے: لَمَّا حَضَرَ الْخَنْدَقَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ خَمَصًا.

جب خندق میں آئے میں نے رسول اللہ ﷺ کا کھالی پیٹ دیکھا۔

اور ابو طلحہ نے ام سلمہ سے کہا: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللَّهِ ضَعِيفًا أُعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ. (صحیح مسلم: ۱۶۱۰/۳)

میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کمزور ہوتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے ان میں بھوک کو محسوس کیا ہے۔

انس کی روایت میں ہے: جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَوْمًا فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا مَعَ أَصْحَابِهِ يُحَدِّثُهُمْ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنُهُ بِعَصَابَةٍ أَوْ عَلَى حَجَرٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ لِمَ عَصَبَ رَسُولُ اللَّهِ بَطْنُهُ؟ فَقَالُوا: مِنَ الْجُوعِ. (صحیح مسلم: ۱۶۱۳/۳)

ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ان کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا جو گفتگو دیکھا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔ میں نے بعض ساتھیوں سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا پیٹ کیوں باندھ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: بھوک کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔

محمد بن سیرین کا بیان ہے: ”كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشِقَانِ (مَضْبُوعَانِ بِالْمَشَقِّ وَهُوَ الطَّيْنُ الْأَحْمَرُ) مِنْ كِتَانٍ، فَتَمَخَّطُ فِي أَحَدَهُمَا فَقَالَ: بَخْ بَخْ، يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكِتَانِ! لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَا كُرُ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَعِشًا عَلَى“

فَيَجِيئُ الْجَائِيُ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي ، يَرَى أَنَّ بَنِي جُنُونًا وَمَا بِي جُنُونٌ ، وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوعُ“۔ (بخاری: ۲۳۶۸، کتاب الزهد)۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَرِيفَ أَهْلِ الصُّفَّةِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ الْفُقَرَاءِ ، وَيَحْمِلُ وَضَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنَ الْجُوعِ عَلَى الْفَتْرَةِ الَّتِي لَمْ يَكُنْ لَدَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا طَعَامٌ يُؤَاسِيهِمْ . وَإِنَّمَا ذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ هُنَا لِيَدُلَّ عَلَى صَيِّقِ عَيْشِهِ ، لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ لَدَيْهِ مَا تَرَكَ أَصْحَابَهُ هَكَذَا . وَاللَّهُ أَعْلَمُ

(مختصر الشرائع المحمدية للاباني: ۷۶)

سعد بن وقاص کا بیان ہے: ”إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ إِهْرَاقَ دَمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَغْرُو فِي الْعَصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرَةِ وَالْحَبْلَةَ حَتَّى تَقْرَحَتْ أَشْدَاقُنَا ، وَإِنْ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيرُ ، وَاصْبَحْتُ بَنُو اسِدٍ يُعْزَرُونِي فِي الدِّينِ ، لَقَدْ خَبْتُ وَخَسِرْتُ إِذَا وَضَلْتُ عَمَلِي“۔ (بخاری: ۲۳۶۶، مسلم: ۲۹۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ”أَصَابَنِي جُهِدٌ شَدِيدٌ ، فَلَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، فَاسْتَقْرَأْتُهُ آيَةَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ ، فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ ، فَخَرَرْتُ بَوْجَهِي مِنَ الْجُهْدِ وَالْجُوعِ ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولُ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي بِي ، فَأَنْطَلَقَ بِي إِلَى رَحْلِهِ ، فَأَمَرَ لِي بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ ، ثُمَّ قَالَ: غُدَّ فَاشْرَبْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، فَعُدْتُ ، فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ: غُدَّ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالْقَدَحِ قَالَ: فَلَقِيتُ عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي وَقُلْتُ لَهُ: تَوَلَّى اللَّهُ ذَلِكَ مَنْ كَانَ لَهُ حَقٌّ بِكَ يَا عُمَرُ : وَاللَّهِ لَقَدْ

اَسْتَقْرَأْتِكَ الْآيَةَ وَلَا نَا اَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ قَالَ عَمْرُ: وَاللّٰهِ لَا اَنْ اَكُوْنَ
اَدْخَلْتُكَ اَحَبَّ اِلَى مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِيْ مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ“۔ (صحیح بخاری: ۱۸۸۷)

میں فاقہ کے سبب بہت سخت مشقت میں مبتلا تھا۔ پھر میری ملاقات عمر بن خطاب سے ہوئی اور ان سے میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنے کے لئے کہا۔ مجھے انہوں نے وہ آیت پڑھ کر سنائی اور پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں کچھ دور تک چلتا رہا۔ آخر مشقت اور بھوک کی وجہ سے گر پڑا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے کہا: حاضر ہوں، یا رسول اللہ! تیار ہوں۔ پھر آں حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا۔ آپ سمجھ گئے کہ میں کس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میرے لئے دودھ کا ایک بڑا پیالہ منگوایا۔ میں نے اس میں دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا: دوبارہ پیو۔ میں نے دوبارہ پیا۔ آپ نے فرمایا: اور پیو، میں نے اور پیا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھی پیالہ کی طرح ہو گیا۔ ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ پھر میں عمر سے ملا اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے اسے اس ذات کے ذریعہ پورا کر دیا جو آپ سے زیادہ مستحق ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے تم سے آیت پوچھی تھی حالانکہ میں اسے تم سے زیادہ بہتر طریقہ سے پڑھ سکتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے تم کو اپنے گھر میں داخل کر لیا ہوتا اور تم کو کھانا کھلا دیتا تو سرخ عمدہ اونٹ ملنے سے بھی زیادہ مجھ کو خوشی ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں زندگی گزارنے کا ایک نسخہ بتایا کہ جب اسے عملی شکل دی جائے تو کم خوری کی عادت پڑ سکتی ہے۔ آدمی پڑھا کرے۔

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا یَسْتَجَابُ لَهَا“۔ (صحیح سنن نسائی: ۱۱۰/۳) III (۵۰۴۳)۔ (مسند احمد: ۳۷۱/۴)

اے اللہ میں ایسے دل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس میں خوف نہ ہو، ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، ایسے نفس سے جو آسودہ نہ ہو، ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوعِ فَاِنَّهُ یَنْسُ الضَّجِیْعُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ
الْحِیَاۃِ فَاِنَّهَا یَنْسِتُ الْبَطَانَةُ۔

(صحیح سنن ابی داؤد (۱۳۸۳)، صحیح سنن ابن ماجہ (۱۳۸/۳)، سنن نسائی: ۲۶۳/۸، الاستعاذہ

علامہ ناصر الدین البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بھوک سے برا ساقھی ہونے کی وجہ سے اور تیری
پناہ چاہتا ہوں خیانت سے کیوں کہ وہ بری عادت ہے۔

بسیار خوری سے بچنا لازمی چیز ہے، اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہی ہوتا ہے۔
بلغم، رینٹ کی زیادتی، معدے میں بگاڑ، بد ہضمی کی شکایت ہوتی ہے۔ آسودہ نہ ہونے
والے نفس کی مذمت کی گئی ہے۔ حالی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

جو ہے تم کو کھانے کا چرکا تو سمجھو

کہ چھوڑیں گے اب آپ دوزخ کو بھر کے

جو پینے پہ آؤ تو پی جاؤ اتنی

رہیں پاؤں کے ہوش جس میں نہ سر کے

جو کھانا تو بے حد جو پینا تو ات گت

غرض یہ کہ سرکار ہیں پیٹ بھر کے

زیادہ کھانا مذموم صفت ہے۔ بسیار خوری انسانی غیرت و حمیت، بے باکی و مردانگی
کو فنا کر کے بے آبروئی کے مقام پر لا کھڑا کرتی ہے۔ جب مجلس میں کوئی رہے تو وہاں عمر
اور فضیلت کی مکمل رعایت کرنا ہر مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے، باوقار و عمر دراز لوگوں سے
نسبقت نہ کرنا اچھی خصلت ہے ورنہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ آدمی کہیں خرص جیسی مذموم
صفت سے متصف ہو جائے اور برسر عام شرمندہ ہونا نہ پڑے۔ جو آسودگی جیسی بیش بہا
دولت سے محروم ہے تو جان لیجئے کہ اس کی قسمت میں ندامت ہے۔ ایسے شخص کا دل انواع
واقسام کے کھانوں میں اٹکا رہتا ہے اور نفیس غذاؤں کے طریقہ حصول میں اس کی حریصانہ

نگاہیں نبھی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو آسودگی کی دولت سے نوازے۔ آمین۔

نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

نوکروں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا حسن ادب اور عمدہ اخلاق کی دلیل ہے۔ جو اپنے گھر نوکر رکھتے ہیں اور وہ ان کے کھانوں کو تیار کرتے ہیں، ان کے کاموں کو انجام دیتے ہیں، اپنے گھروں میں ادھر سے ادھر آتے جاتے رہتے ہیں، یہ ساری چیزیں انسان انگیز کر تا ہے تو پھر اپنے ساتھ بیٹھا کر کھلانے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے۔ نوکروں کو ساتھ بیٹھا کرنا کھانا اس انسان کی عادت ہوتی ہے جو اپنے اندر کبر و غرور رکھتا ہو یا اپنی عظمت و رفعت پر نازاں ہو۔ جس میں منانت و سنجیدگی، تذلل و انکساری، حلم و بردباری ہو، وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ اپنے نوکروں کو الگ رکھے اور ان کے تیار کردہ کھانوں کو خود تنہا بیٹھ کر کھائے۔ نبی اکرم ﷺ کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنے نوکروں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، اٹھتے بیٹھتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل حدیثوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ، فَلْيُنَا وَلَهُ أَكْلَةٌ أَوْ أَكْلَتَيْنِ أَوْ لُقْمَةٌ أَوْ لُقْمَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلَّى حِرَّةً وَعِلَاجَةً“۔ (بخاری مع الت: ۷۱۹/۹)

(۵۴۶۰) کتاب الاطعمہ

جب تم میں سے کوئی اپنے نوکر سے کھانا منگائے۔ اگر اس کو اپنے ساتھ نہ بیٹھا تو اس کو ایک یا دو خوراک یا ایک یا دو لقمہ دیدو، اس لئے کہ اس کی گرمی و تپش کو برداشت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِذَا وَضَعَ لَأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلَّى حِرَّةً وَدُخَانَهُ فَلْيَقْعُدْ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوعًا فَلْيَلَا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أَكْلَةٌ أَوْ أَكْلَتَيْنِ“۔ (صحیح مسلم: ۱۱۷۱/۱۳۷۱، النووی: ۴۲۹۳، کتاب الایمان)

جب تم میں سے کسی کے لئے اس کا خادم کھانا بنائے پھر اسے اس کے پاس لے کر

رہے اور فاسد خون باہر نکلتا رہے، قرآن کریم نے حیض کو اذی سے تعبیر کیا ہے اور اس میں عورتوں سے مجامعت نہ کرنے کی تعلیم دی ہے، لیکن اس کے سبب عورتوں کے ساتھ قطع تعلق نہ کیا جائے بلکہ ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو روا رکھا جائے، شریعت کا جو اس سلسلے میں حکم ہے وہ یہ کہ ایام مخصوصہ میں ان سے الگ رہا جائے یعنی مجامعت نہ کی جائے، ان سے گرمی حاصل کرنا۔ ان کے ساتھ سونا، کھانا پینا، سب جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا فِي فُوحٍ حَيْضَتُنَا أَنْ نَنْزِرَ ثُمَّ يَأْشُرُنَا وَيُكْمِلُكَ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُمْلِكُ إِرْبَهُ؟“ (بخاری، ۳۰۰، مسلم، ۲۹۳، ترمذی، ۱۳۲)

رسول اللہ ﷺ ہمارے حیض کی شدت میں ہمیں ازار باندھنے کا حکم فرماتے تھے، پھر ہم سے مباشرت کرتے تھے اور تم میں سے کون اپنی خواہش پر قابو پا سکتا ہے جیسا کہ رسول ﷺ کو اپنی خواہش پر قابو تھا۔

دوسری روایت عکرمہ کی ہے۔ وہ بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہیں:

”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا لَقِيَ عَلَى فَرْجِهَا قُوبًا“ (صحیح سنن ابی داؤد: ۱۲۴۱، ۲۷۲)

نبی ﷺ حائضہ سے جب کچھ کرنا چاہتے تو ان کی شرمگاہ پر ایک کپڑا ڈال دیتے تھے۔

یہ یہودیوں کا طرز عمل تھا کہ ان کی عورتیں جب حائضہ ہوتی تھیں تو اس کا بستر ہی الگ کر دیتے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا اور سونا بالکل ترک کر دیتے تھے۔

اسلام نے حائضہ عورتوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے کو حسن ادب بتلایا ہے۔ حیض کے ایام میں بیوی کے ساتھ کھانا پینا حسن معاشرت اور الفت و محبت کی دلیل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا ہے:

”سُئِلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ مَوَازِلَةِ الْحَائِضِ فَقَالَ وَآكَلَهَا“ (سنن ابی

داود: ۹۷:۱ (۶۵۱)۔ علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ: ۲۰۲/۱ میں صحیح قرار دیا ہے۔

نبی ﷺ سے حائضہ کے ساتھ کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ کھاؤ۔

بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

بچے اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمت ہیں جن سے ہر انسان کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ بچوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اچھا نہیں گردانتے یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے الگ دسترخوان رکھتے ہیں اور اپنے لئے الگ دسترخوان۔ بڑے الگ کھاتے ہیں اور چھوٹے الگ کھاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا عمدہ کام نہیں ہے بلکہ بعض نے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کے عمل کو مذموم قرار دیا ہے۔

نبی ﷺ کا یہ معمول رہا ہے کہ آپ بچوں سے محبت کرتے، ان کو سلام کرتے، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ عمر بن ابی سلمہ کی حدیث میں آپ کا یہ فرمان ”يَا غُلَامُ، سَمِعَ اللَّهُ وَكُلُّ بَيْمِينِكَ، وَكُلُّ مِمَّا يَلِيكَ“ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک بچہ کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور کھانے کے دوران اس کو کھانے کے صحیح آداب کی تعلیم دی۔

جب دسترخوان پر بڑے بوڑھے، قوی و ناتواں لوگ بیٹھے ہوں اور چھوٹے بچوں سے ان کو تکلیف پہنچ رہی ہو تو ان بزرگوں کے احترام و ادب میں بچوں کے لئے الگ دسترخوان بچھانا اور ان کو الگ کر کے کھلانا صحیح ہے۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، ورنہ اسلامی تعلیم کا تقاضا تو یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھایا جائے۔

مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا جائے تو اس پر اچھے اور صحت مند لوگ بھی ہو سکتے ہیں اور بیمار و کمزور لوگ بھی کھانے کے لئے بیٹھ سکتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے لیکن جب کھانے

کے لئے کوئی ایسا شخص آجائے جس کو بیماری لاحق ہو اور اس سے ہر شخص نفرت کرتا ہو یا کوئی متعدی مرض کا شکار ہو چکا ہو تو شریعت مطہرہ کی تعلیم یہ ہے کہ اس سے گھن نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کو ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے سے دور کیا جائے، ایسا کرنے سے اس کی دل شکنی ہوگی اور اس کے قلب و دماغ کو بہت تکلیف پہنچے گی۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول رہا ہے کہ آپ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا تناول کیا ہے حضرت جابر کی حدیث ہے:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقِصْعَةِ وَقَالَ كُلْ نِقْمَةً بِاللَّهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ“۔ (سنن ابی داود: (۱۸۱۷)۔ علامہ البانی نے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ: (۲۸۱۳) میں ضعیف قرار دیا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم شخص کا ہاتھ پکڑا اور اس کو پیالہ میں رکھا اور فرمایا: اللہ پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔

یہ حدیث ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ آدمی اگر اس پر قدرت پاتا ہے کہ مصیبت زدہ انسان کے ساتھ بیٹھ کر کھالے تو کوئی بات نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی تاب نہیں رکھتا اور نہ اس کی طبیعت اسے تسلیم کرتی ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھائے تو عمدہ کلامی کے ساتھ معذرت کر دے۔ واللہ اعلم۔

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کا شرعی حکم

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ”سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، وَلَا الدِّيَّاجَ وَلَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَاْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ“۔ (بخاری ۶۸۶۹: ۵۴۲۶)۔ (فتح، کتاب الاطعمہ، مسلم ۲۶۳۱۳: ۵۳۶۷)۔ (النووی کتاب الالباس والزمینہ)۔

میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ریشم و دیباچ نہ پہنو، سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی تھالیوں میں کھاؤ۔ یقیناً ان کے دنیا میں ہے اور ہمارے

لئے آخرت میں ہوگا۔

حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 ”مَنْ شَرِبَ فِيْ اِنْسَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَلَا نَمًا يُجْرُوْهُ فِى بَطْنِهِ مِنْ نَّارٍ جَهَنَّمَ“
 (بخاری مع الفتح: ۱۱۹۱۰/۵۶۳۳) کتاب الاشربة، مسلم مع النووی: ۲۵۶۱۳/۵۳۵۵۔

جو یا چاندی کے برتن میں پیئے وہ اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھر رہا ہے۔
 فقہاء کرام کا سونے چاندی کے برتنوں میں پینے اور ان کی تھالیوں میں کھانے کی
 حرمت پر اتفاق ہے۔ تفصیل کے لئے ”تین الحقائق: (۱۰/۶)، حاشیہ ابن عابدین: (۳۱۵/۹)
 (الفواکہ الدوانی: (۳۱۷/۲) الاقارع: (۳۶-۳۵/۱) روضة الطالبین: (۳۵-۳۴/۱) الروض الریح: (ص ۲۲) الجمع
 فی شرح الجمع: (۱۳۰-۱۳۹/۱) کا مطالعہ مفید ہوگا۔

کھانے میں اشیاء و مناہدہ (کھانے کو ایک جگہ ملا کر کھانا)

کھانے کو کسی ایسے آدمی کے حوالہ کرنا جو تمام کو ایک جگہ کر کے لوگوں کو کھلائے اور
 سب ایک جگہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھائیں۔ جب کئی آدمی سفر میں ہوں اور سب کے ساتھ
 زادراہ ہو تو سب کھانے کو یکجا کر کے کھانا ہی مناہدہ ہے۔ اس میں اخوت و بھائی چارگی
 ہے۔ ہمدردی و الفت ہے۔ اور اشیاء و یہی خواہی ہے۔

جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں:

”بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعَثًا قَبْلَ السَّاحِلِ، فَأَمَرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ
 الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثَةٌ مِائَةً وَأَنَا فِيْهِمْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنَى
 الزَّادِ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجَمَعَ ذَلِكَ كُلَّهُ، فَكَانَ
 مُزْدَوًى تَمْرٍ فَكَانَ يَقُوْتُنَا هَ كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا حَتَّى فَنَى فَلَمْ يَكُنْ يُصَيِّبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ
 تَمْرَةٌ“۔ (بخاری مع الفتح: ۱۵۸۸/۵) کتاب الشربة، مسلم مع النووی: (۸۶۱۱۳/۳۹۷۴) کتاب
 الصيد والذبائح

رسول اللہ ﷺ نے ساحل کی جانب ایک قافلہ بھیجا۔ حجرث ابو عبیدہ بن جراح

رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور وہ تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شامل تھا۔ ہم نکلے راستے کا بعض حصہ طے کیا ہی تھا کہ زاد راہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس قافلے کے تمام توشے کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ توشہ اکٹھا کیا گیا۔ میرا توشہ کھجور تھا۔ ہر روز اسی کو کھا کر قوت حاصل کرتے یہاں تک کہ ٹھوڑا ٹھوڑا کر کے وہ بھی ختم ہو گیا۔ ہم یہ مشکل ایک ہی کھجور پاتے تھے۔

بخاری: (۱۵۹/۵) کے اندر دوسری روایت ہے:

”إِنَّ الْأَشْعَرِيَّيْنَ إِذَا ارْمَلُوا فِي الْغَزْوِ لَوْ قُلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عَنْدهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ أَقْسَمُوا بَيْنَهُمْ فِي إِنْاءٍ وَاحِدٍ بِالتَّسْوِيَةِ فَهُمْ فِي وَآنَا مِنْهُمْ“.

اشعری حضرات جب غزوہ میں جاتے اور مدینہ میں ان کے اہل و عیال کا کھانا کم ہوتا تو سب مل کر اپنے پاس کی چیزوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے پھر ایک برتن میں ان کے درمیان برابر برابر تقسیم کرتے اور میں ان میں کا ایک فرد تھا۔

علامہ ابن قدامہ بیان کرتے ہیں: ”وَلَا مَا مِنْ أَنْ يَخْلُطَ الْمُسَافِرُونَ أَرْوَادَهُمْ وَيَأْكُلُونَ جَمِيعًا وَإِنْ أَكَلَ بَعْضُهُمْ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ، فَلَا بَأْسَ وَقَدْ كَانَ السَّلَفُ يَتَنَاهَوْنَ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ“۔ (المغنی: ۲۱۱/۱۰)

مسافر حضرات اپنے توشوں کو ملا کر ایک جگہ کھائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ان میں کا بعض دوسرے سے زیادہ کھالے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ سلف کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ غزوہ اور حج میں اپنے کھانوں کو ایک جگہ کر کے کھاتے تھے۔

کھانے والوں کو ضرورت بھر کھانے کے لئے کہنا

میزبان کے اندر شیریں کلامی اور خوش گفتاری کی خصلت ہو تو نہ کھانے کی خواہش رکھنے والا مہمان بھی تھوڑا سا کھانا تناول کر سکتا ہے۔ دسترخوان پر جب مہمان بیٹھ کر کھا رہے ہوں تو میزبان کو ان پر نظر رکھنی چاہئے اور برابر ان کو کھانے کی ترغیب دلانی چاہئے لیکن ایسی

عبارتوں کے ذریعہ ان کو کھانے کے لئے کہا جائے جن میں لطافت ہو، نرمی ہو، قلب کے لئے مسرت آفریں ہوں ان سے مہمانوں کو شرمندگی کے بجائے خوشی محسوس ہوتی ہو اس سے میزبان کی خوش خلقی اور مہمانوں کی تعظیم و تکریم کے جذبے کا بھی پتہ چلتا ہے۔

امام نووی نے ایسا کرنا مستحب قرار دیا ہے۔ ایسا کرنے سے وہ وہم رفع ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ضرورت بھر کھانے سے قبل ہی کھینچ لیں ان کے لئے بار بار کھانے کو کہنا مستحب ہے۔

الفواکہ الدوانی: ۴۱۵/۲ میں ہے:

”وَمِنْ الْأَدَابِ أَنْ لَا تَقُولَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ فِي حَالِ أَكْلِهِ كُلِّ فَإِنَّهُ يَخْجُلُهُ بِخِلَافِ لَوْ تَرَكَ الْأَكْلَ فَلَا بَأْسَ بِقَوْلِكَ لَهُ كُلِّ فَإِنَّهُ يَنْبُشِي عَنِ الْأَعْتِنَاءِ بِشَانِهِ وَبِسَمَاحَتِكَ يَزْدَادُ جَرًّا“۔

اس کا ثبوت بخاری (۶۴۱/۹-۶۴۲- الفتح، کتاب الاطعمہ) میں موجود حضرت ابو ہریرہؓ کے اس واقعہ سے ہوتا ہے جس میں ہے کہ بھوک کی وجہ پر پڑے اور نبی ﷺ نے ان کو اپنے گھر لے جا کر دودھ پلایا۔ انہوں نے اسے پیا اور نبی ﷺ نے بار بار کہا کہ اور پیو اور پیو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں ان کے کہنے پر بار بار پیا یہاں تک کہ میرا پیٹ پیالے کی طرح ہو گیا۔

مہمان نوازی میں تکلف سے اجتناب لازم ہے

جب مہمان کسی کے گھر آئیں تو ان کے سامنے ماہر پیش کرنے میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ تکلفات سے شریعت نے منع کیا ہے اور مہمانوں کے لئے ایسے کھانوں کی تیاری سے روکا ہے جن میں ڈھیروں مشقتیں ہوں۔ گھروالوں پر گراں بار ہو۔ آداب ضیافت بھی ترک کر بیٹھا ہو۔ میزبان تکلفات میں ایسی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو قدرت سے باہر ہو مثلاً کوئی دانہ کا محتاج ہو اور وہ پیر جی کے لئے مرغ مسلم کی تیاری کرنے بیٹھ جائے تو ظاہری بات ہے کہ وہ کہیں سے قرض لے گا یا سودی رقم لے گا یا اپنی عورت کا

زیور گروی رکھ کر مہمان کے لئے من پسند کھانا تیار کرے گا۔

ایک بار ایسا ہی ہوا شقیق بن سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ مہمان سلمان فارسی کے پاس گئے تو انہوں نے روٹی اور نمک ان کے سامنے پیش کر دیا اور فرمایا: ”لَوْ لَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ التَّكْلِيفِ لِلضَّيْفِ لَتَكَلَّفْتُ لَكُمْ“۔

(مسند احمد: ۴۴/۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۱۱۵/۵ (۳۳۹۲))

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے مہمان کے لئے تکلف کرنے سے روکا ہے تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔ ان میں سے ایک نے کہا: کاش ہمارے نمک میں ستر ہوتا (ستر ایک قسم کا گھاس ہے) تو آپ نے ”مطہرہ“ سبزی فروش کے پاس بھیج کر گروی رکھا اور ستر لائے، اس نمک میں ڈالا، جب مہمان کھا چکے تو ایک نے کہا: الحمد للہ الذی قنعنا کما رزقنا“ اس پر سلمان فارسی نے فرمایا: اگر اپنے سامنے پیش کردہ چیزوں پر توقاعت کر لیتا تو سبزی فروش کے پاس میرا مطہرہ گروی نہ رکھا جاتا۔ سلمان فارسی کی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”وَلَا يَتَكَلَّفَنَّ اَحَدٌ لِضَيْفِهِ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ“۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۴۳۰)

جو کوئی شخص کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا ہے مہمان کے لئے تکلف نہ کرے۔

تکلف سے اجتناب اسلاف کرام کا طریقہ ہے اور مہمانوں کے لئے تکلفات میں پڑنا محبت والفت کی چادر کو تار تار کرنا ہے۔ اپنے آپ کو مشقتوں کا عادی بنانا ہے لوگوں میں قطع کلامی اور قطع تعلقی اس تکلف کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ کوئی اپنے بھائی کو دعوت دیتا ہے اور وہ تکلف کا شکار ہوتا ہے تو دوبارہ جانے سے کتراتا ہی نہیں بلکہ اپنا رشتہ نا طہ توڑ لیتا ہے۔

انگلیوں کا چاٹنا حکمت سے لبریز ہے

نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی تک یہ عادت رہی کہ آپ کھانے سے فارغ ہو کر اپنی انگلیاں زبان مبارک سے چاٹ لیتے تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کا بیان ہے: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ

أَصَابِعَ ، فَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا۔

(صحیح بخاری مع الفتح: ۱۲/۳۵۸ (۵۳۵۶) باب لعق الاصابع ومصبا قبل ان تمسح بالمدیل، صحیح مسلم مع النووی ۱۳/۲۱۵ (۱۲۹) کتاب الاثریہ، صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/۲۳۵ (۳۲۶۹) کتاب الاطعمہ، باب لعق الاصابع، شرح السنۃ للبخاری ۱۱/۳۱۵، باب لعق الاصابع)۔

رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے، کھانے سے جب فارغ ہوتے تو انھیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تَذَرُونَنِي أَتَى طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةَ“۔ (صحیح مسلم مع النووی: ۱۳/۲۱۷ (۱۳۳))

نبی کریم ﷺ نے انگلیوں اور پيالے کو چاٹ لینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تمہیں اس کی جانکاری نہیں کہ برکت ان دونوں میں سے کس میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حَتَّى يَخْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَإِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةٌ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيَمْطُ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَدَى، ثُمَّ لْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعُقْ أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَا يَذَرِي فِي أَتَى طَعَامِهِ الْبَرَكَةَ“۔ (صحیح مسلم مع النووی: ۱۳/۲۱۸ (۱۳۵))

شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس تمام وقتوں میں موجود رہتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی وہ حاضر ہو جاتا ہے جب کسی کا نوالہ (لقمہ) گر پڑے تو اس کے اندر لگے ہوئے گرد و غبار (کچرے) صاف کر کے کھالیا کرے، اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے یا کسی کو چٹا دے کیوں کہ اسے یہ علم نہیں کہ اس میں سے کس کے اندر برکت ہے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں:

”وَإِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةٌ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيَمْطُ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَدَى

وَلَيْسَ كُلُّهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْبِقَ أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَا يَذَرِي فِي أَمِي طَعَامِهِ الْبُرْكَهَ“۔ (صحیح مسلم ۲۱۷/۱۳-۱۳۳)۔ النووی، سنن ابی داؤد: ۲۳۲/۱-۲۸۳۹)۔ العون، صحیح سنن ترمذی: (۱۵۹/۳-۱۸۷۹)۔

جب کسی کا نوالہ (لقمہ) گر جائے تو اسے لے کر اس کے اندر لگی گندگی کو زائل کر لے اور کھالے، اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور نہ اپنے ہاتھ کو رومال اور دستی سے پونچھے، یہاں تک کہ وہ اپنی انگلیاں چاٹ لے چنانچہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے کس کھانے میں برکت موجود ہے۔

حضرت انس بن مالک کی روایت میں موجود اس عبارت ”وَأَمَرْنَا أَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ“ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ انگلیوں کو تو چاٹ لیا کرے ہی، پلیٹ کی صفائی اور چاٹنے میں کوتاہی بھی نہ کرے کیوں کہ اس بات کا عین امکان ہے کہ انگلیوں کے اندر اگر برکت نہیں ہے تو پلیٹ کے اندر جو چیز باقی ہے اسے شیطان باشوق چاٹ کر کھانے والے کو برکت سے محروم کر دیتا ہے۔

انگلیوں کا چاٹنا یا دوسرے کو چٹانا سنت رسول ہے اور یہ کام ہاتھ کو رومال، کپڑے یا کاغذ میں پونچھنے سے قبل ہونا چاہیے۔ اس کے اندر حکمت یہ ہے کہ آدمی کے علم میں نہیں کہ برکت کس کے اندر موجود ہے، نہ چاٹنے کی صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ برکت اسی کے ساتھ چلی جائے اور کھانے والا اس سے محروم رہ جائے۔

اس کا تعلق عینی امور سے ہے جس کا ادراک ہر آدمی کے بس کی بات نہیں مگر اتنا ہی کہ جتنا شریعت ساز محمد ﷺ نے واضح کر دیا ہے چنانچہ امام نووی کا قول ہے کہ:

اللہ تعالیٰ ہی اس چیز کو اچھی طرح جانتا ہے جس کے ذریعہ غذا حاصل ہوتی ہے اور جس کا انجام کار تکلیف سے بیزاری اور نجات ہے اور جس کے ذریعہ اللہ کے جذبہ طاعت و فرمانبرداری کو تقویت ملتی ہے۔ (عون المعبود: ۱۰/۲۳۲)۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ انگلیوں میں کچھ ایسے عناصر ہوا کرتے ہیں جو کھانے والی چیزوں کو جلد ہضم کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے انگلی چاٹنے والی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث میں کھانے کے واجب آداب میں سے ایک ادب انگلی کا چاٹنا اور انگلی سے پلیٹ صاف کرنا ہے۔ لیکن آج اکثر مسلمان یورپ کے کافرانہ عادات کی تقلید کرتے ہیں اور یہ ادب اختیار نہیں کرتے جبکہ اہل یورپ کے طور و طریقے مادی نظریات پر مبنی ہیں۔ وہ خالق کا اعتراف نہیں کرتے اور نہ اس کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، پس مسلمان ان کی تقلید سے بچیں ورنہ ان پر رسول ﷺ کی یہ حدیث صادق آئے گی: ”مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“۔ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے واجب آداب اس لئے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی مخالفت کرنے سے منع کیا ہے پس تم مومن بنو، آپ ﷺ کے احکام کو بجالاؤ اور جس چیز سے آپ روکیں اس سے رک جاؤ اور استہزاء کرنے والوں کی پرواہ نہ کرو، دانستہ یا نادانستہ اللہ کے راستے سے تم کو روکنا چاہتے ہیں۔ (سلسلہ احادیث الصحیحہ: ۶/۶۷۶)۔

بخاری کی ایک روایت میں سعید بن حارث کا بیان ہے:

”أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرًا عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذَلِكَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ، لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلٌ إِلَّا أَكْفَنَّا وَسَوَاعِدُنَا وَأَقْدَامُنَا، ثُمَّ نَصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ“۔

انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے آگ کی پکی ہوئی چیز کھا لینے سے وضو کرنے کا حکم دریافت فرمایا: اس سے وضو باطل ہوگا یا نہیں؟ ہم لوگ نبی ﷺ کے زمانے میں تھے اور اس طرح کا کھانا بہت ٹھور پاتے تھے۔ جب ہم اس طرح کا کھانا پاتے تو ہمارے پاس تولیاں نہیں ہوتیں بجز ہتھیلیاں، کلاںیاں اور پیروں کے، (اسی پر مل کر صاف کر لیا کرتے تھے) پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

ان تمام بیانات سے یہ واضح ہے کہ ایسا گراہوا لقمہ جس کو دسترخوان یا زمین سے اٹھا لینے میں کوئی حرج نہ ہو اسے لازمی طور پر اٹھا لینا چاہیے کیوں کہ شیطان گرنے والے لقموں کی تاک میں رہتا ہے۔ چنانچہ فرمان رسول کی بجا آوری میں آدمی لقمے کے اندر لگے

گرو وغبار کو صاف کر کے کھالے، لالا یہ کہ وہ ایسی جگہوں پر گر جائے جو نجاست آلود ہوں اور گندگیوں کی وجہ سے ان کا اٹھا کر کھانا طبعاً ناپسند ہوتا ہم اس لقمہ کو یونہی گرا ہوا چھوڑنا بہتر نہیں ہے بلکہ کسی جانور کو کھلا دینا اچھا ہے کھانا چاہے جہاں کھایا جائے، اپنے گھروں میں یا کسی ہوٹل میں، انگلیاں اور پیالے چاٹ کر صاف کر لینا بہتر ہے تاکہ ان میں سے کسی طرح کی غذائیت باقی نہ رہے اور نہ شیطان کو چاٹنے یا برکت حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔

فتح الباری: ۱۶/۹ میں علامہ خطابی کا یہ قول مذکور ہے :

”عَابَ قَوْمٌ أَفْسَدَ عَقْلُهُمُ التَّرَفُّهُ، فَرَعَمُوا إِنَّ لَعَقَ الْأَصَابِعِ مُسْتَقْبَحٌ، كَأَنَّهُمْ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ الطَّعَامَ الَّذِي عَلِقَ بِالْأَصَابِعِ أَوْ الصُّحْفَةِ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ مَا أَكَلُوهُ، وَإِذَا لَمْ يَكُنْ سَائِرًا جَزَاءَهُ مُسْتَقْدِرًا لَمْ يَكُنْ الْجُزْءُ الَّتِي سِيرُ مِنْهُ مُسْتَقْدِرًا وَلَيْسَ فِي ذَلِكَ أَكْبَرُ مِنْ مَصِّهِ أَصَابِعُهُ بِبَاطِنِ شَفَتَيْهِ، وَلَا يَشْكُ عَاقِلٌ فِي أَنْ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ فَقَدْ يُمَضَّمُ الْإِنْسَانُ فَيَدْخُلُ أَصْبَعُهُ فِي فِيهِ فَيَذَلُّكَ أَسْنَانَهُ وَبَاطِنَ فَمِهِ، ثُمَّ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ إِنَّ ذَلِكَ قَدَارَةٌ أَوْ سُوءُ آدَبٍ“.

لوگوں نے معیوب سمجھا ہے، فارغ البالی نے ان کی عقلوں کو خراب کر دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انگلیوں کا چاٹنا برا ہے گویا ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کھانا جو انگلیوں یا پلیٹ سے چاٹا گیا ہے کھائے ہوئے کھانے کا ایک حصہ ہے۔ جب اس کے تمام حصے گندے نہیں ہوئے تو اس کا معمولی حصہ بھی گندہ نہیں ہوگا۔ اور ایسا کرنا اپنے اندرونی ہونٹ سے انگلیوں کے چوسنے سے زیادہ عظیم نہیں ہے۔ ایک عقلمند انسان اس میں شک نہیں کرتا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انسان کلی کرتا ہے۔ اپنی انگلی اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔ اپنے دانتوں اور اندرون منہ کو گرگڑتا ہے۔ پھر کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ گندی یا سوء ادب ہے۔

انگلیوں اور پیالوں کا چاٹنا گرچہ استحباب کا درجہ رکھتا ہے تاہم سنت رسول کی تعمیل کا جذبہ ہمارے دلوں میں رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں رسول کی سنتوں کی تعمیل کا شوق پیدا فرمائے۔

جدید میڈیکل سائنس

شریعت نے اس پر زور دیا ہے کہ انگلیوں کو کسی تولیہ یا رومال سے اس وقت تک صاف نہ کیا جائے جب تک ان کو چاٹ نہ لیا جائے یا کسی کو چٹا نہ دیا جائے۔ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بہت سے کیمیائی اجزاء انہی انگلیوں میں باقی رہ جاتے ہیں جو چاٹنے ہی سے جسم کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ آدمی جب کھانا کھاتا ہے تو رطوبت ہاضم انگلیوں کے ذریعہ نکلتی ہے اور کھانے میں مل کر کھانے کو ہضم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس کا اثر بلبلہ پر پڑتا ہے۔ فزیالوجی ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ انگلیوں کا چاٹنا دل، معدے اور دماغی امراض سے بچاؤ کا بہترین ذریعہ ہے۔ بہر حال اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ بعض کھانے کے اہم اجزاء انگلیوں میں لگے رہ جاتے ہیں۔

سنت نبوی اور جدید سائنس (۸۸/۱) کے مصنف نے اس سے متعلق ایک بڑا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ واشنگٹن میں میٹنگ تھی اور اس میں امریکہ کے تین بڑے کوالیفائیڈ کمپنی کے ڈائریکٹرز اور جنرل مینجر موجود تھے۔ ہم نے ایک ہی میز پر کھانا کھایا۔ میں نے دیکھا ہم مہمان تو ہاتھوں سے ہی شروع ہو گئے لیکن انہوں نے بھی ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ چھری کانٹے (cutlery) ایک طرف دھری رہی، مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ مطلب یہ کہ بڑے اہم لوگوں (vips) کی میٹنگ ہے وہ بھی کرسی پر بیٹھ کر ہاتھوں سے کھانا کھا رہے ہیں اور بوٹی نوچ رہے ہیں۔ میں بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے چھری کانٹے استعمال نہیں کیے۔ انہوں نے کہا: ہمیں ہاتھوں سے کھانا پسند ہے دوسرے کو دیکھا وہ بھی ایسے کھا رہا ہے۔ میں حیران ہوا، میرا تو اپنا کھانا بڑا مشکل ہو گیا۔ یہ آج پہلی دفعہ گوروں کو دیکھا کہ یہ چھری کانٹے چھوڑ کر اس طرح انگلیوں سے کھا رہے ہیں۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو ہمارے پاس پیپر پڑا ہوا تھا۔ میں نے انہیں ہاتھ صاف کرنے کے لیے پیپر دیا لیکن انہوں نے اس سے ہاتھ صاف نہیں کیا بلکہ باقاعدہ انگلیوں کو چاٹا۔ میں نے کہا: where you

learn it؟ تو اس نے کہا: یہ امریکن ریسرچ میں ہے کہ جب کھانا انگلیوں سے کھایا جاتا ہے تو انگلیوں میں جو مسام ہیں ان میں پلازمہ خاص طور پر خارج ہوتا ہے جس کو اگر ماکرو اسکوپ (micro scope) سے دیکھا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے۔ کہنے لگے: اب ہم چھری کانٹوں کے بجائے انگلیوں سے کھانا پسند کرتے ہیں۔

پلیٹ کو صاف کرنا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول رہا ہے۔ انگلیوں کو چاٹنے میں جہاں بے شمار طبی فوائد ہیں وہاں پلیٹ کو صاف کرنے میں بھی۔ جدید میڈیکل سائنس کا کہنا ہے کہ کھانے کے برتن کے پیندے میں وٹامنز اور خاص طور پر کھانے کے پیندے میں موجود وٹامن بی کمپلیکس اور ایسے غذائی اجزاء ہوتے ہیں جو تمام کھانے میں کم اور اس پیندے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اغذیہ میں موجود معدنی نمکیات (Mineral Salts) تو صرف پیندے ہی میں ہوتے ہیں۔

ان تمام تجربات و سائنسی تحقیقات اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں مکمل طور سے نافذ کر لی جائیں تو بہت ساری بیماریوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ چنانچہ صحت و تندرستی کو ہمیشہ بحال رکھنے کے لئے جملہ انسانوں کو نبی ﷺ کے نسخہ کیما کو حرز جان بنانا چاہیے۔

برکت نبوی اور جدید سائنس

برکت ایسا لفظ ہے جو قرآن میں کئی مقامات میں مستعمل ہے۔ قرآن نے بارک، مبارک، برکہ جیسے الفاظ کو استعمال کر کے یہ بتانا چاہا ہے کہ کسی بھی چیز کو بارک بنانا یا کسی چیز میں برکت نازل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور برکت آسمان سے نازل ہوتی ہے اور زمین سے بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَا مِنْهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ“ (الاعراف: ۹۶)

اگر بستی والے ایمان لے آتے تو ہم ان کے اوپر آسمان و زمین سے برکت کو کھول

دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔
یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ برکت کا نزول اوپری حصہ میں ہوتا ہے
اور زمین میں بھی جو چیزیں موجود ہیں ان میں اللہ تعالیٰ برکت عطا کر دیتا ہے جس کے نتیجہ
میں پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے یا اس چیز کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس
حقیقت کو مزید واضح کیا ہے کہ برکت بالائی حصہ میں نازل ہوتی ہے اور ہر چیز میں برکت
ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے:

”كُلُوا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوا ذُرْوَهَا، يُبَارِكُ فِيهَا“۔ اس کے کناروں
سے کھاؤ، اس کی بلندی کو چھوڑ دو، اس میں برکت ہوتی ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

”إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْكُلُ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ، وَلَكِنْ يَأْكُلُ مِنْ
أَسْفَلِهَا، فَإِنَّ الْبَرَكَهَ تَنْزِلُ مِنْ أَعْلَاهَا“۔

جب تم میں سے کوئی کھائے تو پیالے کی بالائی حصہ سے نہ کھائے، لیکن اس کے نیچے
سے کھائے چونکہ برکت اس کے اوپری حصہ میں سے نازل ہوتی ہے۔

ایک اور روایت کے اندر ہے:

”فَإِنَّهُ لَا يَذْرُؤُ فِي أَيِّ طَعَامٍ تَكُونُ الْبَرَكَهَ“۔ کھانے کو نہ چھوڑے اور
نہ پھینکے کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہے۔

صحیح سنن ابی داؤد (۳/۳۷۷۳) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۳/۱۴۰) (۲۶۶۶) کی ان روایتوں سے یہی
پتہ چلتا ہے کہ برکت کسی بھی چیز میں بالائی حصہ سے ہی نازل ہوتی ہے اسی لئے کسی بھی چیز
کے نیچے سے ٹکا لے کر تاکیدی لگائی ہے، حتیٰ کہ کھانے میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے کہ اوپر
سے نہ کھایا جائے، برتن میں کنارے سے کھایا جائے، بیج سے نہ کھایا جائے ورنہ برکت کا
نزول ختم ہو سکتا ہے اور شکم سیری بھی نہیں ہو سکتی ہے۔

برکت کا نزول ایسا غیر مرئی شے ہے جس کو صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ کھانے پینے

والی چیزوں میں برکت نازل نہیں ہوتی تو پھر بروقت انسان پریشانی کا شکار ہوتا رہتا، کھانے کی قلت کا برابر گلہ رہتا۔ برکت کا ہی نتیجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار اور چار کا آٹھ آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور اسی میں آسودگی ہو جاتی ہے آخر یہ برکت ہی تو ہو سکتی ہے کہ اس کھانے میں اضافہ ہوتا رہے اور کم کھانے میں کئی آدمی کھا کر آسودہ ہو جائیں۔

جب برکت والی آیتوں اور حدیثوں پر نظر ڈالتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ برکت اسی وقت نازل ہوتی ہے جب انسان میں ایمان، تقویٰ، طہارت، نفس دینداری جیسے اوصاف حسنہ موجود ہوں، اگر یہ نہیں ہوں گے تو برکت کا نزول بھی کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، اگر مشرکین یا بے ایمان وغیرہ مفتی لوگوں کو دولت و ثروت نصیب ہو جائے تو یہ برکت کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے لئے یہی دنیا جنت نما ہے اس طرح تو چوپائے بھی بہت پاتے ہیں اور حساب و کتاب کی پرواہ کئے بغیر ساری چیزیں چٹ کر جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی صاحب ثروت ہوتے ہیں تو بلا خوف و خطر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے مالوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، ان کے مالوں میں ہر طرح کے مال کی آمیزش ہوتی ہے لیکن مومن بندہ جس کے پاس مال کی قلت ہوتی ہے، بھوکا اور پیاسا رہتا ہے تاہم اللہ کی طرف سے اس کے مال میں برکت نازل ہوتی رہتی ہے اور اسی پر وہ قناعت پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنے پر یوار کی بھی اس مال سے پرورش کرتا ہے، ظاہری طور پر دیکھنے میں فقیر، محتاج اور تنگ دست و قلاش نظر آتا ہے لیکن ایمان و تقویٰ، طہارت و خشیت کے اوصاف سے مالا مال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کم مال میں برکت عطا کرتا ہے اور اپنا گزر بسر اس پر کرتا ہے یوں تو اخروی زندگی میں جنت کی نعمتوں کو پانے کا حق دار وہی ہے جو یہاں تنگی کے باوجود اچھے اعمال کا مالک ہو۔

برکت کا ایک ایسا ہی واقعہ چمپارن کی سرزمین میں سننے کو ملا۔ ایک سادہ لوح فقیر بے نوائیک دل انسان کا بیان ہے کہ چاول کی ایک ڈیوڑھی تھی، اس کے اندر چاول رکھ کر ڈھکن بند کر دیا جاتا اور یہ طریقہ عمومی طور پر رائج تھا، غلہ رکھنے والے سامانوں کا بالائی منہ بند کر دیا جاتا اور نیچے سے ایک منہ کھلا رکھا جاتا جس سے گھر والے اناج و غلہ

نکالتے۔ ان کی عورت اس ڈیوڑھی کے نچلے منہ سے نکال کر کھانا بناتی تھی؛ ڈیوڑھی زیادہ بڑی بھی نہ تھی بلکہ اوسط حجم کی مالک تھی، تھوڑا سا چاول رکھا گیا تھا لیکن اس سے ایک زمانے تک نکال کر پکاتی رہی یہ اس گھر کی بات ہے جس کا شیوہ ہی ایمان و تقویٰ کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے، معمولی حلال کمائی پر گزر کرنا ہے، چھوٹے بچے اور بچیوں کو تعلیم دینا اور قرآن مجید ان کو مفت دینا، غریب بچوں کو کتابیں خرید کر دینا، لوگوں سے بڑی سنجیدگی و خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور علماء کرام کو بلا کر دعوت کرنا اور غریب بچے اور بچیوں کا تعلیمی حوصلہ بڑھانا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ عورت کو ایک دن یہ خیال آیا کہ ڈیوڑھی میں چاول تو کم ہی رکھا گیا تھا لیکن ختم کیوں نہیں ہوتا اس نے برکت کے اس پہلو کو فراموش کیا اور شیطان کے پھندے میں جا پھنسی۔ اس نے بالائی ڈھکن کھولا تا کہ دیکھ لے کہ آخر چاول کیوں ختم نہیں ہوتا، اس خاتون کا بیان تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس ڈیوڑھی سے کوئی چیز نکلی ہے اور اوپر چلی گئی ہے۔ اس کے نکلنے میں بڑی تیزی تھی۔ ڈھکن کھولنا تھا کہ چاول ختم ہو گیا اور اس کے بعد سے ایسی کیفیت دیکھنے کو نہ ملی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاول نیچے سے نکالنے میں برکت نازل ہو رہی تھی اور جوں ہی نیت خراب ہوئی کہ نتیجہ سامنے آیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکیم محمود طارق نے اپنی کتاب سنت نبوی اور جدید سائنس: (۱۹/۲) میں پیرا سائیکالوجی کا کرشمہ کے حوالہ سے مشہور پیرا سائیکالوجسٹ کی تحقیق (Research of Leol paol) بیان کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں نے ہر حرف کی علیحدہ طاقت کو محسوس کیا اور اینٹرل ورلڈ میں اس کی خاص روشنائیوں کی لہریں محسوس کیں۔ میں نے محسوس کیا کہ جب آدمی کی نیت کردار اور معاملات درست ہوں تو اس کے الفاظ مثبت لہریں بن کر نکلتی ہیں جو کہ غیر مرئی (invisible) طور پر چیزوں کے حجم کو بڑھا دیتی ہیں یا پھر ان کے اندر مثبت لہروں کی زیادتی کی وجہ سے ایک خاص قسم کی تہہ چڑھ جاتی ہے جو تھوڑی بہت سے لوگوں کا پیٹ بھر دیتی ہے لیکن اس میں شرط نیت، معاملات اور اخلاق کی درستگی ہے۔

ان تمام بیانات کی روشنی میں یہ لائق ذکر بات ہے کہ ہر چیز میں برکت ہوتی ہے۔ جب اس میں اخلاص، نیت، ایمان و تقویٰ، طہارت و پاکیزگی موجود ہو اور برکت کا مطلب

ہی ہے نمو و اضافہ اور یہ ہر شئی کے اندر پائی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جو سنن مبارکہ میں کاموں کے انجام دینے کا طریقہ بتلایا گیا ہے اس کے مطابق انجام دینا ہی موجب برکت ہے۔ اپنی من مانی کرنا اور سنن مبارکہ کو نظر انداز کر دینا ختم برکت کا باعث ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ اپنا ہر کام خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو سنت کے مطابق انجام دیں تاکہ برکت سے محرومی نہ ہو سکے۔

کھانے کے بعد دسترخوان پر بیٹھے رہنا میزبان کے لئے ناگواری کا باعث ہے دسترخوان پر کھانا کھالینے کے بعد رخصت ہو جانا، میزبان کی اجازت کے بغیر اس پر دیر تک بیٹھ کر گفت و شنید میں مصروف نہ رہنا، اہل خانہ کو تکلیف و مشقت میں مبتلا نہ کرنا ایک مومن کا امتیازی وصف ہے۔ جب کوئی کسی کے یہاں دعوت میں جائے تو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُودُّوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا“ (الاحزاب: ۵۳/۲۲)

اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کریم ﷺ کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے ایسے وقت میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو، وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو نبی کو تمہاری اس بات سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (بیان) حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا جب تم نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی یہی ہے۔ نہ تمہیں یہ

جائز ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا (گناہ) ہے۔
حضرت انس بن مالک کا بیان ہے:

”أَنَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِالْحِجَابِ كَانَ أَبِي بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُرُوسًا بَزِينَتِ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَانَ تَرُوجُهَا بِالْمَدِينَةِ، فَلَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ إِرْتِفَاعِ النَّهَارِ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَشَى وَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا، فَرَجَعَ، فَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ الثَّانِيَةَ بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا فَضْرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا وَأَنْزَلَ الْحِجَابَ“۔ (صحیح بخاری مع التلخیص ۲/۱۲۷: ۱۲۸ (۵۴۶۶) کتاب الاطعمہ، باب قول اللہ، فاذا طعمتم فانثروا)

میں سب لوگوں سے زیادہ پردہ کے حال سے واقف ہوں۔ ابی بن کعب مجھ سے پر دے کا حال دریافت کرتے، ہوا یہ کہ آنحضور ﷺ دولہا بنے، آپ نے مدینہ کے اندر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا لوگوں کو دن چڑھے (بوقت چاشت) کھانے کے لئے بلا یا جب لوگوں نے کھانا کھا لیا کچھ چلے گئے اور چند افراد نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے، میں بھی آپ کے ساتھ چلا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر پہنچ کر یہ خیال کیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہوں گے، لوٹ کر آئے میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا۔ دیکھا کہ وہ لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں، آپ ﷺ وہاں سے واپس ہو گئے۔ حضرت عائشہ کے حجرے پر پہنچے پھر واپس آئے اس وقت دیکھا تو وہ لوگ چلے گئے تھے۔ پھر آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ حائل کر لیا اور پردے کا حکم نازل ہوا۔

کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھونے کا شرعی حکم

اس باب میں تلاش بسیار کے باوجود کوئی ایسی حدیث نہ مل سکی جو اس بات کی بین دلیل ہو کہ کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھونے سے برکت ختم ہو جاتی ہے یا طبی نقطہ نظر سے کوئی خرابی لازم آتی ہے یا ایسا کرنے سے محمد عربی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

ابن مقلہ مقدسی نے اپنی کتاب الآداب الشرعیہ: (۱۵۲/۳) میں بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن حامد سے منقول ہے کہ کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھونا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ اس کے بارے میں احمد سے ایک نص وارد ہے اور علماء کرام کا یہی شیوہ رہا ہے نیز ہم لوگ اسے کرتے ہیں، ناخواندہ حضرت اسے ناپسند کرتے ہیں حالانکہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ایک روایت کے پیش نظر مسنون ہے۔

اولاً جو چیز ہاتھ دھونے کے لئے پیش کی جائے اسے ہٹایا نہ جائے یہاں تک کہ تمام لوگ اپنے ہاتھوں کو دھولیں، ان برتنوں کا ہٹالینا عجیبوں کا فیشن ہے۔

جہاں مخصوص برتن ہو جس میں عموماً لوگ ہاتھ دھویا کرتے ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں ورنہ اس کھانے والے برتنوں میں ہاتھ دھولینا مکروہ نہیں ہے۔

البتہ جہاں معاشرے میں لوگ بخوشی اس کام کو برت رہے ہوں یعنی کھانے والے برتنوں میں ہاتھ نہ دھونا تو وہاں اس کے مطابق کام کرنا خلاف شریعت بھی نہیں اور نہ ہی یہ کام شرعی امور کے منافی ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھونے میں حکمت

مذہب اسلام طہارت و پاکیزگی کا علم بردار ہے۔ اس کے زیریں اصول قابل اتباع ہیں۔ اس نے جہاں جسمانی نجاستوں کے ازالہ کا حتمی حکم دیا ہے بعینہ کھانے اور پینے سے فارغ ہونے کے بعد غبار آلود یا نجاست آلود ہاتھوں کی صفائی پر مکمل توجہ دی ہے۔

ہاتھوں کے دھونے میں انسانی امراض سے بچاؤ سب سے بڑا فائدہ ہے۔ صفائی نہ

ہونے کی صورت میں جبکہ ہاتھ غبار آلود اور کچڑ آمیز ہو طرح طرح کے نقصانات کا ڈر ہے اور انسان کے جسموں میں مختلف طرح کی بیماریوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، بہر حال طبی نقطہ نظر سے اس کی صفائی پر کافی توجہ دینا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ نَامَ وَفِي يَدِهِ عَمْرٌ وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يُلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ“۔

(سنن ابی داود مع العون: ۲۳۶/۱۰: ۲۸۳۶) باب فی غسل الید بعد الطعام، سنن ترمذی ۱۶۸۲

(۹۳۸) باب من بات و فی یدہ ریح غمر، سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۲: ۳۲۹۶) کتاب الاطعمہ۔ علامہ ناصر الدین البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲۶۶۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

”کوئی شخص سوئے اور اس کے ہاتھ میں گوشت کی چکناہٹ یا اس طرح کی کوئی چیز لگی ہو اور اسے دھویا نہ ہو تو کسی چیز کے لائق ہونے پر وہ اپنی ہی ملامت کرے۔“

اس حدیث رسول سے واضح ہوا کہ متلوٹ ہاتھ ہونے کی صورت میں اذیت رساں حیوانات کے ذریعہ بحالت خوابیدگی تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ بہت ایسے زہریلے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں جن کے ڈنک مارنے کے بعد بقضاء و قدر جاں بخشی کی امید بہت کم ہوتی ہے یا اس سے برص کی بیماری ہونے کا غالب ہوتا امکان ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دودھ پیا، پانی طلب کیا اور کھلی کی پھر فرمایا۔ اس کے اندر چکناہٹ ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۱۳/۱۰: ۲۱۱) کتاب الوضوء، صحیح مسلم: ۲۷۱/۲۷: ۹۵) کتاب الجنس

بخاری و مسلم اور سنن کی روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھونا بہتر ہے۔ خصوصاً جب ہاتھ غبار آلود ہوں یا اس کے اندر چربی لگی ہو یا چکناہٹ موجود ہو تو انہیں اذیت رسانی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے۔

کھانے سے فراغت کے بعد تولیہ یا رومال سے ہاتھ صاف کرنا کھانے سے فراغت کے بعد انسان اپنا ہاتھ دھونا بہتر خیال کرتا ہے لیکن سوال یہ

ہے کہ ہاتھوں کو تولیہ یا رومال سے صاف کرے یا کیا کرے؟ اس سلسلہ میں بتانا یہ ہے کہ ہاتھوں کو صاف کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن نبی ﷺ کی تعلیم یہ ہے:

”لَا يَمْسَحُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعُقَ أَصَابِعَهُ“ (مسلم: ۱۳۴/۲۰۲۳)

یعنی اپنے ہاتھ کو تولیہ سے صاف نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی انگلیاں چاٹ کر صاف کر لے۔ نبوی تعلیمات کے مطابق انگلیوں کو چاٹ کر صاف کرنا پہلے ہے اور رومال، تولیہ یا کسی کپڑے سے ہاتھ کو صاف کرنا بعد میں ہے۔

بسا اوقات آدمی خشک چیزیں کھاتا ہے جن سے ہاتھ میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے اور نہ انگلیاں تر ہوتی ہیں، کبھی سیال و تر چیزیں کھاتا ہے جن سے ہاتھوں کی انگلیوں میں بہت ساری چیزیں لگ جاتی ہیں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

عہد رسالت میں جب کھانے کے انواع و اقسام پر نظر ڈالی جائے تو بہت کم اس طرح کے کھانے ملتے ہیں جن میں سیال مادہ ہو اور ان کے کھانے سے انگلیاں تر ہو جاتی ہوں۔ آج کل تو کھانے کئی طرح کے ہیں اور خوردنی اشیاء کی فراوانی ہے۔ خشک و سیال صفت کھانوں کی کثرت ہے، کھانے کے بعد صحابہ کرام کیا کرتے تھے اس کے بارے میں واقفیت کے لئے سعید بن حارث کی روایت کا ذکر مناسب ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ”مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ“ یعنی آگ سے پکی چیزوں کو کھانے سے وضو کرنے کا حکم دریافت کیا کہ کیا ہم ان کو کھانے کے بعد وضو کریں یا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ہم زمانہ رسالت میں اس قسم کے کھانے بہت کم پاتے تھے۔ جب ہم پاتے تو ہمارے پاس رومال بھی میسر نہ تھے، چنانچہ ہماری ہتھیلیاں، ہماری کلائیوں اور ہمارے پاؤں ہوا کرتے تھے (یعنی ہم ہاتھوں کو انہی پرل کر صاف کر لیا کرتے تھے) پھر ہم نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ (بخاری: ۵۰۱/۹)

آج کل ہوٹلوں، ریسٹوران میں ٹیشو پیپر (Tissue paper) رکھے ہوتے ہیں یا تولیہ مغسلہ کے پاس لٹکا دی جاتی ہے جن سے ہاتھوں کو پانی اور صابن سے صاف کر

کے خشک کیا جاتا ہے، دیکھا یہ گیا ہے کہ تولیہ یا رومال اکثر گندے ہوتے ہیں یا پانی سے تر ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے ہاتھوں کو اس میں صاف کرتے ہیں ان کو بدلا بھی نہیں جاتا اور نہ ہی ہر کھانے والوں کے لئے الگ الگ تولیہ کا انتظام کیا جاتا ہے، ایسے رومال اور تولیہ میں ہاتھ صاف کرنا دراصل کسی بیماری کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ماہرین اطباء نے اپنی تحقیق کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ اس طرح کے رومال اور تولیہ سے ہاتھ صاف کرنے میں متعدی امراض (Infectious Diseases) مثلاً ہیضہ، طاعون، ٹائیفائیڈ، ٹی بی وائرس ریقان (Jaundice) اور انفلوزا ہاتھوں کے ذریعہ جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں اور ان کے پھیل جانے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ اس طرح کے کپڑوں میں ہاتھ صاف کرنے سے بچنا چاہیے جہاں تک ٹیشو کاغذ (Tissue paper) کا سوال ہے تو آدمی اس کو تنہا استعمال کرتا ہے اور پھینک دیتا ہے یہ سائنس کی جدید ایجاد ہے اور اس کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ اگر سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اس سے کسی مرض کے لاحق ہونے کا خدشہ ہو تو اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بچا جائے اور کسی مرض کو دعوت نہ دی جائے، اسی طرح رومال اور تولیہ بھی آدمی تنہا استعمال کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ان چیزوں کے استعمال سے شریعت منع کرتی ہے بلکہ انسان کو یہ چیزیں پا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت خیال کرنی چاہیے، ان کی قدر ہونی چاہیے اور ان کے صحیح استعمال پر اللہ کا شکر بجالانا چاہیے۔

کھانے کے بعد منہ دھونا

کھانے سے فراغت کے بعد منہ دھونا مستحب ہے اور ہر اعتبار سے بہتر بھی کہ آدمی اس وہم میں مبتلا نہ رہے کہ اس کے منہ میں کوئی چیز لگی ہوئی ہے، خصوصاً مائع اور سیال قسم کی چیزوں کے بعد منہ دھونا اسلئے ہے کہ انکے کھانے اور پینے کے بعد منہ میں ان کے اثرات کے باقی رہ جانے کا قوی امکان ہوتا ہے یہ جدید سائنس کا ہی تقاضا نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کا معمول بھی رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَقَالَ: إِنَّ لَهُ دُسْمًا“.

(بخاری مع الفتح: ۴۰۸/۱: ۲۱۱)

یعنی نبی ﷺ نے دودھ پیا پھر پانی منگایا، کلی کیا اور فرمایا: اس میں چربی ہے۔

علامہ نووی نے اس کے ضمن میں لکھا ہے:

”فِيهِ اسْتِحْبَابُ الْمَضْمَضَةِ مِنْ شُرْبِ اللَّبَنِ قَالَ الْعُلَمَاءُ وَكَذَلِكَ غَيْرُهُ مِنَ الْمَا كُؤْلِ وَالْمَشْرُوبِ تَسْتَحِبُّ الْمَضْمَضَةَ وَلِنَلَا تَبْقَى مِنْهُ بَقَايَا يَتَسَلَّعُهَا فِي حَالِ الصَّلَاةِ تَوَلَّتْ قِطْعَ لُزْجَتِهِ وَدَسِمَهُ وَيَتَطَهَّرُ فَمُهُ“۔ (المہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: ۲۶۹/۴)

اس میں دودھ پی کر کلی کرنے کا استحباب معلوم ہوا۔ علماء کا بیان ہے کہ اسی طرح کی دوسری چیزیں کھانے اور پینے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ باقی رہے کہ نماز کی حالت میں اس کو نگلتا رہے اور اس کی چیچھا ہٹ اور چکنا ہٹ ختم ہو جائے اور منہ پاک ہو جائے۔

اس کے مقابلہ میں سنن ابی داؤد: ۸۴/۱ میں انس بن مالکؓ کی صحیح حدیث ”ان رسول اللہ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَلَمْ يُمَضْمَضْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَصَلَّى“ مروی ہے۔ وہ دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے یعنی کلی کرنا واجب نہیں ہے۔

کھانے کے بعد مسواک کرنا

مسواک دانتوں کی صفائی اور اس میں جو بد بو پیدا ہو چکی ہو ان کے ازالہ میں معاون ہے مسواک کرنا نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ خالد حذاء چہنی تو اپنے کان پر کاتبوں کی طرح مسواک رکھا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے مسواک کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

”لَوْلَا أَنِ اشْقَى عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتَهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ“.

(بخاری مع التقریب: ۳۸۱۲، مسلم مع النووی: ۱۳۵/۳)

اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں اس کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔
علامہ ابن قیم نے زاد المعاد: (۳۲۳/۳) میں لکھا ہے :

”وَفِي السَّوَاكِ عِدَّةٌ مِّنَ فَعٍ: يُطِيبُ الْقَمَّ وَيَشُدُّ اللَّثَّةَ، وَيَقْطَعُ الْبُلْغَمَ، وَيَجْلُو الْبَصَرَ، وَيَذْهَبُ بِالْخَضِرِ، وَيَصْحُ الْمِعْدَةُ، وَيُصْفِي الصَّوْتِ، وَيُعِينُ عَلَى هَضْمِ الطَّعَامِ، وَيُسَهِّلُ مَجَارِيَ الْكَلَامِ، وَيُنْشِطُ الْقِرَاءَةَ وَالذِّكْرَ وَالصَّلَاةَ، وَيَطْرُدُ السَّرْمَ، وَيَرْضِي الرَّبَّ، وَيَعْجِبُ الْمَلَائِكَةَ، وَيَكْثُرُ الْحَسَنَاتُ“.

مسواک کرنے میں کئی فائدے ہیں۔ منہ پاکیزہ و خوشگوار ہوتا ہے۔ مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ بلغم ختم ہوتا رہتا ہے۔ نگاہ تیز ہوتی ہے۔ خسر رفع ہو جاتا ہے۔ معدہ درست رہتا ہے۔ آواز صاف ہوتی ہے۔ کھانے کے ہضم ہونے میں معاون ہے۔ کلام کے جاری ہونے کی جگہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ قراءت، ذکر و نماز کے لئے خفیہ ہو جاتا ہے۔ سرم بھاگ جاتا ہے۔ رب راضی ہوتا ہے۔ فرشتے پسند کرتے ہیں اور نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا

خلال کرنا آدمیوں کی عام عادت بن گئی ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے سر کے بالوں میں خلال کے لئے پتلی لکڑیاں ڈالے رہتے ہیں یا جیبوں میں ایسی چیزیں رکھے رہتے ہیں جن سے کھانے کے بعد خلال کر سکتے ہوں۔

خلال کے بارے میں ابویوب انصاری کی ایک حدیث ہے۔ ”حَبَّ لَدَا الْمُتَحَلِّلُونَ، اِنْ تَخَلَّلَ بَيْنَ اَصَابِعِكَ بِالْمَاءِ، وَاِنْ تَخَلَّلَ مِنَ الطَّعَامِ“۔
کتنے اچھے ہیں خلال کرنے والے، یا وہ اپنی انگلیوں کا پانی سے خلال کرتے ہیں یا کھانے کے بعد خلال کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱/۱، مسند احمد: ۴۱۶/۵) (ضعیف ہے)

علامہ البانی نے ارواء الغلیل: (۳۵/۷) میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن عبد اللہ بن عمر کا یہ قول ”إِنَّ فَضْلَ الطَّعَامِ الَّذِي يَتَّقَى بَيْنَ الْأَخْرَاسِ يُؤْهِمُ الْأَخْرَاسَ“ جو مجمع طہرائی کے حوالہ سے علامہ البانی نے ارواء الغلیل: (۳۳۷/۷) میں ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے۔

کھانے کے بعد کی دعائیں

خورش ایک مستقل عبادت ہے جبکہ آدمی کی یہی نیت ہو کہ کھانا اور پینا عبادت کے لئے تقویت کا سامان ہے، اگر غذاؤں کے استعمال میں نیت خالص رہے گی تو کھانے اور پینے میں بندہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، چنانچہ کھانے اور پینے کے شروع میں ”بسم اللہ“ اور فراغت کے بعد حمد الہی کرنی چاہیے۔ کھانے کے بعد کی دعائیں درج ذیل ہیں:

حضرت ابو امامہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کھانا کھالینے کے بعد جب دسترخوان اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرُ مُكْفِيٍّ وَلَا مُودِعٍ وَلَا مُسْتَغْنَى عَنْهُ رَبَّنَا“۔

(صحیح بخاری: ۳۶۲/۱۳-۵۳۵۸)۔ الفتح، کتاب الاطعمۃ، صحیح سنن ابی داؤد: ۳۰/۳-۷۳۸۹) بہت زیادہ پاکیزہ بابرکت جملہ تعریفات اللہ ہی کے لئے ہیں جو اللہ کی ادنیٰ نعمت کے بالمقابل نا کافی ہیں نہ تو تعریف چھوڑی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے رب اور نہ اس سے بے نیازی برتی جاسکتی ہے۔

دوسری روایت میں ہے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَفَانَا وَأَرْوَانَا غَيْرُ مُكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ“۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۳۶۲/۱۲-۵۳۵۹)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں پیٹ بھر کھلایا، ہمیں سیرابی بخشی، یہ شکر ایسا نہیں ہے کہ ایک بار میں ختم ہو جائے یا پھر ناشکری کی جائے۔

عبدالرحمن بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ کی آٹھ سالہ خدمت کی۔ اس کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھانا آتا تو آپ ”بسم اللہ“ کہتے

اور فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

”اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتُ وَسَقَيْتُ وَاعْنَيْتُ وَاقْنَيْتُ وَهَدَيْتُ وَاحْيَيْتُ فَلَكَ
الْحَمْدُ عَلٰی مَا اَعْطَيْتُ“۔ (مسند احمد ۶۲/۴، ۳۳۷، ۵/۳۷۵، سنن کبریٰ نسائی ۲۰۲/۴، عمل الیوم
واللیلۃ لابن السنی: ۳۵۶، علامہ ابن حجر نے فتح الباری: (۳۶۳/۱۲) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے)۔

اے اللہ! تو نے کھلایا، پلایا، غنی کیا، خوش کیا، ہدایت دی، اور زندہ کیا چنانچہ تیری عطا
کردہ چیز پر تیری ہی تعریف ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کھانے اور پینے کے وقت
یہ پڑھا کرتے تھے۔ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَ وَجَعَلَ لَہٗ
مَخْرَجًا“۔

(سنن ابی داود مع العون: ۱۰/۲۳۶ (۳۸۴۵) کتاب الاطعمہ، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:
ص ۴۷۱، علامہ البانی نے ”صحیح ابی داود: ۳۰/۲ (۳۸۵۱) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے)۔
تمام تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس نے کھلایا، پلایا اور اسے آبسافی حلق سے
نیچے اتار دیا اور اس کے نکلنے کی راہ بنائی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمْنِیْ هٰذَا وَرَزَقْنِیْہٖ مِنْ
غَیْرِ حَوْلِ مِیْنِیْ وَلَا قُوَّةَ“۔ (صحیح سنن ابن ماجہ: ۲/۲۲۸ (۲۶۵۶) کتاب الاطعمہ، صحیح سنن ترمذی
۱۵۹/۳ (۳۷۰۳) علامہ البانی نے اسے ارواء الغلیل: ۴۸۷ (۱۹۸۹) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۳۲۸۵) میں حسن
قرار دیا ہے)۔

جس نے کھانا کھا کر یہ دعا پڑھی تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔
فائدہ: کھانے کے بعد کی دعا جس کو لوگ بکثرت پڑھا کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔
حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانے سے فارغ ہو کر یہ
دعا پڑھا کرتے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ“۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمانوں میں سے
ایک مسلمان بنایا۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ شعیب الرناؤوط نے شرح السنہ للبیہقی: (۲۷۹/۱۱) میں یہ بیان کیا ہے کہ ابن عثمان نے شرح الاذکار: (۲۲۹/۵) میں نقل کیا ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے اسے بطریق امام احمد: (۹۸/۳) روایت کرنے کے بعد ”الامالی“ میں حسن قرار دیا ہے لیکن یہ حسن قرار دینا تمام ائمہ کرام کے نزدیک محل نظر ہے کیوں کہ اس کی سند میں اسماعیل مجہول راوی ہے۔ علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ضعیف سنن ابی داؤد (۳۸۵۰)، ضعیف سنن ابن ماجہ (۳۲۸۳)۔

محقق بدر عبد اللہ البدر نے بھی الدعوات الکبیر للبیہقی: (۲۲۶/۲) کے اندر اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

کھانے سے فراغت کے بعد میزبان کے حق میں دعا کرنا
جہاں میزبان مہمانوں کے آداب ضیافت کا التزام کرتا ہے وہیں مہمانوں کا حق بنتا ہے کہ وہ میزبان کے لئے دعا کرے۔

حضرت عبد اللہ بن بسرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے پاس تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے کھانا اور وطبہ (یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجور پنبیر اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے دیکھئے: جامع الاصول: ۷/۳۹۷) آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے کھایا، کھجور کھاتے اور گٹھلی کو دونوں انگلیوں کے درمیان رکھتے یعنی گٹھلیاں کھجور میں نہیں ملا تے، انہیں الگ رکھتے، پانی پیا اور جو آپ کے دہنی جانب تھا اسے دیدیا، میرے والد نے آپ کے سواری کی تکمیل تھام لی اور کہا کہ آپ میرے لئے دعا کر دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ فَاَغْفِرْ لَهُمْ وَاَرْحَمْهُمْ“۔ (صحیح مسلم)

النووی: ۲۳۷/۱۳ (۱۳۶) سنن ترمذی: مع اللحہ: ۲۹/۱۰، عمل الیوم واللیلۃ: ص ۷۷ (۲۷۷)

اے اللہ! تو ان کی روزی میں برکت دے، ان کی بخشش فرما اور ان پر رحم کر۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے گھر گئے، ان کے پاس کھانا کھایا، جب نکلنے کا ارادہ کیا تو گھر کے ایک گوشہ میں دری بچھا نے کا حکم دیا، آپ نے نماز ادا کی اور ان کے لئے دعا کی۔

دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے جہاں آپ کی خدمت میں روٹی اور تیل پیش کیا گیا، آپ نے کھانے کے بعد یہ دعا کی:

”أَفْطَرْتُ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَأَكَلْتُ طَعَامَكُمْ إِلَّا بَرَارًا وَصَلَّيْتُ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ“.

(ابوداؤد: ۳۸۵۴) شعیب ارناؤط نے اس کی سند صحیح کہا ہے۔ ابن حبان (۱۳۵۳) نے بھی عبد اللہ

بن زبیر والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، نیکوکاروں نے کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے اوپر رحمت و برکت کی دعائیں کیں۔

ان روایتوں کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ یہاں یونہی کھا کر رہ جانا کافی نہیں ہے بلکہ کھانے والے کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں دعا کرے، خیر و برکت کی دعائیں اور بھلی باتیں، ایسی باتیں ہرگز بیان نہ کرے جو دل شکن ہوں۔

بعض فقہاء (الفتاویٰ الہندیہ: ۳۴۴/۵) کا بیان ہے کہ میزبان کا مہمان کے اوپر یہ حق ہے کہ وہ وہیں بیٹھے جہاں میزبان بیٹھائے ان چیزوں کو خوشی خوشی کھائے جو اس کے سامنے پیش کرے، میزبان کی اجازت کے بغیر کھڑا نہ ہو، وہاں سے رخصت ہوتے وقت میزبان کے حق میں رحمت و برکت اور فراخی و وسعت کی دعا کرے۔

کھانے کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے

دوپہر کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کا نام قیلولہ ہے۔ یہ اوقات ان اوقات ممنوعہ میں سے ایک ہے جن میں بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ معمول تھا کہ دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کرتے تھے۔ بخاری و مسلم کے اندر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ دوپہر میں کھانا تناول فرماتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے اور یہ کام نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ہوا کرتا تھا۔ مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ کام زمانہ رسالت میں ہوا کرتا تھا۔

قیلولہ نہ کرنا شیطانی صفت ہے اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے قیلولہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ طبرانی اوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: **”قِيلُوا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَقِيلُ“**، یعنی قیلولہ کرو یقیناً شیطان قیلولہ نہیں کرتا ہے۔

قرآن کریم نے اس وقت کی اہمیت کو بایں معنی واضح کیا ہے کہ دوپہر کا وقت تھوڑی دیر آرام کرنے کا ہے اور اس میں بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا ممنوع ہے۔ صحابہ کرام نے اس کو اپنی زندگی میں اپنا معمول بنایا۔

اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت سی حکمتیں پنہاں رکھی ہیں۔ یہ تعلیم نبی کو دی گئی اور نبی نے صحابہ کرام کو دیا۔ جدید میڈیکل سائنس کے مطابق قیلولہ بے شمار امراض کا تریاق ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ قیلولہ سے انسان بے خوابی اور نفسیاتی امراض سے کلی طور پر بچ جاتا ہے۔ آدمی کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ ہاں! اگر تھوڑی دیر اسے راحت مل جاتی ہے تو پھر وہ شیط ہوکرا کاموں کے لائق بن جاتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ قیلولہ سے جہاں آدمی دن کے باقی حصوں کو تازگی اور نشاط کے ساتھ گزارتا ہے وہاں بے شمار نفسیاتی امراض اور دماغی امراض (Mental Diseases) سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

قیلولہ ضرورت کے مطابق ہو اور صرف دوپہر کے کھانوں کے بعد یہی مسنون ہے۔ یہ نہیں کہ صبح کھانا کھایا جیسا کہ دیہاتوں میں اس کا عام رواج ہے اور اس کے بعد لیٹ گئے تو پورا دن یونہی نکل گیا، قیلولہ رات کے کھانے کے بعد بھی مقصور نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ قیلولہ جسمانی راحت و سکون کے لئے بہتر ہے۔ اگر آدمی زیادہ سونے کا عادی بن جائے تو جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ایسا شخص سستی و کسل مندی، مرگی (Epilepsy)، اختناق الرحم یا ہسٹریا (Hysteria) بے خوابی اور آنکھوں کے امراض (Eye Diseases) کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کم سونا بہترین عادت ہے اور معمولات زندگی کو سنت کے مطابق ڈھالنے ہی میں فائدہ ہے۔

۴ فروری ۲۰۰۷ء کے اخباری بیان کے مطابق محققین کی رپورٹ یہ ہے کہ مستقل قیلولہ

کرنا دل کے لئے مفید ہے۔ تقریباً ۳۴ ہزار یونانی بالغ مرد و خواتین پر ۶ سال تک کی گئی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو لوگ دوپہر بعد قیلولہ کرنے کے عادی ہیں ان میں دل کی بیماری سے موت کا خطرہ دوسرے کے مقابلے میں گنا کم ہوتا ہے جو قیلولہ نہیں کرتے ان کے مقابلے میں ایسے افراد میں جو ہفتے میں کم از کم تین دن سے کم ۳۰ منٹ قیلولہ کرتے تھے دل کی بیماریوں سے مرنے کا خطرہ ۷۳ فیصد کم پایا گیا ہارورڈ یونیورسٹی کے محققین نے بتایا کہ یہ تعلق بے روزگار لوگوں کے مقابلے میں روزگار افراد میں زیادہ پایا گیا کیونکہ قیلولہ کی وجہ سے ان کو تھکان سے راحت ملتی ہے۔ محققین کی ٹیم کی انچارج انڈرونگی ناسکانے بتایا کہ ہم اس نتیجے میں پہنچے ہیں کہ قیلولہ کرنا لوگوں کے معمولات میں شامل ہے۔ محققین کا کہنا ہے کہ قیلولہ نہیں کرنے والوں کے مقابلے میں کبھی قیلولہ کرنے والے بھی دل کی بیماری سے کم مرتے ہیں تاہم مستقل قیلولہ کرنے کی افادیت زیادہ ہے۔ سابقہ مطالعات کے برخلاف قیلولہ کے اجمالی اثرات کا جائزہ لیا گیا تھا اس مطالعہ میں دل کی بیماری سے مرنے والوں پر ہی توجہ مرکوز کی گئی۔



پینے کے اسلامی آداب

اور

جدید سائنس

پینے والے برتن کو کدھر سے بڑھایا جائے

نبی ﷺ کے زمانے میں پینے اور پلانے کا رواج تھا اور وہ کھانے پینے کے آداب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اگر کوئی مجلس ہو اور آدمی اس میں (پانی یا دودھ وغیرہ) پلارہا ہو یا چند افراد ہوں اور ان کو پلانا ہو تو پلانے والا کدھر سے پلائے۔ برتن کو پہلے کدھر بڑھائے۔ اس کے سلسلے میں نبی ﷺ کی حدیث واضح ہے۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے: ”اَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي دَارِنَا هَذِهِ، فَاَسْتَسْقَى، فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةَ لَنَا، ثُمَّ شَبْتُهُ مِنْ مَاءٍ يَبْرُنَا هَذِهِ فَاَعْطَيْتُهُ وَاَبُو بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ وَعُمَرُ تَجَاهَهُ وَاعْرَابِي عَنْ يَمِينِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عَمْرُو: هَذَا اَبُو بَكْرٍ فَاَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ فَضَلَّهُ ثُمَّ قَالَ: اَلَا يَمْنُونُ، اَلَا يَمْنُونُ اَلَا فَيَمْنُوْا“۔ (بخاری: کتاب الہیۃ: ۲۳۸/۵۔ الفتح: ۲۰۰/۱۳۔ شرح نووی)

رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر آئے۔ انہوں نے پینے کے لئے طلب کیا۔ ہمارے پاس جو بکری تھی اس کا دودھ دوہا۔ پھر اپنے کنوئیں کا پانی ملایا۔ میں نے اسے ان کو دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب تھے اور عمران کے سامنے تھے جبکہ ان کی دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ابو بکر ہیں۔ انہوں نے بچا ہوا دودھ دیہاتی کو دیا پھر فرمایا: دائیں والے، دائیں والے، سنو! دائیں سے شروع کرو۔

دوسری حدیث میں ہے: ”مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا“۔ (ترمذی: (۲۰۰۳) صحیح سنن ابی داود یہ حدیث صحیح ہے: ۲۱۲/۳ (۲۹۴۳)

یعنی جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تیسری حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا :
 ”أَرَانِي أَتَسْوَأُكَ بِسِوَاكَ فَبَجَاءَ نَبِيُّ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاقَلْتُ
 السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيلَ لِي : كَبِيرٌ فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا“ . (بخاری :
 ۴۶۳/۱ کتاب الوضوء - الفتح)

مجھے دکھایا گیا کہ میں تجھے مسواک دے رہا ہوں کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان
 میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے اس سے چھوٹے کی طرف مسواک بڑھایا تو
 مجھ سے کہا گیا: بڑے کو دو۔ چنانچہ میں نے ان میں سے جو بڑا تھا اس کو مسواک دے دیا۔
 ایک حدیث میں ہے کہ ”کَبِيرُ الْكَبِيرِ“ (بخاری: ۶۵۸/۱۰، کتاب الادب) یعنی
 بڑے کو بڑا سمجھو (یعنی ہر معاملہ میں اس کو بڑا خیال کر کے ترجیح دو)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پلاتے تو فرماتے :
 ”ابْدُؤْا بِالْكَبِيرِ“ . (مسند ابی یعلیٰ بسند قوی کما فی الفتح: ۱۰۹/۲) یعنی بڑے سے شروع کیا کرو۔

داہنی طرف سے پلانا اسوہ محمدی ہے

اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ جب کوئی محفل یا کسی جلسہ کا انعقاد ہو یا چند افراد کسی
 جگہ جمع ہوں یا مہمان کسی کے گھر فروکش ہوں اور ان کے درمیان پانی وغیرہ پلانے کا وقت
 آئے تو اس میں الاقرب فالاقرب اور الاکبر فالاکبر کی رعایت نہ کرتے ہوئے
 داہنی طرف سے پلانا اسوہ محمدی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ داہنی طرف سے پلایا
 جائے۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰی بِلَنِيْنٍ فَدَفَعْتُ
 بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِيْنِهِ اَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ يَسَارِهِ اَبُوْ بَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ اَعْطٰى الْاَعْرَابِيَّ
 فَقَالَ : اَلَا يَمَنُ فَاَلَا يَمَنُ“ . (صحیح بخاری مع الفتح: ۶۳۳/۱۲، باب الایمن فالایمن فی
 الشرب، صحیح مسلم مع النووی ۳۱۱/۱۳، سنن ترمذی مع التھمہ: ۱۳/۶، صحیح ابن ماجہ: ۳/۱۳
 ۱۵۵ (۳۳۸۸) سنن دارمی: ۱۱۸/۲)

رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا، جس میں پانی کی ملاوٹ تھی (یا اس میں پانی ملایا گیا تھا) آپ کی وہی طرف ایک اعرابی تھا اور آپ کی بائیں طرف ابو بکر تھے چنانچہ آپ نے دودھ پیا اور اعرابی کو دیا اور کہا: الایمن فالایمن (دایاں پھر دایاں)۔

حضرت اہل بن سعد کی روایت ہے: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ عَنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: ”أَنَا ذَنْ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللَّهِ! لَا أُؤْتِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا فَتَلَّهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ“ (صحیح بخاری مع الفتح: ۶۳۴/۱۲، صحیح مسلم مع النووی: ۲۱۲/۱۳، ۱۴۲)

رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی یا اس کے مثل چیز لائی گئی، آپ نے پیا اور آپ کی دائیں جانب ایک بچہ تھا اور بائیں طرف بزرگ لوگ تھے۔ آپ نے بچے سے کہا: کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں ان لوگوں کو دوں؟ بچے نے کہا: قسم اللہ کی، اے رسول اللہ! میں اپنا حصہ کسی کو نہیں دوں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے: ”دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَلَى مَيْمُونَةٍ، فَجَاءَ تَنَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا عَلَى يَمِينِهِ، وَخَالِدٌ عَنْ شِمَالِهِ، فَقَالَ لِي: ”الشُّرْبُ لَكَ، فَإِنْ شِئْتَ آثَرْتُ بِهَا خَالِدًا“، فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ لَاؤْتِرُ عَلَى سُورِكَ أَحَدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ أَطْعَمَهُ اللَّهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: ”اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعَمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَبَنًا فَلْيَقُلْ: ”اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ“ (صحیح ابن ماجہ: ۱۵۵/۳)

(۲۳۸۹)، علامہ البانی نے ”سلسلة الاحادیث الصحیحة“ ۲۱۲/۵ (۲۳۲۰) میں اسے حسن قرار دیا ہے)

رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا۔ آپ کی دائیں طرف عبد اللہ بن عباسؓ اور بائیں طرف خالد بن ولیدؓ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباسؓ سے فرمایا: کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں خالد کو پلاؤں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھے پسند نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا جھوٹا اپنی ذات پر کسی کو دینے میں ترجیح دوں۔ ابن عباسؓ نے لیا اور پیا

اور خالدؓ نے بھی پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کھائے اس کو کہنا چاہئے: اے اللہ! ہمارے لئے اس میں برکت دے اور اس سے بہتر ہمیں کھلا اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے تو وہ کہے: اے اللہ! ہمارے لئے اس دودھ میں برکت دے اور اس سے زیادہ کر دے۔

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ پانی، دودھ، شربت یا اس طرح کی پینے والی تمام چیزوں کو پلانے والا اپنی دہنی طرف سے پلائے۔ اس کے اندر کسی بڑے اور چھوٹے کی تمیز اسوۂ محمدی کے خلاف ہے۔ یہ اسی صورت میں درست ہے جب وہ شخص جو پلانے والے کی دائیں طرف موجود ہو اس کی اجازت دے دے ورنہ نہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: ”قُلْتُ: وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا: ”اَسْتَسْقِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاتَى...“ وَفِيهَا بَيَانٌ أَنَّ الْبَدْءَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لِأَنَّهُ كَبِيرُ التَّمَوِّمِ وَ سَيِّدُهُمْ - وَهُوَ كَذَلِكَ حَقًّا - وَإِنَّمَا لِأَنَّهُ كَانَ هُوَ الطَّالِبُ لِلْسُقْيَا، فَلَا مُنَافَاةَ حِينَئِذٍ بَيْنَ مَا وَقَعَ، وَبَيْنَ قَوْلِهِ: ”الْأَيْمَنَ فَلَا يَمْنَنَ“، وَلَا تَخْصِيصَ فِي هَذَا، بَلْ هُوَ عَلَى عُمُومِهِ، بَلْ يُؤَكِّدُ لِأَنَّهُ إِنَّمَا قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ صَارَ هُوَ السَّاقِي فَاعْطَاهُ الْأَعْرَابِيُّ دُونَ أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ مُبَيِّنًا إِنَّهُ الْحُكْمُ الشَّرْعِيُّ وَهُوَ أَنْ يَبْدَأَ السَّاقِي بِمَنْ عَنْ يَمِينِهِ مُطْلَقًا، سِوَاءَ كَانَ كَبِيرُ الْقَوْمِ أَمْ لَا، وَكَكَذَلِكَ أَنَسُ يَقُولُهُ فِي رِوَايَةٍ: فَهِيَ سُنَّةٌ، فَهِيَ سُنَّةٌ، فَهِيَ سُنَّةٌ“۔ (مختصر اشعائل الحمدیہ: ج ۱/۱۱۲)

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی طلب کیا تو لایا گیا۔۔۔ اس میں وضاحت ہے کہ نبی ﷺ سے آغاز ہوا۔ اس لئے نہیں کہ وہ لوگوں میں بڑے اور ان کے سردار تھے۔ ایسا کرنا حق تھا۔ وہ اس لئے کہ وہ پانی پینے کے طالب تھے۔ جو کچھ ہوا اس کے درمیان اور آپ کے قول کے درمیان ”الایمن فالایمن“ کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے اور نہ ہی اس میں تخصیص ہے۔ بلکہ وہ عموم پر دال ہے۔ بلکہ یہ یقیناً امر ہے کہ ساتی نے اس کے بعد ابوبکر کے علاوہ اعرابی کو دیا۔ پھر وضاحت

سے فرمایا کہ حکم شرعی یہ ہے کہ ساقی اپنے دائیں جانب سے شروع کرے خواہ وہ لوگوں میں بڑا ہو یا نہ ہو۔ اور حجر تالس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی روایت میں ایسا ہی کیا ہے کہ یہی سنت ہے، یہی سنت ہے، یہی سنت ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: "فِي الْحَدِيثِ أَنَّ سُنَّةَ الشَّرْبِ الْعَامَّةِ تَقْدِيمُ الْأَيْمَنِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ وَأَنَّ تَقْدِيمَ الْيَمِينِ عَلَى الْيَمِينِ لَيْسَ الْمَعْنَى فِيهِ، بَلْ الْمَعْنَى فِي جِهَةِ الْيَمِينِ، وَهُوَ فَضْلُهَا عَلَى جِهَةِ الْيَسَارِ، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ تَرْجِيحًا لِمَنْ هُوَ عَلَى الْيَمِينِ، بَلْ هُوَ تَرْجِيحٌ لِحِجَّةٍ". (فتح الباری ۱/۱۰۹)

حدیث میں ہے کہ پینے کا مسنون طریقہ دایاں کو مقدم کرنا ہے، اس سے یمیں پر مقدم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جہۃ الیمین ہے اور اس کو جہۃ الیسار پر فضیلت حاصل ہے اس کا مفہیم ہے کہ اس کو یمیں پر ترجیح حاصل نہ ہوگا بلکہ جہت یمیں کو ترجیحی حیثیت حاصل ہوگی۔

آگے لکھتے ہیں: "وَيُجْمَعُ بَأَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْحَالَةِ الَّتِي يَجْلِسُونَ فِيهَا مُتَسَاوِينَ مَا بَيْنَ يَدَيِ الْكَبِيرِ أَوْ عَنْ يَسَارِهِ كُلِّهِمْ، أَوْ خَلْفَهُ أَوْ حَيْثُ لَا يَكُونُ فِيهِمْ، فَتَخَصُّ هَذِهِ الصُّورَةُ مِنْ عُمُومِ تَقْدِيمِ الْأَيْمَنِ أَوْ يُخَصُّ مِنْ عُمُومِ هَذَا الْأَمْرِ بِالْبِدَايَةِ بِالْكَبِيرِ مَا إِذَا جَلَسَ بَعْضُ عَنْ يَمِينِ الرَّئِيسِ وَبَعْضُ عَنْ يَسَارِهِ، فَفِي هَذِهِ الصُّورَةِ يُقَدِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَقْضُولُ عَلَى الْفَاضِلِ". (حوالہ سابق)

یہ امر متفق ہے کہ اسے ایسی حالت پر محمول کیا جائے جس میں بیٹھتے ہیں یا بڑے کے سامنے ہو یا اس کے بائیں تمام موجود ہوں یا اس کے پیچھے یا ان میں نہ ہو۔ اس شکل کو تقدیم الیمین کے عموم سے خاص کیا جائے گا یا اس امر کے عموم سے خاص ہوگا کہ بڑے سے شروع کیا جائے، جب بعض دائیں اور بعض بائیں بیٹھے ہوں اس صورت میں چھوٹے کو بڑے پر اور مفضول کو فاضل پر مقدم کیا جائے گا۔

برتن کے انتخاب کرنے اور انھیں ڈھکنے میں حکمت اور جدید سائنس

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِذَا كَانَ جَنَحُ اللَّيْلِ إِذَا امْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صَبِيَّانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ وَاعْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَادْكُرُوا اللَّهَ وَخَمِّرُوا آيَتَكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ وَلَوْ أَنْ تُعْرَضُوا عَلَيْهَا شَيْنًا وَاطْفَأُوا مَصَابِيحَكُمْ“۔

یعنی جب رات کی تاریکی آجائے یا شام ہو تو اپنے بچوں کو مت نکلنے دو اس لیے کہ شیطان اس وقت پھیل جاتے ہیں پھر جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور دروازے بند کر دو اور اللہ کا نام لو اس لیے کہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا ہے اور اپنی مشکو پر ڈاٹ لگا دو اور اللہ کا نام لو اور اپنے برتنوں کو ڈھک دو اور اللہ کا نام لو۔ اگر کوئی برتن ڈھانکنے کو نہ ملے تو ان پر آڑے کچھ رکھ دو، اور چراغوں کو بجھا دو۔

دوسری روایت میں ہے: ”غُطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ وَاعْلِقُوا الْبَابَ وَاطْفَأُوا السِّرَاجَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَجِلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدَكُمْ إِلَّا أَنْ يُعْرَضَ عَلَى إِنَائِهِ عُوْدًا وَيَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ فَلْيَفْعَلْ فَإِنَّ الْفَوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ“۔ (مسلم: ۱۸۳/۱۳-شرح نووی)

برتنوں کو ڈھک دو، بندھن باندھ دو، دروازہ بند کر دو، چراغ بجھا دو، یقیناً شیطان بندھن کو نہیں کھولتا، نہ دروازے کو اور نہ ہی برتن کو۔ جب تم میں سے کوئی کچھ نہ پائے تو اپنے برتن پر لکڑی کا ڈاٹ ڈال دو اور بسم اللہ پڑھ لو، اس لئے کہ چوبیسا گھر میں آگ لگا کر گھر والوں کو جلا دیتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”غُطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَاءٌ، لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ أَوْ سِقَاءٌ لَيْسَ عَلَيْهِ وَكَاءٌ إِلَّا نَزَلَ فِيهِ مِنْ ذَالِكَ الْوَبَاءُ“۔ (مسلم: ۱۸۷/۱۳-شرح نووی)

برتنوں کو ڈھانپ دو، ہندھنوں کو باندھ دو، سال میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جس میں وہ بانا زل ہوتی ہے اور ہر اس برتن سے اس کا گزر ہوتا ہے جس پر کوئی ڈھکن یا بندھن نہ ہو وہ اس میں داخل ہو جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے: ”كُفُّوا صَبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَإِنَّ لِلْحَيِّ انْتِشَارًا وَخِطْفَةً“۔ شام کے وقت اپنے بچوں کو روک رکھو اس لئے کہ وہ ان کے پھیلنے اور اچکنے کا وقت ہوتا ہے۔

بعض فقہاء اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ ابن حزم نے لکھا ہے: ”فَرَضَ عَلَى مَنْ أَرَادَ النَّوْمَ لَيْلًا أَنْ يُؤْكِيَ قُرْبَتَهُ وَيَخْمِرُ آيَتَهُ وَلَوْ بَعُودَ يَعْرِضُهُ عَلَيْهَا وَيَذْكُرُ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى مَا فَعَلَ مِنْ ذَلِكَ وَأَنْ يُطْفِئَ السِّرَاجَ وَيُخْرِجَ النَّارَ مِنْ بَيْتِهِ جُمْلَةً إِلَّا أَنْ يَضْطَرَّ إِلَيْهَا لِبَرْدٍ أَوْ لِمَرَضٍ أَوْ لَتَرْبِيبَةِ طِفْلٍ فَمُبَاحٌ لَهُ أَنْ لَا يُطْفِئَ مَا احتَاجَ إِلَيْهِ مِنْ ذَلِكَ“ (محلّی: ۲۲۸/۶)

جورات میں سونے کا ارادہ رکھے اس کے اوپر فرض ہے کہ وہ اپنے منکوں کو ڈھک دے، اپنے برتنوں کو ڈھانپ دے (یعنی ان کا ڈھکن بند کر دے) گرچہ ان کے اوپر لکڑی ہی کیوں نہ ہو اور ایسا کرنے پر اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھ لے)۔ چراغ کو بجھا دے، اس کے گھر سے روشنی مکمل طور پر نکل جائے الا یہ کہ ٹھنڈک یا بیماری یا نورانیہ پچہ کی پرورش کی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو اس کے لئے مباح ہے کہ وہ اپنی ضرورت بھر کی چیزیں نہ بجھائے۔

برتنوں کے اقسام میں سے ایک سقاء کا ذکر ہے اور اس سے مراد وہ برتن ہے جن میں پینے والی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نَهَيْتُكُمْ عَنِ السَّبِيدِ إِلَّا فِي سَقَاءٍ فَاشْرَبُوا فِيهِ الْأَسْقِيَةَ كُلَّهَا۔ (صحیح مسلم ۱۵۸۴۲) میں نے تمہیں نبید سے منع کیا تھا سوائے برتن کے، تمام برتنوں میں پیا کرو (جو پینے والی جائز چیزیں ہوں)۔

ایک روایت میں ظروف کے الفاظ ہیں جن کا معنی برتن کے ہیں۔ وعاء کا بھی لفظ آیا ہے جو برتن کے معنی میں مستعمل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ

الْأَشْرَبَةِ فِي ظُرُوفِ الْإِدَمِ فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ وَغَاءٍ غَيْرَ أَنْ لَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا“۔ (حوالہ سابق) یعنی میں نے تمہیں ادم کے برتنوں میں پینے سے روکا تھا ہر برتن میں پیا کرو سوائے اس برتن کے جس میں نشہ ملی ہوئی چیزیں ہوں ان میں نہ پیا کرو۔

۳۔ عبد اللہ بن بریدہ عن ابیہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: نَهَيْتُكُمْ عَنْ الظُّرُوفِ وَإِنَّ الظُّرُوفَ لَا يَجِلُّ شَيْئًا وَلَا يَحْرُمُهُ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔ یعنی میں نے تمہیں برتنوں سے روکا تھا حالانکہ برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور نہ اسے حرام کرتا ہے۔ ہر مسکر (نشہ آور) حرام ہے۔

امام نووی نے قاضی کا قول بیان کیا ہے کہ دوسری روایت میں بعض راویوں کی طرف سے تغیر ہے درست یہ ہے۔ ”كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ لَا تَشْرَبُوا إِلَّا فِي ظُرُوفِ الْإِدَمِ“۔ یہاں لفظ الاجوا استثناء کے لئے ہے اور اس کا ہونا ضروری ہے حذف کر دیا گیا ہے۔ پہلی روایت میں بھی تغیر ہے درست یہ ہے ”فَاشْرَبُوا فِي الْإِدَمِ كُلِّهَا“ کیوں کہ اسقیدہ اور ظروف الادم تو برابر مباح کے درجہ میں ہیں اور ان میں پینے کی اجازت دی گئی ہے۔ ہاں ان کے ماسوا برتنوں میں پینے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں برتنوں میں سے ایک قدرح کا استعمال ہے۔ حدیث یہ ہے: ”لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ بِقَدْحٍ هَذَا الشَّرَابَ كُلَّهُ الْعَسَلُ وَالنَّبِيذُ وَالْمَاءُ وَاللَّبَنُ“۔ (صحیح مسلم ۱۵۹۱/۳) ابوموسیٰ کی روایت میں ہے۔ ”دعا بقدرح فی خدء“۔ (بخاری ۵۷۱/۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”إِنَّ النَّبِيَّ أَتَى لَيْلَةَ أُسْرَى بِهِ بِإِيلِيَا بِقَدْحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبْنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ، فَقَالَ لَهُ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَاكَ لِلْفُطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ“ (صحیح مسلم ۱۵۹۱/۳)

نبی ﷺ کورات کے تھوڑے حصہ میں ایلیا (فلسطین) لے جایا گیا تو آپ کے سامنے دو پیا لے پیش کئے گئے، ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا تھا۔ آپ نے ان کو دیکھا اور دودھ

کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کو فطرت کی طرف رہنمائی کی۔ اگر شراب کا پیالہ اختیارے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حضرت ثابت کا بیان ہے: ”أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدْ حَشَبَ عَلَيْنَا بِجَدِيدٍ، فَقَالَ: يَا ثَابِتُ! هَذَا قَدْ حُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ“۔

ہمارے سامنے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سخت لکڑی کا ایک نیا پیالہ لائے اور کہا: اے ثابت! یہ رسول اللہ ﷺ کا پیالہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاشرہ میں عاصم احول کی ایک روایت ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ”رَأَيْتُ قَدْ حَ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَدْ تَصَدَّعَ، فَسَلَسَلَهُ بِفَضَّةٍ، قَالَ: وَهُوَ قَدْ حَ جَدِيدٌ عَرِيضٌ مِنْ نَضَارٍ (و النضار: خشب معروف)۔ میں نے نبی ﷺ کے پیالہ کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا اور اس کے کنگھے میں تھوڑا ٹوٹا ہوا تھا جس کو چاندی کے تار سے بھرا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ معروف لکڑی کا عمدہ چوڑا پیالہ ہے۔

جابر کی روایت میں آنیہ بمعنی برتن کا ذکر ہے۔ ”خمر والآنبيہ“ انس کی روایت میں ہے ”دَعَا بَأَنَاءٍ مِنْ مَاءٍ“۔ (صحیح مسلم ۱۵۹۳)

انس کی روایت میں شتہ ہے: ”بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَتَةٍ“۔ (بخاری ۷۷۲)

عکراش بن ذویب کی روایت میں ہفتہ کا ذکر ہے:

أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِجَفْنَةٍ كَثِيرَةٍ الشَّرِيدِ. (ترمذی: ۱۰۵۴)

عمر بن ابی سلمہ کی روایت میں صفحہ (تھالیاں) کا ذکر ہے: ”وَكَاثُ يَدِي تَطِيشُ فِي

الصُّحُفَةِ“۔ (صحیح مسلم ۱۵۹۹، کتاب الاشرہ)

انس کی روایت میں مخضب اور اناہ من حجر کا ذکر ہے: ”مَخْضَبٌ مِنْ حِجَارَةٍ

“، ”أَنَا مِنْ حِجَارَةٍ“۔ (بخاری: ۲۶۱۱، مسلم ۲۲۷۹)

سہل بن سعد کی روایت میں تور ہے: ”فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ“۔ (صحیح مسلم

عبداللہ بن زید کی روایت میں ”تور من صفر“ اور ”تور من ماء“ (بخاری: ۵۶۱۱) کا ذکر ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں سونے چاندی کے برتن کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ شَرِبَ فِيْ اِنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِصَّةٍ فَاِنَّمَا يُجْرُ جُرْفِيْ بَطْنُهُ نَارًا مِنْ جَهَنَّمَ“۔

انس بن مالک کی روایت میں ”اداوۃ من ماء“ ہے: (صحیح مسلم: ۱۶۳۵/۳) کتاب اللباس والزمیۃ (صحیح مسلم: ۲۲۷۱)

عبداللہ بن حکیم کی روایت میں ہے کہ ہم حذیفہ کے ساتھ مدائن میں تھے تو ایک دیہاتی (جو گاؤں کا سردار تھا) نے چاندی کے پیالہ میں پانی لایا تو حذیفہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”لَا تَشْرَبُوا فِيْ اِنَاءِ الذَّهَبِ اَوْ الْفِصَّةِ وَلَا تَلْبَسُوا الدِّيَسَجَ اَوِ الْحَرِيرَ فَاِنَّهُ لَھُمْ فِي الدُّنْيَا وَھُوَ لَکُمْ فِي الْاٰخِرَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“۔ (مسلم: ۱۶۳۷/۳)

سونے یا چاندی کے برتن میں نہ پیو اور دیباچہ و ریشم کے کپڑے نہ پہنو وہ ان کے لئے دنیا میں اومہارے لئے بروز قیامت آخرت میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے: ”وَلَا تَاْكُلُوْا فِيْ صِحَا فِيْهَا فَاِنَّهَا لَھُمْ فِي الدُّنْيَا“ اس کی (سونے چاندی) تھالیوں میں نہ کھاؤ، بلاشبہ وہ ان کے لئے دنیا میں ہے۔ حسان بن ثابت کی ہمشیرہ ام ثابت بنت ثابت کی روایت میں قربۃ کا ذکر ہے: ”فَكَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَشْرَبُ مِنْ قُرْبَةٍ مُّعَلَّقَةٍ قَانِئًا“۔ (ترمذی: ۱۸۹۳) ابن ماجہ: ۳۴۲۲) اس کی سند صحیح ہے

انس کی روایت میں اباریق الذهب والفضۃ (سونے چاندی کا برتن) کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اس حوض پر چاندی اور سونے کے کوزے دیکھے گا جتنے آسمان کے تارے ہیں۔ (مسلم: ۲۶۷۶ مترجم)

بعض سیرت نگاروں نے پیالہ نبوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی ﷺ

کے پاس چند ”قدح“، یعنی پیالے تھے اور بعض کیمطابق وہ پیالہ جھاؤ کی لکڑی کا تھا، اس کا رنگ زردی مائل تھا اس پر لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا۔ (واللہ اعلم)

جدید سائنس

جھاؤ کو انگریزی میں ٹمرسک ٹری (Tamarisk Tree) کہا جاتا ہے اوڈاکٹر کرنل چو پڑانے اس جھاؤ کے پیالے کے بے شمار فوائد بتائے ہیں اس پیالے میں پانی پینے سے جگر کے امراض (Liver Diseases) خاص طور پر ورم جگر (Liver Inflammation) استقاء (Oedema) ختم ہو جاتا ہے اس سے گردوں کی ورم (Inflammation of Kidneys) اور گردوں کی انفلامیشن (Kidneys infrection) ختم ہو جاتی ہے اور پیشاب کھل کر آتا ہے حتیٰ کہ اس کے پیالے میں پانی پینے سے خون میں صفراوی کیفیت کم ہو کر خون میں چربی لے مواد کو لیسٹرول (Cholesterol) اور لسی تھین کم ہو جاتی ہے۔ پتہ (Gall Bladder) میں پتھری بننے والا مواد پیشاب کے ذریعہ نکل جاتا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۲۱۶)

نبی ﷺ کے پاس کئی طرح کے پیالے اور برتن تھے۔ لکڑی کے، شیشے کے اور مٹی کے برتن ہوتے تھے۔ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں مٹی، لکڑی، چینی اور شیشے کے برتن بیحد مفید ہیں ان میں ضرر اور نقصان کا ادنیٰ خدشہ نہیں ہے لیکن دور جدید میں پلاسٹک نے اتنا عروج حاصل کر لیا ہے کہ روزمرہ استعمال میں آنے والی تمام چیزیں پلاسٹک میں تبدیل ہو گئی ہیں، حالانکہ پلاسٹک کے برتنوں میں کھانا دینا نقصان دہ ہے۔

ڈاکٹر مائیک فلپ کا بیان ہے کہ ایسے پلاسٹک کے برتنوں میں گرم اشیاء خاص طور پر چائے اور کافی کا پینا بہت مضر ہے۔ یہ مضر اثرات اس وقت اور بھی بڑھ جاتے ہیں جب چائے میں لیموں کارس ڈال کر پیا جائے کیوں کہ اس طرح پلاسٹک کے برتن کی اندرونی سطح گرمی اور تیزابیت کے اثر سے پگھل کر حل ہونے لگتی ہے ایسی صورت میں ان برتنوں میں چائے پینے سے جو پولیسٹرین جسم میں جائے گی وہ سرطان پیدا کرنے کا باعث بنے گی۔ ڈاکٹر فلپ نے لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اب تک کے عام مروجہ برتنوں کو ہی کھانے

پینے میں استعمال کریں۔“

مٹی کے برتن میں یہ خاصیت ہے کہ بہت سے مہلک جراثیم کو اپنے اندر جذب کر لے جیسا کہ چین کے صوبہ یانگ کے تحقیقی مرکز نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مٹی کے برتن جہاں موسم کی تبدیلی کا مقابلہ کرتے ہیں وہاں یہ جراثیموں کو جذب کرتے ہیں، اگر اس برتن میں جراثیم چلے جائیں وہ اسے جذب کر کے دوسری طرف نکال دیتے ہیں۔

آج پلاسٹک کے برتنوں نے شیشے، چینی اور مٹی و لکڑی کے برتنوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے بلکہ مٹی کا برتن جو اگلے زمانہ میں مروج تھا آج بالکل ختم ہے جبکہ مٹی کے برتنوں میں پانی یا چائے پینے کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ ایلو مینیم کے برتن بھی معاشرہ میں خوب رائج ہیں اس کی وجہ جو بھی ہو، تا بنے اور پیتل کے برتن بھی کم استعمال ہونے لگے ہیں۔ (سنت نبوی: ۴۴۳)

ایک اخباری رپورٹ میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس میں سائنس دان پروفیسر ڈاکٹر ایس کے اپادھیائے نے پلاسٹک کے بڑھتے ہوئے استعمال پر تشویش کا اظہار کیا: اگر پلاسٹک کے استعمال پر پابندی عائد نہیں کی گئی تو ملک میں نامردی اور کینسر کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ پلاسٹک بنانے میں تھیلک ایسڈ (thalic acid)، سیسہ اور کیڈنیم (cadeniam) جیسے نقصان دہ اور مہلک کیمیکل ملائے جاتے ہیں اور ان سے تیار کی گئی پلاسٹک تھیلیوں اور برتنوں کے ذریعہ کوڑے کی شکل میں پانی اور زمین میں ان مہلک کیمیکل کی آمیزش ہو جاتی ہے اور پانی کے ذریعہ یہ مہلک کیمیکل جسم میں چلے جاتے ہیں جس سے صحت پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ انہوں نے جدید تحقیقات کے حوالہ سے بتایا کہ پلاسٹک کی تھیلیوں اور برتنوں کے کثرت استعمال سے کینسر اور نامردی جیسے امراض کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ (راشٹریہ سہارا اردو: ۱۹ مارچ ۲۰۰۷ء)

ڈاکٹر وکٹورن کا فیصلہ ہے کہ ایلو مینیم کے تمام سالٹ انسانی صحت کے لیے مضر ہیں۔ ڈاکٹر ویلزنے لکھا ہے کہ ایلو مینیم کے مرکبات معدے میں پہنچ کر مہلک اثرات دکھائے بغیر نہیں رہتے، اندرونی اعضاء کے تمام پرزے کمزور ہو جاتے ہیں، ان کے

مساموں میں ایلو مینیم کے مرکبات جم کر نقصان پہنچاتے ہیں۔

ڈاکٹر ایچ اے شکیں کا کہنا ہے کہ ایلو مینیم کے مرکبات معدے میں پہنچ کر بھوک کم کر دیتے ہیں اور بعض اوقات دود (کیڑے) کی نئی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ان مرکبات کی وجہ سے پیچش، قے اور جی متلانا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ہلڈا فیصلہ ہے کہ یہ مرکبات معدے کی طاقت برباد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جے ویسٹ نائٹ ایف سی ایس نے لکھا ہے کہ ایلو مینیم کے برتنوں کا استعمال طبی طور پر مضر ہے۔ ڈاکٹر جارج ڈونلس نے تجربات کے بعد ثابت کیا ہے کہ ایلو مینیم کے برتنوں میں کھانا پکانے سے اسکے بعض اجزاء مختلف قسم کے زہریلے مرکبات میں تبدیل ہو کر کھانے میں مل جاتے ہیں اور مختلف طبائع پر مختلف قسم کے مہلک اثرات کا باعث ہوتے ہیں۔ بعض طبیعتیں خصوصیت کے ساتھ ان سہی (زہریلی) اثرات کو قبول کر لیتی ہیں۔ یہ اثرات پہلے پہل نہایت معمولی اور غیر محسوس ہوتے ہیں لیکن سبب کے زائل نہ ہونے کی وجہ سے بڑھتے جاتے ہیں حتیٰ کہ انسان کو اچھا خاصا مریض بنا دیتے ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ ایلو مینیم کے برتنوں میں سالٹ کا کافی حصہ موجود ہوتا ہے جو پانی یا پکنے والی چیزوں میں حل ہو کر شامل ہو جاتا ہے۔ یہ مرکبات انتڑیوں کو کمزور بنانے، معدے کے نازک پردوں پر چھوٹے چھوٹے زخم پیدا کرنے، غذا کے ساتھ مل کر غذائیت کو زائل کرنے اور انسانی صحت کو نقصان پہنچانے میں معاون ہیں، ایسے برتنوں کے استعمال سے احتیاط ناگزیر ہے تاکہ انسانی صحت بحال رہے۔

جرمنی کا مشہور ڈاکٹر کرخ لکھتا ہے کہ جس وقت مجھ کو نوشادر کا داء الکلب کے لئے تیر بہدف علاج ہونا در یافت ہو گیا ہے۔ اس وقت سے میں عظیم الشان نبی یعنی محمد ﷺ کی خاص طور پر قدر و منزلت کرتا ہوں اس انکشاف کی راہ میں مجھ کو انہیں کے مبارک قول کی شمع نور نے روشنی دکھائی۔ میں نے ان کی وہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس برتن میں کتنا منہ ڈالے اسکو سات بار دھو ڈالو چھ مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ مٹی سے۔ یہ حدیث دیکھ کر مجھے خیال آیا: محمد ﷺ جیسے عظیم الشان پیغمبر کی شان میں فضول گوئی نہیں ہو سکتی ضرور

کوئی اس میں مفید راز ہے اور میں نے مٹی کے عنصر کی کیمیاوی تحلیل کر کے ہر ایک عنصر کا داء الکلب میں الگ استعمال شروع کیا، اخیر میں نوشادر کے تجربہ کی نوبت آتے ہی مجھ پر منکشف ہو گیا کہ مرض کا یہ علاج ہے آنحضرت ﷺ نے مٹی کے برتن کو دھونے کی رغبت کیوں دلائی اس کی وجہ یہ ہے کہ نوشادر ہمیشہ مٹی میں موجود رہتا ہے اور اگر آپ نے محض نوشادر سے برتن دھونے کی ہدایت فرمائی ہوتی تو بسا اوقات اس کا ملنا غیر ممکن ہوتا اس لئے مٹی جو ہر وقت اور ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ برتنوں کی صفائی کیلئے بہترین ذریعہ صفائی ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۲۸۰، ۲۷۹، ۱)

نبی ﷺ نے بہت پہلے اس کی وضاحت یوں فرمائی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”طَهُورُ اِنَاءٍ اَحَدِكُمْ اِذَا وُلِّغَ فِيهِ الْكَلْبُ اَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَوْ لَهْنُ بِلْتَرَابٍ“۔ جب تمہارے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کی پاکی اسی وقت ہوگی جب سات مرتبہ اس کو دھویا جائے۔ پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔

دوسری روایت میں ہے: ”اِذَا وُلِّغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَغَفَرُوهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ“۔ (صحیح مسلم: ۱/۲۳۰)

جب کتا برتنوں میں منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھو ڈالو اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے مل دو۔ ڈاکٹر ہنی مون (Dr. Honeymoon) کے بیان کے مطابق اینٹی سپٹک (Antiseptic) اثرات ہوتے ہیں۔ اس میں نوشادر، فلورائیڈ (Fluoride) آیوڈین (Iodine) کیلشیم (Calcium) اور فاسفورس (Phosphorus) وغیرہ جیسے اجزاء ہوتے ہیں جو جسم انسانی کی ضرورت ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مٹی میں کام کرنے والے یا کھیلنے والے بچے صحت مند اور تندرست، بہادر اور جری ہوتے ہیں۔

پلانے کا برتن جب مشترک ہو تو کیا کرے؟

کسی مجلس میں پانی یا کوئی مشروب پلانا ہو اور پلانے کا برتن ایک ہو سب کو پلایا جائے تو سنت یہ ہے کہ دائیں سے شروع کیا جائے، اس لئے کہ بہت سارے دلائل ایسے ہیں جو دائیں

کے استحاب پر غماز ہیں الایہ کہ دائیں طرف بیٹھنے والا بائیں والے کو پلانے کی اجازت دیدے۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی رائج تھا کہ لوگ دائیں کا التزام کرتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

صَدَّدَتْ الْكَاسِ عَنَّا أُمُّ عَمْرٍو وَكَانَ الْكَاسُ مَجْرَاهَا الْيَمِينَا

انس بن مالک رضی اللہ کا بیان ہے۔ ”اَنَا نَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي دَارِنَا هَذِهِ فَاَسْتَسْقَى، فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَنَا، ثُمَّ شِيبَ مِنْ مَاءٍ بَنَرْنَا هَذِهِ، فَأُعْطِيَتْهُ، وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ، وَعُمَرُ تَجَاهَهُ، وَأَعْرَابِي عَنْ يَمِينِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ، فَأُعْطِيَ الْأَعْرَابِي فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: الْاَيْمُنُونَ، فَلَا يَمْنُونَ“۔ (بخاری مع الفتح: ۵ / ۲۳۸) (۲۵۷۱) کتاب الہیۃ وفضلہا والتخريض علیہا

رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور پانی طلب کیا۔ ہم نے بکری کا دودھ دوہا۔ اس میں کنویں کا پانی ملایا۔ اور ان کو دیا۔ آپ کی دائیں طرف ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، آپ کے سامنے عمر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں طرف ایک اعرابی تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے بچا ہوا حصہ پہلے اعرابی کو دیا۔ چنانچہ آپ نے کہا: (دایاں بھر دایاں)۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ عَنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غَلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغَلَامِ: ”أَتَأْذُنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟“ فَقَالَ الْغَلَامُ: لَا، وَاللَّهِ! لَا أُؤْثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا“ قَالَ: فَتَلَّهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ“۔ (بخاری مع الفتح: ۱۰ / ۱۰۸) (۵۶۲۰) کتاب الاشربة

رسول اللہ ﷺ کے پاس پینے والی چیز لائی گئی۔ آپ نے پیا ان کے دائیں ایک لڑکا تھا اور آپ کے بائیں بوڑھے لوگ تھے۔ آپ نے لڑکے سے کہا: تم مجھے اس بات کی اجازت دو گے کہ میں ان کو دے سکوں؟ غلام نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! جو آپ کا بچا ہو حصہ ہے اس کو میں اپنے حصہ پر ترجیح نہیں دے سکتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ نے غلام کے ہاتھ میں ڈال دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ”فتح الباری: ۱۰/۱۰۹“ میں بیان کیا ہے:

”وَفِي الْحَدِيثِ أَنَّ سُنَّةَ الشُّرْبِ الْعَامَّةِ تَقْدِيمُ الْاَيْمَنِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ
'وَأَنَّ تَقْدِيمَهُمُ الَّذِي عَلَى الْيَمِينِ لَيْسَ الْمَعْنَى فِيهِ'، بَلِ الْمَعْنَى فِي جِهَةِ الْيَمِينِ
'وَهُوَ فَضْلُهَا عَلَى جِهَةِ الْيَسَارِ'، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ إِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ تَرْجِيحًا لِمَنْ هُوَ
عَلَى الْيَمِينِ، بَلْ هُوَ تَرْجِيحٌ لِحِجَّةٍ“۔ (اس کا ترجمہ گزر چکا ہے)

ممکن ہے کہ یہ بات بیان کی جائے کہ مبتدی کے دائیں جانب بیٹھنے والے پر بڑے
فاضل کو ترجیح دی جائے اور مقدم کیا جائے ان حدیثوں کی روشنی میں جو بڑے کو مقدم کرنے
پر دلالت ہیں تو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے قول سے اس کا جواب دیا جائے گا کہ:

”وَيُجْمَعُ بِأَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْحَالَةِ الَّتِي يَجْلِسُونَ فِيهَا مُتَسَاوِينَ
إِمَّا بَيْنَ يَدَيِ الْكَبِيرِ أَوْ عَنْ يَسَارِهِ كُلُّهُمْ أَوْ خَلْفَهُ أَوْ حَيْثُ لَا يَكُونُ فِيهِمْ
فَتْخَصُ هَذِهِ الصُّورَةُ مِنْ عُمُومِ تَقْدِيمِ الْاَيْمَنِ، أَوْ يَخْصُ مِنْ عُمُومِ هَذَا
الْأَمْرِ بِالْبَدَاءِ عَنِ الْكَبِيرِ مَا إِذَا جَلَسَ بَعْضُ عَنْ يَمِينِ الرَّئِيسِ وَبَعْضُ عَنْ
يَسَارِهِ، فَفِي هَذِهِ الصُّورَةِ يُقَدَّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَفْضُولُ عَلَى
الْفَاضِلِ“۔ (فتح الباری: ۱۰/۱۰۹)۔ اس کا ترجمہ بھی گزر چکا ہے۔

مشرکین کے برتنوں کے استعمال کرنے کا حکم کیا ہے ؟

جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ”كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصِيبُ مِنْ
أَيَّةِ الْمُشْرِكِينَ وَأَسْقِيَتْهُمْ فَنَسْتَمْتِعُهَا، فَلَا يَعِيبُ ذَلِكَ عَلَيْنَا“۔
(ابوداؤد: ۲۸۳۸، یہ حدیث صحیح ہے)

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوتے تھے اور ہم مشرکین
کے برتن اور مشکیزے پاتے تو انہیں کام میں لاتے اور آپ اس کی وجہ سے ہم پر کوئی
نکیر (عیب نہیں لگاتے) نہیں فرماتے۔

دوسری روایت میں ابو ثعلبہ خثعمی کی ہے: ”إِنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّا

نَجَاوَرُ أَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبَخُونَ فِي قُدُورِهِمُ الْخَنْزِيرَ وَيَشْرَبُونَ فِي آيَتِهِمُ
الْخَمْرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوا فِيهَا وَاشْرَبُوا وَإِنْ لَمْ
تَجِدُوا غَيْرَهَا فَاعْسِلُوهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا“۔ (بخاری ۵۴۷۸، مسلم ۱۹۳)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں
رہتے ہیں، وہ اپنی ہانڈیوں میں سور کا گوشت پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے
ہیں تو آپ نے فرمایا: اگر تمہیں انکے علاوہ برتن مل جائیں تو ان میں کھاؤ پیو اور اگر ان کے
علاوہ برتن نہ ملیں تو انہیں پانی سے دھو ڈالو پھر ان میں کھاؤ اور پیو۔

ان تمام احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ مشرکین کے استعمال کا حکم یہ ہے
کہ آدمی احتیاط برتے، اگر وہ اپنے برتنوں میں ایسی چیزوں کو پکاتے ہیں جو شرعاً مسلمانوں
کے لئے حرام ہیں تو ان کا برتن استعمال نہ کریں، اگر وہ یہ صفائی پیش کر رہے ہیں کہ ان
برتنوں میں حرام چیزیں نہیں پکتی ہیں یا ان میں حرام چیزیں ڈال کر نہیں پیتے ہیں تو ان کے
استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر ان کے پاس اکثر ابرتن ہیں تو ان کے استعمال
میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں صرف ان کی آبادیاں
ہوتی ہیں اور مسلمان نا کے برابر ہوں اور اجنبی آدمی ان سے ناواقف ہو تو اضطراری صورت
میں ان کے برتنوں کو پانی سے دھو کر استعمال کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے۔

مشکیزہ سے منہ لگا کر پینے کا شرعی حکم

مشکیزہ کا منہ موڑ کر یا اس سے منہ لگا کر پانی پینا ادب محمدی کے خلاف ہے۔ ارشاد
رسول ﷺ ہے: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کے
منہ پینے سے منع فرمایا ہے اور اس بات سے بھی روکا ہے کہ اپنے ہمسایہ کو اپنی دیوار میں لکڑی
نصب نہ کرنے دے۔

(صحیح بخاری مع الفتح: ۶۵۰/۱۲، ۵۶۲۷-۵۶۲۹) باب الشرب من فم القاء، صحیح سنن ابی داود: ۴۰۹/۲

(۳۷۱۹) باب الشرب من فی القاء، صحیح سنن ابن ماجہ: ۱۵۴/۳ (۳۳۸۳-۳۳۸۴)۔ یہ روایت ابن عباس سے

بھی ثابت ہے لیکن حدیث کا آخری ٹکڑا اس میں نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ اخْتِنَابِ الْأُسْقِيَةِ يَعْنِي أَنْ تُكْسِرَ أَقْوَاهُهَا فَيَشْرَبُ مِنْهَا“۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۱۲/۶۲۸، ۵۶۲۵-۵۶۲۶) باب اختناث الاسقية، صحیح مسلم مع النووی: ۲۰۵/۱۳، ۱۱۰-۱۱۱) باب آداب الطعام والشراب

واحكامها، سنن ترمذی مع التلخیص: ۱۱/۶۲، ۱۹۵۲) باب ما جاء في اختناث الاسقية، صحیح سنن ابی داود: ۷۰۹/۳، ۳۷۲۰)

رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کے سرے کو توڑ کر باہر کی طرف موڑ کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ دوسری روایت میں ہے: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشَّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ“۔ رسول اللہ ﷺ نے برتن کے سوراخ یا ٹوٹی سے پینے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح سنن ابی داود والالبانی: ۳۱۶۵)، مسند احمد: ۸۰/۳)

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد: (۲۳۳-۲۳۵) میں تحریر کیا ہے:

”وَفِي هَذَا آدَابٌ عَدِيدَةٌ مِنْهَا : إِنْ تَرَدَّدَ أَنْفَاسُ الشَّارِبِ فِيهِ يَكْسِبُهُ زُهُومَةٌ وَرَاحَةٌ كَرِيهَةٌ يُعَافَاهُ لِأَجْلِهَا ، وَمِنْهَا : إِنْهُ رُبَّمَا غَلَبَ الْإِدَاخِلُ إِلَى جَوْفِهِ مِنَ الْمَاءِ فَتَضَرُّ بِهِ ، وَمِنْهَا : إِنْهُ رُبَّمَا كَانَ فِيهِ حَيَوَانٌ لَا يَشْعُرُ بِهِ ، فَيَتَوَذَّيْهِ وَمِنْهَا : إِنْ الْمَاءَ رُبَّمَا كَانَ فِيهِ قَذَاةٌ أَوْ غَيْرُهَا لَا يَرَاهَا عِنْدَ الشَّرْبِ ، فَتَلْسُجُ جَوْفَهُ ، وَمِنْهَا : إِنْ الشَّرْبَ كَذَلِكَ يَمَلَأُ الْبُطْنَ مِنَ الْهَوَاءِ فَيَصِيقُ عَنْ أَخَذِ حَظِّهِ مِنَ الْمَاءِ أَوْ يَزَاحِمُهُ أَوْ يُؤْذِيهِ وَلِغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْحُكْمِ . فَإِنَّ الشَّرْبَ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ فِيهِ عِدَّةٌ مَقَاسِدَ : أَحَدُهَا أَنْ مَا يَكُونُ عَلَى وَجْهِ الْمَاءِ مِنْ قَذَى أَوْ غَيْرِهِ يَجْتَمِعُ إِلَى الثُّلْمَةِ بِخِلَافِ الْجَانِبِ الصَّحِيحِ . الثَّانِي : إِنْهُ رُبَّمَا شَوَّشَ عَلَى الشَّارِعِ ، وَلَمْ يَتِمَّكُنْ مِنْ حُسْنِ الشَّرْبِ مِنَ الثُّلْمَةِ . الثَّالِثُ : إِنْ الْوُسْخَ وَالزُّهُومَةَ تَجْتَمِعُ فِي الثُّلْمَةِ وَلَا يَصِلُ إِلَيْهَا الْغُسْلُ كَمَا يَصِلُ إِلَى الْجَانِبِ الصَّحِيحِ . الرَّابِعُ : إِنْ الثُّلْمَةُ مَحَلُّ الْعَيْبِ فِي الْقَدَحِ وَهِيَ أَرَدُّ مَكَانٍ فِيهِ فَيَنْبَغِي تَجَنُّبُهُ وَقَصْدُ الْجَانِبِ الصَّحِيحِ فَإِنَّ الرُّوْيَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ لَا خَيْرَ فِيهِ وَرَأَى بَعْضُ السَّلَفِ رَجُلًا يَشْتَرِي حَاجَةً رَدِيئَةً فَقَالَ :

لَا تَفْعَلْ أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ اللَّهَ نَزَعَ الْبُرْكَةَ مِنْ كُلِّ رَذِيٍّ. الخامس: إِنَّهُ رُبَّمَا كَانَ فِي الثُّلُمَةِ شَقٌّ أَوْ تَحْدِيدٌ يَجْرَحُ فَمُ الشَّارِبِ وَلَقَبِيرٍ هَذِهِ مِنَ الْمَفَاسِدِ“۔

شاربین (پینے والے) کی سانسیں اس کے اندر بار بار جانیکی وجہ سے بدبودار ہو کر جمع ہو جاتی ہیں جو ناگواری کا باعث ہو ا کرتی ہیں۔

بسا اوقات یہ چیزیں پانی کے سہارے پیٹ کے اندر داخل ہو کر اذیت رسانی کے اسباب مہیا کرتی ہیں۔ اس کے اندر جراثیم ہوتے ہیں وہ پینے والوں کو لاعلمی کی بنا پر تکلیف پہنچا سکتے ہیں غفلت و لاپرواہی کی وجہ سے ایسا حادثہ رونما ہوتا رہتا ہے اسی لئے ہر پینے والا برتن کے اندر دیکھ لے تب اسے پینے ورنہ موذی جاندار کی موجودگی مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔

بسا اوقات مشروبات کے اندر گندگی یا دوسری چیزیں ہوتی ہیں جو پینے کے وقت لاعلمی اور نندیکھنے کی وجہ سے پیٹ کے اندر داخل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح پینے سے پیٹ کے اندر ہوائیں بھر جاتی ہیں اور پیٹ میں مزاحمت یا اذیت پیدا ہوتی ہیں اور پیٹ کا زیادہ حصہ پانی سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس کے اندر دوسری حکمتیں بھی پنہاں ہیں:

۱۔ سطح آب پر گندگی یا کوئی دوسری چیز کے جمع ہونے کا عین امکان ہوتا ہے۔

۲۔ بسا اوقات یہ چیز پینے والے کے لئے پریشان کن ہوتی ہے اور وہ شگاف سے پینے پر اچھی طرح قادر نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ میل کچیل اور بدبودار چیزیں شگاف میں جمع ہو جاتی ہیں جس کا دھونا گوشہ صبح کے برخلاف مشکل ہو جاتا ہے۔

۴۔ سوراخ یا ٹوٹی برتن میں عیب سمجھا جاتا ہے یہ سب سے بری جگہ ہے جس سے کنا رہ اور صحیح رخ کا قصد ضروری ہے یقیناً خراب چیز میں کوئی خیر نہیں ہے۔ بعض سلف نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کوئی بری چیز کی خرید کر رہا ہے تو اس سے فرمایا، ایسا نہ کرو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ردی چیز سے برکت کو سلب کر لیا ہے۔

۵۔ بسا اوقات سوراخ یا ٹونٹی میں شگاف یا دھار ہوتا ہے جو پینے والے کے منہ کو زخمی کر دیتا ہے اس کے اندر اور دوسرے مفاسد بھی ہیں۔ امام ابن العربی مالکی نے ”عارضة الاحوذی بشرح صحيح الترمذی : ۶۴ / ۸“ کے اندر تحریر کیا ہے کہ اس سے روکنے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

حشرات الارض میں سے کوئی جاندار ہو یا تنکا ہو جسے آدمی نگل جائے منہ بدبودار ہو جائے یا ضرورت سے زائد منہ کے اندر پانی چلا جائے اس طرح آدمی مرض شرق میں مبتلا ہو جائے یا ایسا کرنے سے اس کے کپڑے گیلے ہو جائیں، نبی کریم ﷺ کا پینا ایک ضرورت کے تحت تھا اور ان کا منہ مشک غبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ اس میں بدبو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور یہ نبی کے اندر داخل نہیں ہے۔ یا یہ کہا جائے گا کہ آپ نے چمڑے کے چھوٹے برتن سے پیا اور ممانعت تو بڑے مشکینرے سے پینے میں ہے اور یہ بھی ایک ضرورت کے مطابق تھا۔

کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے کا شرعی حکم

اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ تمام پینے والی چیزیں بیٹھ کر پی جائیں تاکہ جسمانی پریشانیوں کے لاحق ہونے کا اندیشہ نہ رہے، کھڑے ہو کر پینے میں مختلف بیماریوں کے پیدا ہونے کا امکان اغلب ہے یہی وجہ ہے کہ علی وجہ العموم رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے: ”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا وَقَالَ قَتَادَةُ فَقُلْنَا لِأَنْسٍ مَا لَا تَحُلُّ؟ قَالَ: ذَلِكَ أَشْرُؤُ أَوْ أَخْبَثُ“ (صحیح مسلم مع النوہی: ۲۰۷/۱۳ (۱۱۵) باب فی الشرب قال صحیح سنن ابن ماجہ: ۳/۱۵۵/۳۲۸)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے، ایک روایت کے مطابق قتادہؓ نے انسؓ سے کہا، کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ انسؓ نے کہا یہ تو اور برا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پینا مطلقاً ناجائز ہے اور اس کے بالمقابل دیگر روایتوں سے رخصت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ

فَشْرِبْ وَهُوَ قَائِمٌ“۔ (صحیح مسلم مع النووی: ۲۰۸/۱۳، سنن ترمذی مع الخ: ۶/۲۷۶ (۱۹۳۳) صحیح ابن ماجہ: ۳۲۸۵/۱۵۴/۳)

میں نے نبی ﷺ کو آب زمزم پلایا، انہوں نے کھڑے ہو کر پیا۔

دوسری روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر آب زمزم نوش فرمایا۔

نزال بن سبرہ کی روایت ہے: ”إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي ظَالِبٍ صَلَّى الظُّهْرُ ثُمَّ قَعَدَ ذِي حَوَاجِجِ النَّاسِ فِي رَحْبَةِ الْكُوفَةِ، حَتَّى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، ثُمَّ أَتَى بِمَاءٍ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَأَنَّ النَّبِيَّ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ“۔ (صحیح بخاری مع فتح: ۱۲/۶۳۲)

باب الشرب قائم، مسند احمد: ۱/۱۲۳، صحیح ابن حبان: ۱۵۲، طیالسی (۱۶۳) اور بیہقی: ۱/۷۵ کے اندر یہ الفاظ ہیں: ”أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِكُؤُزٍ مِنْ مَاءٍ وَهُوَ فِي الرَّحْبَةِ، فَآخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَمُضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذَرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ، ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا وَضُوءٌ لِمَنْ لَمْ يُعِدِّثْ، هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَّ“۔

حضرت علیؑ نے نماز ظہر ادا کی پھر مسجد کے چبوترے پر لوگوں کی ضرورتوں کی خاطر بیٹھ گئے حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ اس وقت ان کے پاس پانی آیا۔ انہوں نے پیا، چہرہ اور ہاتھ دھویا۔ راوی نے سر اور پیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر وضو کا بچا ہوا پانی نوش فرمایا اور کہا: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا جیسا میں نے کیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ: كُنَّا نَأْكُلُ وَنَمْشِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَنَحْنُ نَمْشِي وَنَشْرِبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ۔ (سنن ترمذی مع الخ: ۶/۲۷۶ (۱۹۳۲) ترمذی نے حسن صحیح غریب کہا ہے۔ سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۵/۱۵۴/۳ (۳۳۶۳)، سنن داری: ۱۲۰/۲، مشکل الآثار للطحاوی: ۱۹/۳، مسند احمد: ۲/۳۰۱ اسے علامہ البانی نے ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے۔)

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں بحالت قیام چل کر کھاتے اور پیتے تھے: ام ثابت کبشہ بنت ثابت اخت حسان بن ثابت بیان کرتی ہیں: دَخَلَ عَلِيٌّ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ قُرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيْهَا فَقَطَعْتُهٗ۔
(صحیح سنن ابن ماجہ لا لبانی: ۱۵۴/۲، ۳۴۸۶)

رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لٹکے مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ اس انصاریہ کا بیان ہے کہ میں اس کے پاس کھڑی ہوئی اور مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے مقام وہن (منہ) کی برکت کو حاصل کرنا مقصود تھا۔ تمام روایتوں کو جمع کرنے کے بعد علماء کرام نے ان کے درمیان تطبیق کی صورت پیدا کی ہے کہ آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا جواز کی دلیل ہے، اور کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے، اس کے اندر یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا شرعی حکم کو جائز کرنے اور حرمت کی نفی کو ثابت کرنے کے لئے تھا یا آپ نے اثر دھام کثیر یا زمین کی ناہمواری اور تراوٹ کی وجہ سے ایسا کیا تھا اسی وجہ سے علماء کرام نے بلا ضرورت کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ابوبکر اثرم کا بیان ہے کہ ثبوت کراہیت کو تا دیب پر محمول کیا جائے گا نہ کہ تحریم پر۔ امام طبری نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ اگر جواز کے بعد حرمت یا حرمت کے بعد جواز کی صورت ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس کو صاف صاف واضح کر دیتے، تطبیق کی صورتوں میں سے یہ بھی کہ نقصان میں مبتلا ہونے کے خوف سے نبی (منع) کا تعلق طریق طلب سے ہے بیٹھ کر پینے سے مرض شرق کلیجہ اور حلق میں کسی درد یا بیماری کے پیدا ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا اور کھڑے ہو کر پینے والا اس سے ہرگز محفوظ نہیں رہے گا۔ (فتح الباری: ۶۴۱/۱۲، ترجمہ الاحوذی: ۵۶۶)

امام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے نبی (منع) کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا جائے گا اور آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا جواز کو ثابت کرنے کے لئے تھا۔ امام خطابی اور ابن بطال کے نزدیک رفع تعارض کے لئے یہی طریقہ رائج ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ”فتح الباری: ۶۴۱/۱۲“ میں اسی طریقہ کو اولیٰ قرار دیا ہے کیوں کہ یہ اعتراض و اشکال سے بعید تر ہے۔

امام ابن العربی کا قول (عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی: ۵۸/۸-۵۹) میں مذکور ہے کہ:

”آدمی کی آٹھ حالتیں ہوتی ہیں، کھڑا ہونا، چلنا، سہارا یا ٹیک لگانا، جھکنا، سجدے کی حالت میں ہونا، ٹیک لگانا، بیٹھنا اور چپٹ لیٹنا، ان تمام حالتوں میں پینا آسان ہے لیکن سب سے زیادہ بہتر حالت بیٹھ کر پینا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا حالت قیام میں پینے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے مطابق تھا۔ آپ ﷺ نے آب زمزم کثیر اثر و دام میں پیا تھا وہاں بیٹھنا بڑا ہی مشکل تھا اور یہ بیان جواز کے لئے تھا عرفہ میں آپ کا اونٹ پر سوار ہو کر پینے سے جو بحالت قیام جواز شرب کی دلیل اخذ کرتے ہیں وہ استدلال بے جا ہے کیوں کہ آدمی اونٹ پر بیٹھا ہوتا ہے نہ کہ کھڑا رہتا ہے۔“

ابن قیم الجوزیہ نے لکھا ہے کہ: ”وَلِلشَّرْبِ قَائِمًا أَفَاتٌ عِدِيدَةٌ مِنْهَا: إِنَّهُ لَا يَحْصُلُ بِهِ السَّرِيُّ التَّامُ، وَلَا يَسْتَقِرُّ فِي الْمَعْدَةِ حَتَّى يَقْسِمَهُ الْكَبْدُ عَلَى الْأَعْضَاءِ، وَيَنْزِلُ بِسُرْعَتِهِ وَحَدَّةٍ إِلَى الْمَعْدَةِ فَيُخَشِى مِنْهُ أَنْ يُبَرِّدَ خَوَارِئَهَا، وَيُسَوِّشَهَا، وَيُسْرِعَ النُّفُوزَ إِلَى الْأَسْفَلِ الْبَدَنِ بِغَيْرِ تَدْرِيجٍ وَكُلُّ هَذَا يَضُرُّ بِالشَّارِبِ وَأَمَّا إِذَا فَعَلَهُ نَادِرًا أَوْ لِحَاجَةٍ لَمْ يُضِرَّهُ“۔ (زاد المعاد فی خیر العباد: ۲۲۹/۴)

کھڑے ہو کر پینے سے متعدد عوارض لاحق ہوتے ہیں، اس طرح پینے سے مکمل طور پر سیرابی نہیں ہوتی اور نہ معدے میں استقرار ہوتا ہے۔ جگر کا اعضاء پر بانٹ دینا پی ہوئی چیزوں کا فوراً معدے تک اتر جانا اس کی وجہ سے معدہ کی حرارت کا ختم ہونا اور خرابی پیدا ہونے کا گمان غالب ہونا، بالفور بدن کے نچلے حصہ میں اتر جانا یہ تمام صورتیں پینے والوں کے لئے نقصان دہ ہیں، اگر کوئی شخص شاذ و نادر یا کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر پیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کھانے پینے والی چیزوں میں سائنس لینا یا پھونکنا شرعاً
ممنوع کیوں؟

حضرت ابوقوادہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ“۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۶۵۳/۱۲، ۵۶۳۰) کتاب الاشریہ، صحیح مسلم مع النووی:

۲۱۰/۱۳ (۱۲۱) کتاب الاشریہ، ترمذی مع التحفہ: ۱۱/۶ (۱۹۵۱)، کتاب الاشریہ باب ماجاء فی کرہیۃ النفس فی الاناء، سنن ابی داؤد: ۱۱۳۶/۴-۱۱۵ (۳۷۲۸) النسخ فی الشرب والتنفس فی الاناء ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں ”ادخ فیہ“ کا اضافہ ہے۔)

یعنی جب کوئی نوش کرے تو برتن کے اندر سانس نہ لے۔

دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (پینے والے) برتنوں میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس برتن میں سانس نہ لے تو کیا کرے؟ اس میں رسول کی تعلیم کیا ہے؟

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعُوذَ فَلْيَنْفُخِ الْإِنَاءَ ثُمَّ لِيَعُوذَ إِنْ كَانَ يُرِيدُ“۔ جب کوئی پئے تو برتن کے اندر سانس نہ لے، جب دوبارہ کی حاجت ہو، خواہش ہو تو برتن کو (منہ سے) الگ کر کے سانس لیوے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے: ”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ أَوْ يَنْفُخَ فِيهِ“۔ (صحیح سنن ابن ماجہ، ابی داؤد: ۱۵۶/۳ (۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲) حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور اس کے اندر پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ: ”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلٌ الْقَذَاءُ أَرَاهَا فِي الْإِنَاءِ فَقَالَ إِهْرِقْهَا، قَالَ: إِنِّي لَا أَرَوْى مِنْ نَفْسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: فَابْنِ الْقُدْحَ إِذَا عَنِ فَيْكَ“۔ (سنن ترمذی: (۱۸۸۸)، سنن ابی داؤد: (۳۷۲۲)، موطا امام مالک: ۹۲۵/۲ باب صفۃ النبی، مسند احمد: ۲۶/۳، سنن دارمی: ۱۱۹/۲، مستدرک حاکم: ۱۳۹/۴، صحیح ابن حبان: (۱۳۶۷) بعض نے اسکی سند کو جید شعیب ارناؤوط نے ”شرح السنۃ للبیہقی: ۳۷۲/۱۱“ کی تحقیق میں اسکی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔)

”نبی کریم ﷺ نے برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک آدمی نے کہا: مجھے برتن میں تنکا دکھائی دے رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو بہاؤ الو۔ اس نے کہا: مجھے

سائنس سے سیرابی نہیں ہو پاتی۔ آپ نے فرمایا: پیالہ اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لو۔
اس سے بالکل واضح ہے کہ ہمارے زمانے میں جو طریقہ پانی یا تیل یا اس طرح کے
سیال چیزوں میں جھاڑ پھونک کرنے والے علماء پھونک مار کر دیا کرتے ہیں ذہ بھی قطعاً
درست نہیں کہ اس کو پیا جائے اور وہ کام کریں کیوں کہ جو شریعت میں ممنوع ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث نبویہ کے فہم و تتبع اور ان پر بلا تاویل عمل کرنیکی صلاحیت بخشے۔
علامہ البوزیہ (زاوالمعاد: ۳/۲۳۵-۲۳۶) نے لکھا ہے: وَأَمَّا النَّفْخُ فِي
الشَّرَابِ، فَإِنَّهُ يُكْسِبُهُ مِنْ قِمِّ النَّافِخِ رَائِحَةً كَرِيهَةً يَغَافُ لِأَجْلِهَا، وَلَا سَيِّمًا
إِنْ كَانَ مُتَغَيِّرَ الْقِمِّ، وَبِالْجُمْلَةِ: فَأَنْفَاسُ النَّافِخِ تَخَالِطُهُ، وَلِهَذَا جَمَعَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ بَيْنَ النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ وَالنَّفْخِ فِيهِ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ
يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ أَوْ يَنْفُخَ فِيهِ فَإِنْ قِيلَ: فَمَا تَصْنَعُونَ بِمَا فِي الصَّحِيحَيْنِ
مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا؟ قِيلَ: نَقَابَلُهُ
بِالْقُبُولِ وَالتَّسْلِيمِ وَلَا مُعَارِضَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَوَّلِ، فَإِنَّ مَعْبَاهُ إِلَهُ كَانَ تَتَنَفَّسَ
فِي شُرْبِهِ ثَلَاثًا وَذَكَرَ الْإِنَاءَ آلَةَ الشُّرْبِ وَهَذَا كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ: إِنَّ
إِبْرَاهِيمَ ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَاتَ فِي الثَّدْيِ، أَيْ فِي مُدَّةِ الرِّضَاعِ.

پینے والی چیز میں پھونکنا بہتر نہیں کیوں کہ پھونکنے والے کے منہ سے بدبودار ہوا
خارج ہو کر مل جاتی ہے جو ناگواری کا باعث ہوتا ہے۔ یہ کیفیت اس وقت پائی جاتی ہے جب
منہ کا ذائقہ بدل گیا ہو المختصر یہ کہ پھونکنے والوں کی سانسیں (یا بخارات) پینے والی چیزوں میں
مل جاتی ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے پھونکنے اور سانس لینے سے منع کیا ہے۔

ترمذی نے حضرت عباسؓ کی یہ حدیث ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تَتَنَفَّسَ فِي
الْإِنَاءِ أَوْ يَنْفُخَ فِيهِ“ روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صحیحین میں حضرت انسؓ کی روایت ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ
يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا“ سے برتن میں سانس لینے کا ثبوت ملتا ہے تو جواباً یہ عرض کریں

گے کہ ہمیں یہ تسلیم ہے لیکن حدیث عباسؓ اور حدیث انسؓ میں کوئی تعارض نہیں ہے ان کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ اپنی مشروبات میں تین بارسانس لیتے تھے اور یہاں ”الاناء“ کا تذکرہ بر بنائے ”آلہ شرب“ ہوا ہے دراصل یہ اس حدیث رسول کے مانند ہے کہ ”ابراہیم بن محمد کی وفات پستان میں ہوئی یعنی ان کی وفات مدت رضاعت میں ہوئی“ (صحیح مسلم: ۲۳۱۶) کتاب الفحاکل، باب رحمۃ الصبیان والعیال کے مانند ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ پینے والی برتنوں میں شرعی اور طبی نقطہ نظر سے سانس لینا درست نہیں اور نہ خوردنی اشیاء میں منہ سے پھونک مارنا طبی نقطہ نظر سے بہت ہی نقصان دہ ہے، فائدہ ندارد، منہ سے نکلے ہوئے بخارات نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں برتن وغیرہ میں کچھ پڑ جائے جس سے نقصان لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے نکالنے کے لئے ان چیزوں کا استعمال کرنا چاہیے جن سے نکالنا آسان ہو اگر پینے والا اضطراری حالت میں ہے اور اسے سانس لینے کی سخت ضرورت ہے تو وہ برتن سے منہ الگ کر کے سانس لے تاکہ نقصان دہ جراثیم اس کے لئے مہلک ثابت نہ ہوں، نبی کریم ﷺ کا یہ اسوہ رہا ہے ارشاد ہے: حضرت انسؓ کی روایت ہے: کَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَنَفَّسُ فِي الشُّرْبِ ثَلَاثًا وَيَقُولُ إِنَّهُ أَرَوَى وَأَمْرًا وَكَبْرًا۔ رسول اللہ ﷺ پینے میں تین بارسانس لیتے اور فرماتے کہ ایسا کرنے میں خوب سیرابی ہوتی ہے، پیاس بجھتی ہے یا بیماری سے نجات ملتی ہے؟ تندرستی حاصل ہوتی ہے اور پانی خوب خوب ہضم ہو جاتا ہے۔“

اس سے واضح ہوا کہ غٹ غٹ ایک ہی سانس میں پینا بہتر نہیں ہے اور جو حدیثیں ایک ہی سانس میں پینے کے بارے میں وارد ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ ائمہ جرح و تعدیل نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ کسی مشروب کو تین سانس میں پینا اور ہر بار برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لینا اسوہ محمدی ہے۔

تین سانس میں پینے کا حکم

پینے کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ چائے پانی، دودھ یا اور کوئی پینے والی چیز کو تین سانس میں پیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی پیا ہے اور اپنے ساتھیوں کو پینے کی ترغیب دلائی ہے اگرچہ یہ عمل استحباب کے درجہ میں ہے تاہم بہت سارے فوائد اپنے

اندر سموئے ہوئے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ تَنْفُسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا“ (بخاری، و مسلم) رسول اکرم ﷺ پینے کی چیز (مشروب) تین سانس میں پیتے تھے۔

حدیث رسول کا مفاد یہ ہے کہ کسی بھی پینے کی چیز کو تین سانس میں پیا جائے یعنی پی کر برتن سے منہ کو الگ کر لیا جائے اور سانس لیا جائے برتن میں سانس نہ لے برتن میں سانس لینے سے معدے کے بخارات پینے والی چیزوں سے مل جاتے ہیں اور پینے والی چیزوں کا ذائقہ بدل سکتا ہے یا کوئی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس کی ایک روایت آتی ہے جو ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے وہ حدیث یہ ہے:

”وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تُشْرَبُوا وَاحِدًا كَثُرَبِ الْبَيْعِزِ، وَلَكِنْ اشْرَبُوا مَثْنَى وَثَلَاثَ، وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرَبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ“۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اونٹ کے پینے کی مانند ایک ہی سانس میں پانی مت پیو، بلکہ دو دو اور تین تین سانس میں پیا کرو اور جب پینے لگو تو اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھو اور جب فارغ ہو کر اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو یعنی الحمد للہ پڑھو۔

یہ حدیث ضعیف ہے کہ جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ المصابیح (۳۷۸) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن جو اس سے مفاد حاصل ہوتا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پیتے وقت تین سانس لیتے اور فرماتے کہ اس میں زیادہ آسودگی ہے اور یہ زیادہ خوشگوار ہے اور بیماریوں سے زیادہ نجات دینے والا ہے حضرت انس کہتے ہیں کہ میں تین سانس میں پیتا ہوں (صحیح بخاری: ۱۳۶۵، صحیح مسلم: ۱۲۰۲) اور اس کے مقابلہ میں جو صحیح حدیثیں وارد ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک سانس میں غٹ غٹ پینا معدے اور جسم کو نقصان پہنچاتا ہے اور ایسا کرنے سے معدے پر یکبارگی بوجھ پڑتا ہے انسان جانور سے مشابہ قرار پاتا ہے کہ جس طرح وہ ایک ہی بار میں پیتا ہے اسی طرح انسان بھی پیتا ہے۔

صحیح حدیثوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ جب کوئی مشروب پی جائے تو ایک بار میں نہ پی جائے اور نہ ہی برتن میں سانس لی جائے بلکہ اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ ایک بار پی کر منہ کو برتن سے الگ کیا جائے اور بخار کو خارج کیا جائے، مشروب کو تین سانس میں پینا شرعی نقطہ نظر سے درست ہے اور طبی نقطہ نظر سے بھی مفید ہے۔ ایک سانس میں بلا مجبوری پینا شرعاً بھی درست نہیں ہے اور طبی اعتبار سے بھی درست نہیں اور بہت ساری خرابیاں در آتی ہے۔

بعض ماہرین نے لکھا ہے کہ پانی وغیرہ پینے کا جو شرعی نظام ہے وہ بہت عمدہ ہے، اس طرح پینے سے امراض میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا ہے (غٹ غٹ ایک سانس میں پینے سے بہت ساری بیماریاں پیدا ہوتی ہے، نظام تنفس Respiratory System) خراب ہو جاتا ہے، اس کے مضر اثرات دماغ کے پردوں (Meninges of Brain) پر بھی پڑتے ہیں، جب پانی معدہ میں بیک وقت زیادہ مقدار میں جائے گا تو معدہ پھیل جائے گا اور جب اوپر تک پھیل جائے تو دل (Heart) اور پھیپھڑوں (Lungs) کو نقصان پہنچاتا ہے اس سے جگر (Liver) تلی (Spleen) اور آنتوں (Intestines) کے بھی متاثر ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

چائے خوری اور جدید سائنس

چائے لوگوں میں مقبول ترین مشروب ہے۔ موسم جو بھی ہو جائے پی جاتی ہے۔ مہمانوں کی تکریم کا بہترین ذریعہ چائے ہی ہے۔ اگر کسی نے اپنے دوست کو پارٹی دی تو ٹی پارٹیوں پر بھی کام چل جاتا ہے۔ انسان تازہ دم ہونے کے لئے بھی چائے پیتا ہے۔ کچھ لوگ چائے پینے کے اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ کھانا نہ ملے تو کوئی پرواہ نہیں چائے ملنی چاہیے۔ چائے انسانی غذا تو نہیں ہے لیکن بھوک کو مٹانے کا ایک اہم سامان ہے۔ چائے پھینکی پی جاتی ہے اور میٹھی بھی مہمانوں کے سامنے پھینکی چائے پیش کرنے کو بد اخلاقی تصور کیا جاتا ہے۔ اسی لئے موجودہ دور میں گرم پانی اور ہر چیز الگ الگ برتنوں میں پیش کر دی جاتی ہے کہ اپنے ذوق کے اعتبار سے چائے بنائی جائے۔ عربوں میں بھی اعلیٰ قسم کے چائے

کی خواہش زیادہ ہوتی ہے یوں تو قہوہ اور کھجور کے زیادہ عادی ہوتے ہیں چائے سادی بھی ہوتی ہے جو ہمارے یہاں لیمن ٹی کے نام سے معروف ہے اور اسے سیاہ چائے سے بھی جانا جاتا ہے اور دودھ والی چائے بھی ہوتی ہے جو عموماً استعمال کی جاتی ہے لیکن طبی ماہرین کا خیال ہے کہ دودھ کے بغیر چائے ایک اچھا مشروب ہے اس لئے کہ اس میں موجود ایک مرکب یو پی فینول شریانوں کو پرسکون کرنے اور خون کے بہاؤ کو رواں کرنے میں مدد دیتا ہے چائے میں دودھ کی موجودگی سے یہ مرکب نہ صرف اپنا کام اچھی طرح کرنے میں ناکام رہتا ہے بلکہ دودھ میں موجود چکنائی اور دیگر بھاری اجزاء اور شریانوں کو مزید نقصان پہنچاتے ہیں۔

ایک اخباری بیان کے مطابق گزشتہ دنوں برلن کے ایک ہسپتال میں طبی ماہرین نے بلیک ڈارجلنگ چائے اثرات کا مشاہدہ کے لئے رضا کاروں کو دعوت دی۔ ان لوگوں نے پچاس سال کی عمر کے لگ بھگ کی خواتین کی دودھ والی چائے پلا کر ان کی شریانوں کا معائنہ کیا پھر بعد میں دودھ کے بغیر چائے پلا کر ان کی شریانوں کا معائنہ کیا تو ان میں واضح فرق محسوس کیا گیا اور اس کی ایک رپورٹ ہارٹ جنرل نامی ایک جریدہ میں شائع کی اس سے قبل ایک تحقیق سے واضح ہوا ہے کہ سبز چائے (دودھ کے بغیر چائے صحت کے لئے مفید ہے جبکہ کالی چائے صحت پر مضر اثرات مرتب کرتی ہے سبز چائے یادداشت کو بہتر بنانے میں عام چائے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے۔ ذائقہ کے لئے کوئی چیز کھانا نقصان دہ ہوتا یہ گرچہ کھانے پینے میں ذائقہ کی بڑی اہمیت ہے مگر اس کی غذا ایت اور صحت سے زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ صحت کو بحال کرنے کے لئے محض کوئی ضروری نہیں کہ ذائقہ دار چیزیں ہی استعمال کی جائیں بلکہ اکثر بیماریوں کے ازالہ کے لئے کڑوی اور ترش آمیز چیز اور اود یہ کھانی پڑتی ہیں۔

اخباری بیان کے مطابق جاپان میں ایک ریسرچ کے مطابق ریگولر ہری چائے کا استعمال ہارٹ ایک سے محفوظ رکھتا ہے۔ دل کے لئے ہر روز ہری چائے کا استعمال فائدہ مند ہے۔ مغربی ممالک میں ہری چائے کا استعمال اسی لئے زیادہ ہو رہا ہے۔ جاپان میں

تو اس کا استعمال ایک عام ڈرنک کے طور پر ہر روز کیا جاتا ہے اس لئے جاپان میں دوسرے ممالک کے مقابلے میں دل کے مریض کم ہیں۔ ہری چائے میں فلیوونائیڈز کی زیادہ سطح دل کی صحت کے لئے اچھی ہے۔ یہ فلیوونائیڈز پھلوں سبزیوں اور ایڈوائٹس میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ مقوی اجزاء ان فری ایڈیکلز اور ناپائیدار آکسیجن اینٹوں کو ناکارہ کر دیتے ہیں جو سیل کی ڈی این اے بناوٹ کو نقصان پہنچاتے ہیں دی نیشٹل ڈیفنس میڈیکل کالج کے ریسرچ اسکالر ڈاکٹر پولیکو موی یامہ نے ریسرچ میں پایا کہ ہری چائے استعمال نہ کرنے والے لوگوں کے مقابلہ میں ہری چائے استعمال کرنے والے لوگوں میں دل کے مریض بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

پانی اور جدید سائنس

پانی اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمت ہے، یہ وہ انمول رتن ہے جو جاں بلب انسان میں تروتازگی پیدا کر کے چند لمحوں کے لئے زندگی بخش دے، دنیا کے کل رقبہ کا تین چوتھائی پانی پر مشتمل ہے اور ایک چوتھائی میں خشکی ہے گویا بحر اعظم کا رقبہ وسیع ہے اور براعظم کا رقبہ تنگ ہے لیکن یہ پانی مختلف اقسام میں موجود ہے کہیں معدنی و سمندری پانی ہے تو کہیں بارش کا پانی ہے، سمندری پانی نمکیات سے پر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ قابل شرب نہیں بلکہ بعض سمندروں کا پانی تو اتنا کھارا ہوتا ہے کہ حیوانات و نباتات اپنی زندگی کے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

جدید سائنسی انکشافات سے یہ معلوم ہوا کہ روئے زمین پر زندگی کی ابتداء بھی پانی سے ہوئی جیسا کہ ارشاد ہے: "أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ" (الانبیاء: ۳۰)

کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا (یا انہوں نے جانا نہیں) کہ آسمان و زمین باہم ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اگر بارش اور چشموں کا پانی ہے تب بھی واضح ہے کہ اس سے روئیدگی ہوتی اور ہر ذی روح کو حیات نو ملتی ہے اور اگر مراد نطفہ ہے تو اس

میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ ہر زندہ چیز کے وجود کے باعث وہ قطرہ آب ہے جو نر کی صلب سے نکلتا ہے اور مادہ کے رحم میں قرار پکڑتا ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو یہ بے ساختہ زبان سے بات نکل جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا مدار پانی ہے انسان یا جانور جو پانی پیتے ہیں اس کے عام ذرائع دریا، ندی، نالے، نہریں، تالاب، جھیلیں، چشمے اور کنویں ہیں، بعض کنوئیں ایسے ہوتے ہیں جن میں میدانی علاقوں سے بارش کا پانی نجاست و غلاظت لا کر ان میں ڈال دیتا ہے اور وہ پانی بہت سی چیزوں کو اپنے اندر سمو لیتا ہے یہ پانی لائق شرب نہیں ہوتا اور نہ ایسے کنوؤں کے پانی سے طہارت و نفاقت حاصل کی جاسکتی ہے جس میں پانی کم ہو اور اس کے اوصاف تغیر ہو گئے ہوں لیکن اس طرح کا پانی جو رواں ہو اور تیزی سے بہہ رہا ہو اس میں غسل کرنے سے کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی۔ بعض چشموں کا پانی نیچے سے نکلتا ہے اور زیر زمین گندھک، کاربونیٹ اور میکینیشیم وغیرہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض جگہوں سے نکلنے والے پانی گرم ہوتے ہیں۔

بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ دریاؤں، ندی نالوں کا پانی گدلا ہونے کے باوجود کسی بیماری کا باعث نہیں ہوتا کیوں کہ سورج کی شعاعیں پڑتی رہتی ہیں، لہروں میں آکسیجن کے اثرات ہوتے ہیں حیوانات اور سمندری و دریا کی جانور کی موجودگی بہاؤ کی تیزی یہ وہ چیزیں ہیں جنکی وجہ سے ان میں مضر اثرات باقی نہیں رہ پاتے۔ جدید سائنسی تحقیقات پانی کے ذریعہ عام طور پر جراثیمی بیماریوں میں ہیضہ، اسہال، پچس، پیہ، محرکہ، یرقان، مگرے اور فالج کی شکایت ہو جاتی ہے، ڈاکٹر خالد غزنوی نے جناب عبدالحق عاصم کی تحقیق بیان کیا ہے کہ پانی میں درج ذیل کیمادیں عناصر ہوا کرتے ہیں۔

450 Cocal Diskolyed solids, 110 Hardness,
25 Calcoum, 22 Magnesiom, 230 Carbohydrates
38 Sulphates, 28 Chlorites, 28 Nitrites
28 Nitrogen, Treaces favorides 52 .hron
Treaces iodine, Present residual chlorine

انسانی زندگی میں پانی کی اہمیت

پانی ایک ایسی نعمت ہے جس کے بغیر انسانی زندگی کی بقا غیر ممکن ہے یہ انسانی زندگی کا جزء لاینفک ہے، جسم میں پانی کا مقدار گرچہ ہوتا ہے لیکن اس سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا، خون کا بیشتر حصہ پانی پر مشتمل ہے لیکن اس کے ساتھ لحمیات، خون کے خلیات اور نمک ہوتے ہیں، اس طرح معدہ اور منہ کے لعاب و آنسو بھی پانی پر مشتمل ہیں۔

حیوانات و نباتات اور دنیا کی تمام چیزیں جن میں زندگی کی سائنس و کالت کرتی ہے انکی زندگی کا انحصار ہوا کے علاوہ پانی پر ہے، قلت پانی حیوانات و نباتات کی صحت کے لئے خطرناک ہے اور ان کی خوراک کی پیداوار کے لئے بھی مہلک ہے فرمان الہی ہے ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا“۔ ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی ہے۔

ہوا کو دیکھئے انسان اس میں رہنے کی تاب اسی وقت رکھتا ہے جب اس کے اندر رطوبت ہو اگر پانی کا اثر ختم ہو جائے تو وہ ہوا گرم مسموم ہو جاتی ہے اور انسان اس سے بچنے کا سامان کر لیتا ہے گویا ہوا کے اندر بھی پانی کی مقدار جب تک باقی رہتی ہے اس وقت تک انسان اس سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

انسانی صحت کا راز پاکیزگی میں پنہاں ہے اسکی بقاء کے لئے پانی کا استعمال بے حد ضروری تو ہے ہی لیکن صاف شفاف پانی استعمال ہونا چاہیئے غلیظ اور گندہ پانی فوری طور پر صحت کے لئے مضر ہے۔

اسلامی تعلیم میں پانی کی پاکیزگی اور صفائی بڑی اہمیت کی حامل ہے درحقیقت پانی کا مسئلہ ہے۔ آدمی اپنی جان بچانے کے لئے پانی پیتا ہے اور کپڑے و بدن کو پانی سے صاف کرتا ہے انسان کا بدن میل کچیل سے اسی وقت پاک صاف ہوگا جب وہ پانی استعمال کرے قدرت نے پانی میں مہلک جراثیم کے زائل کرنے اور بدبو کو ختم کرنے کی قوت عطا کی ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نجاست و غلاظت کے ازالہ کا طریقہ بتایا کہ پانی استعمال کیا جائے قضاء حاجت سے فراغت کے بعد پانی استعمال کیا جائے ہاتھوں کو پانی سے دھویا جائے۔

دنیا بھر میں ہونے والی سائنسی تحقیقات کے مطابق پانی سے ہاتھوں کو دھونے ہی سے بہت سناری بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔ ہاتھ دھونے کی عادت دست جیسی مہلک بیماری سے حفاظت کی ضمانت ہے لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ وہی پانی قابل استعمال ہے جس میں پہلے سے نجاست نہ پڑی ہو اور نہ اس کا رنگ متغیر ہو بلکہ پانی صاف شفاف ہو، گندہ پانی نہ تو نجاست کے ازالہ میں فائدہ مند ہوگا اور نہ انسانی زندگی کی بقائیں اور تشنگی بچانے میں سودمند ہوتا گندہ پانی میں مختلف طرح کے جان لیوا جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں ان کا پینا گرچہ انسانی زندگی میں رفق حیات کی بقا کے لئے کافی اہمیت کا حامل ہے لیکن اس کے پینے سے فائدہ کے بجائے نقصان ہی ہوتا ہے حدیثوں میں مذکور ہے اس واقعہ پر نظر ڈالئے تو اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ ایک پیاسا کتا جو تالاب کے کنارے اپنی زبان نکالے پانی کو تک رہا تھا، پیاس کی شدت سے اس کی جان جانے کو تھی ایک فاحشہ عورت نے ایک کپڑے کو بھگو کر اس کتے کے منہ میں پانی ڈالا اس طرح اس نے اس پیاسے کتے کی جان بچائی اور وہ عورت اس اچھے عمل کی وجہ سے جنتی قرار پائی۔

جب انسان کے مرنے کا وقت ہوتا ہے اس وقت بھی پانی پانی کی آواز لگاتا ہے اس کا حلق خشک ہو جاتا ہے پیاس کی شدت سے تڑپتا ہے راحت و سکون پانی کے چند قطروں سے ہی نصیب ہوتا ہے کچھ وقتوں میں انسان کو کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اس کے، پاس پانی ہو تو اس پر گزارہ ممکن ہے لیکن کھانے کی ساری چیزیں ہوں، پانی نہ ہو تو اس کا جینا محال ہے۔

انہائی پیاس کی حالت میں دنیا کی تمام مشروبات پی لی جائے تو ہم یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر پیاس مٹنے کا احساس ہوتا ہے لیکن پانی کی تلاش باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی میں عجیب صلاحیت دی ہے کہ اس کو پیتے ہی مکمل سیرابی اور تشنگی کے ختم ہونے کا احساس ہوتا ہے اور ایک طرح کی راحت محسوس ہوتی ہے۔

جب انسانی زندگی میں پانی کی اس قدر اہمیت ہو تو ہمیں پانی کیسا استعمال کرنا چاہیے؟ یہ ایک اہم اور غور طلب بات ہے پانی ہر صورت میں پاک صاف ہو، اس میں آدنی نجاست نہ ہو بیماریوں کے جراثیم سے پاک ہو ورنہ بد احتیاطی کی صورت میں ثانی فائیڈ

(Typhid)، پیرائائی فائڈ (Paratyphid) ہیضہ (Choleara)، پچس خناق اور جمرہ خبیثہ جیسی بیماریاں اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں پانی بھاری (کثیف) نہ ہو، کیڑے مکوڑے، نباتی و حیوانی نوعیت کے عضوی و غیر عضوی مادوں سے پاک ہو۔ پانی میں عضوی، نباتی اور حیوانی کثافتوں کی موجودگی سے معدہ اور آنتوں کی مختلف بیماریوں کا اندیشہ ہوتا ہے پانی میں کثافت ہو تو جلد میں سوزش، بد ہضمی اور پتھری کی شکایت ہو جاتی ہے۔

پانی کی حفاظت کرنا اور جن برتنوں میں پانی رکھا جائے ان کو ڈھک کر رکھنا ضروری ہے اس صورت میں صاف شفاف پانی پینے کے لئے مل سکتا ہے صحت کی بقاء کیلئے ہمیشہ تازہ صاف اور ٹھنڈا پانی پینا چاہیے گھروں میں پانی ڈھک کر رکھنا، گھروں کی نالیوں میں برابر پانی جمع ہونے دینا یا گندے تالابوں اور چھوٹے چھوٹے گدھوں میں رہنے والے پانے کو پینا ملیں یا بخار اور زرد بخار کو دعوت دینا ہے ڈاکٹروں کی تحقیقات کے مطابق گھگھیا جیسی بیماری زیادہ تر پانی کی خرابیوں سے ہی پیدا ہوتی ہے چنانچہ پانی کو استعمال کرتے وقت ہمیں دیکھ لینا چاہیے کہ آیا یہ پانی تازہ صاف شفاف، کثافت سے خالی ہے یا نہیں صحت کے لئے مفید ہے یا مضر، تازہ پانی پی کر ہی انسانی جسم میں تازگی آتی ہے اور جسم کے ہر عضو میں قوت نمود پیدا ہوتی ہے۔

مشکیزے، فرتج اور گھڑے کا پانی

اسلام نے پانی کے کئی اقسام بتائے ہیں اور ان کے احکام بھی بیان کر دیا ہے۔ قدرتی طور پر ایسا پانی انسان کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ جس سے صحت برقرار رہے اور کسی طرح کے جراثیم کے پھیلنے اور دماغی و جسمانی خرابی کا اندیشہ نہ رہے۔ کوئی بھی جاری پانی جو نہروں اور چشموں کا ہو، تالاب اور ندیوں کا ہو پینے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ آلودہ نہ ہو، اس میں کسی بھی شوگرمل یا اس طرح کے کارخانوں کے کچرے اس میں نہ ملتے ہوں ورنہ اس سے صحت کی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ مشکیزے کا پانی اسلام کے ابتدائی ایام ہی میں مستعمل ہوتا تھا بلکہ آج بھی کئی مقامات میں اس کے پانی کو شوق سے استعمال کیا جاتا تھا

میں نے دیکھا ہے کہ گرمی کے موسم میں مشکیزے کا پانی شوق سے پیا جاتا ہے۔ مشکیزہ دراصل چمڑے کا بنا ہوتا ہے جس میں پانی رستا رہتا ہے اور باہری حصہ کی طرف آتا ہے اس سے اندرونی حصہ کا پانی ٹھنڈا رہتا ہے۔ یہ قدرتی طور پر ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ اس میں کسی طرح کے مصنوعی آلات کے استعمال کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ قدرت کی طرف سے ایسا انتظام ہوتا ہے کہ ہوا کے ذریعہ باہری حصہ کی طرف رستا ہوا پانی ٹھنڈا ہو کر چمڑے کو بھی گرمی سے بچاتا ہے اور پانی کو نارمل رکھتا ہے۔ لیکن فریج کا ٹھنڈا پانی مصنوعی آلات کے ذریعہ ٹھنڈا کیا جاتا ہے اور ہواؤں کی لہریں اندر ہی اندر گھومتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے پانی بھی وزنی اور ثقیل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات جم کر برف بن جاتا ہے۔ یہ پانی سائنسی تحقیقات کی روشنی میں صحت کے مفید نہیں ہے۔ مٹی کے برتنوں، گھڑوں اور مشکیزوں کا پانی صحت کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس کے مقابلہ میں گیسوں کے ذریعہ ٹھنڈا کیا ہوا پانی قطعاً مفید نہیں ہے۔ اس سے گلے کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، سردی، زکام اور نزلے کی شکایت ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی کئی قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے اس لئے وہ منبرل واٹر کے مقابلہ میں کسی بھی طرح مفید نہیں ہے۔

توہماتی پانی

پانی ایک ایسی نعمت ہے جس سے انسان کو انکار نہیں۔ اس کے اندر جو کیمیاوی عناصر اللہ نے رکھے ہیں وہ انسانوں کے پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیے ہیں۔ بہت سارے ایسے چشمے بھی ہیں جن کے بارے میں طرح طرح کے خیالات اور واقعات بیان کرتے لوگ نہیں تھکتے ہیں۔ ایسے چشموں کو اولیاء، صلحاء اور اتقیا کی کرامات کی دین کہا جاتا ہے۔ اس کی پانی سے بسا اوقات شفا یابی مل جاتی ہے یا کسی کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہے۔ جب یہ چشمے کسی خاص مقام پر جاری ہوتے ہیں تو سائنس تحقیقات کی رو سے بہت سارے معدنیات اپنے اندر لئے ہوتے ہیں۔ ایسے پانی کو توہماتی پانی اور ایسے چشموں کو توہماتی چشموں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پانی کے چشمے

کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ اگر اس کا پانی صاف شفاف ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر کسی بھی طریقے سے اس کے اندر تبدیلی ہے اس میں گندگی ہے یا اس کے مزے اور بو میں تبدیلی ہے تو اس کا استعمال درست نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات نقصان دہ بھی ہے۔ بعض شہروں میں ایسے کنویں بھی مشہور ہیں جو کسی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کنویں اپنے اندر ایسی خصوصیات کے حامل ہیں کہ وہ جن ناموں سے موسوم ہیں ان کی نظر عنایت اور کرشمہ جاتی کاموں کا دخل ہے لیکن ایسا خیال صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ چشمے اور کنویں اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے اور انہیں جاری کرتا ہے۔ ان میں کچھ ایسے عناصر پیدا کر دیتا ہے کہ انسان ان کے پانی کو پی کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور مریض شفا یاب ہو جاتا ہے۔

معدنی چشموں کا پانی

دنیا کے مختلف خطوں میں معدنی چشموں کا وجود ایک نعمت ہے۔ اس کے اندر جو پانی ہے۔ اس کے اندر کھارا پین ہوتا ہے۔ یہ پہاڑوں، جنگلوں اور صحراؤں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یورپ کے ممالک میں اس طرح کے چشمے بہت پائے جاتے ہیں۔ بعض چشموں میں تیزابی اجزاء اور تابکار اثرات پائے جاتے ہیں۔ اس کے پانی کو پیا جاتا ہے۔ اس سے غسل بھی کیا جاتا ہے اور بھپارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے چشمے جہاں اور جس ملک میں ہیں وہاں بہترین تفریح گاہیں ہیں۔ بہت سارے مریض وہاں کا سیر کرتے ہیں اور ان سے اپنا علاج کرتے ہیں۔ ایسے معدنی چشموں سے ورم، پیشاب اور اس سے متعلق اعضاء کی بیماریوں، جلدی بیماریوں، فالج، گھٹیا اور دوسری بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق کی روشنی میں معدنی چشمے کے پانی سے اعصابی بیماریاں، دمہ اور سانس کی بیماریاں، آنتوں کی بیماریاں، ریاحی تکالیف، نسوانی امراض، بچوں کی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ طبی اعتبار سے ان چشموں میں آیوڈین اور گندھک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ ایک طبی ریسرچ کے مطابق آسٹریلیا کے معدنی چشموں کا پانی دل کی

بیازیوں اور عورتوں کی ماہواری کی بے قاعدگی کے علاج میں بہت مفید ہے۔ اسی طرح جرمی کے معدنی چشموں میں نمکیات، کاربونک ایسڈ، گیس اور سوڈیم کلورائیڈ موجود ہے۔ ان چشموں کا پانی پیٹ، آنتوں کی مزمن بیماریوں، جگر کی خرابی، ذیابیطیس، نفرس، وجع مفاصل، سانس کی بیماریوں اور دل کی بیماریوں میں بے حد مفید ہے۔ معدنی چشموں کا پانی شرعی طور پر استعمال کرنا جائز ہے اور طبی اعتبار سے بھی فائدہ مند ہے۔ ڈاکٹروں کی تحقیقاتی رپورٹ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کے بہت سے ایسے خواص ہیں جو مختلف بیماریوں کے لئے مفید ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر عظیم احسانات ہیں جن پر جتنا شکر بجالایا جائے کم ہے۔

شراب اور جدید سائنس

اسلام میں تمام مسکرات شراب، افیون، چرس، بھانگ اور اس قسم کی نشہ آور اشیاء حرام ہیں خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ قرآن کریم میں ہے: ”يَسْبُلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا“۔

شراب انسانی جسم کے لیے ضرر رساں کیمکل تسلیم کیا گیا ہے۔ شراب سے کئی طرح کے نقصانات ہوتے ہیں۔ اس سے منہ متاثر ہوتا ہے اور مسوڑھوں میں ورم آجاتا ہے۔ شراب کے عادی انسان کے دانت جلد ہی خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد گلے کی خرابیاں بھی پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اس سے معدے میں تیزابیت اور سوزش پیدا ہوتی ہے۔ تمام شرابیوں کی بارہ انکشتی آنت اور پتہ کی جھلی ہمیشہ بیماری کا شکار ہوتی ہیں یا ان کا کام صحیح نہیں ہوتا۔ یہ حالت ہر شرابی کو گیس اور بد ہضمی کے سبب مصیبت میں ڈالے رکھتی ہے۔ شراب کے مضر اثرات سب سے زیادہ جگر پر پڑتے ہیں، اس کی وجہ سے جگر سکڑ جاتا ہے۔ شراب سے خون لانے اور لے جانے والے شریانوں پر بھی خاصا اثر پڑتا ہے۔ جگر کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے دل کے اوپر بھی دباؤ پڑتا ہے اور دوران خون میں گڑبڑی کے نتیجہ میں دل میں بھاری پن اور سستی آجاتی ہے۔ انسانی گردے کے بھی خراب ہونے

کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ مقدار میں بیزر پینے والوں کے گردے اکثر خراب ہو جاتے ہیں۔ شراب سے اعصابی نظام میں بھی گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ عام طور پر اس سے ہڈیاں، ریشہ، پلائینورائٹس اور کوراساکوف کے مجموعہ علامات جیسی عام بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ شراب پینے سے عائلی اور سماجی زندگی پر اس کے برے اثرات پڑتے ہیں۔ شراب پینے والے اکثر دماغی الجھنوں کے شکار ہوتے ہیں۔ ان کو معاشرہ اور سماج میں کئی قسم کے تنازعات کا سامنا ہے۔ بڑے ہی غصہ والے اور چڑچڑامزاج ہوتے ہیں۔ ان پر بے ہوشی اور سستی چھائی رہتی ہے۔ معاشرے میں بڑے بڑے جھگڑے کو بھی شراب جیسی عادت قبیحہ ہی جنم دیتی ہے۔ معاشرہ میں طلاق کے مسائل بھی اکثر ایسی عادتوں کے نتیجہ ہی میں رونما ہو رہے ہیں۔

زہر پینا حرام ہے

زہر یا جان لیوا چیزیں پینا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر خبیث چیزوں کو حرام کر دیا ہے اور انسانی جان کی اس کے ذریعہ قدر و قیمت واضح کر دی ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری انسان کی ہے کہ وہ اپنے جان کو عزیز رکھے اور زہر یا ہلاکت خیز اشیاء کے ذریعہ اس کو نہ مارے کوئی زہر یا اس قسم کی کوئی چیز نوش کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ حَسَا سَمًا فَسَمَهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا“۔

(بخاری: ۵۷۷۸، مسلم: ۷۵۰، ترمذی: ۱۰۴۳، نسائی: ۱۹۷۴، مسند احمد: ۲/۴۷۸)

جو زہر نوش کرے گا تو قیامت کے دن وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اسے جہنم میں پیا کرے گا اور ہمیشہ ہمیش اسی میں پڑا رہے گا کبھی باہر نہیں آ سکے گا۔

شریعت میں جو چیزیں حرام ہیں ان میں خباثت و نجاست ہے ان کو بطور دوا بھی پینے سے منع کیا ہے۔ صحیح بخاری (۱۹۸۲) میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سَمًا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسَمَهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ

جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا“۔

جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کری وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور جس نے زہر پی کر خودکشی کری تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ اسے اسی طرح ہمیشہ پیتا رہے گا اور جس نے لوہے کے کسی تھیار سے خودکشی کر لی تو اس کا تھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے وہ اسے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔

آب زمزم کے فوائد و خصوصیات اور جدید سائنس

آب زمزم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ یہ سب سے عمدہ اور نفع بخش پانی ہے۔ اس کے اندر ہر بیماری سے شفاء اور بھوک سے آسودگی اور ہر پیاس سے سیرابی ہے۔ دراصل یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے دوڑ دھوپ کا ثمرہ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تشنگی مٹانے کے بہانے پوری امت مسلمہ کے لئے ایک عطیہ ہے۔ اللہ نے بے آب و گیاہ صحرا میں آباد لوگوں کی روزی فراہم کیا اور شکر گزاری کی تلقین کی۔ اسلام نے اس کی عظمت و افا دیت کو واضح کیا۔ لوگوں نے اسکی تعمیر و تحفظ پر توجہ مرکوز کی۔ محمد عربی ﷺ نے بھی اس کو خوب اہمیت دی اور اس کا بڑا احترام کیا۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو آب زمزم پلایا اور انہوں نے کھڑے ہو کر پیا ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے مفید ہے۔

مسلم کے اندر ہے کہ ایک موقع پر حضرت محمد ﷺ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی کیفیت کے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کعبہ شریف اور اس کے پردوں کے درمیان تیس دن رات گزاری اور ان کے پاس کھانسی کوئی چیز نہ تھی وہ اس دوران زمزم پیتے رہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک مکمل خوراک تھا۔ بخاری کی روایت میں یہ

اضافہ ہے کہ زمزم صرف خوراک ہی نہیں بلکہ بیماریوں کے لئے شفاء بھی ہے۔ روایت اس طرح سے ہے: ابو ذر کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم یہاں کب سے تھے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا: کہ میں یہاں تیس دن سے تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر کون تم کو کھلاتا تھا؟ میں نے کہا کہ میرے پاس کوئی کھانا نہیں تھا سوائے آب زمزم کے۔ میں موٹا ہو گیا یہاں تک کہ میرے پیٹ پر سلوٹیں آ گئیں اور میں ذرا بھی بھوک محسوس نہیں کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: آب زمزم مبارک ہے، وہ کھانے والے کا کھانا ہے اور بیمار کے لیے شفاء ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آب زمزم ہے۔ اس میں کھانے والے کا کھانا ہے اور بیمار کے لیے شفاء ہے۔ اور روئے زمین پر سب سے خراب پانی وادی بدھوت کا پانی ہے جو حضرت موت کے قریب میں ہے۔ وہ مڈی کے پیر کی طرح ہے جو صبح کے وقت اچھلتا کودتا ہے اور شام کے وقت اس میں تری باقی نہیں رہ جاتی۔ (معجم طبرانی: اس کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے)۔

آب زمزم اور جدید سائنس

آب زمزم اس قدر مفید کیوں ہے؟ ماہرین علم و تحقیق نے جب اس کے بارے میں اپنا تحقیقی سفر شروع کیا تو بعض نے کہا کہ یہاں سونے کی کانیں کثرت سے پائی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے ذرات میں پانی حل ہو جاتے ہیں اور اسکی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ لیکن بعض مصری ماہرین اطباء نے محققین کے بیانات کی روشنی میں آب زمزم میں ذیل کیمیاوی اجزاء کے بارے میں پتہ چلا تھا۔

میکلنیشیم سلفیٹ (Magnesium Sulphate)، سوڈیم سلفیٹ (Sodium Sulphate)، سوڈیم کلورائیڈ (Sodium Chloride)، کالشیئم کلورائیڈ (Calcium Chloride)، پوٹاشیم نائٹریٹ (Potassium Nitrate)

(Potassium Nitrate) ہائیڈروجن سلفائیڈ (Hydrogen Sulphid) (O) لیکن آب زمزم میں ان کیمیائی عناصر کے وجود سے بعض پانی کے ماہرین علم اس کے منکر ہیں اور اس تجربہ کو نامکمل اور غلط قرار دیا ہے کیوں کہ بعض نے اپنی بسیار جستجو کے بعد اس کا انکشاف کیا ہے کہ آب زمزم کثافت پیدا ہونے والے عناصر و اجزاء سے بالکل خالی ہے۔
میاں نذیر احمد نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ آب زمزم پینے کے لئے کیمیائی طور پر دنیا کا سب سے بہترین پانی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کا بیان ہے کہ عالمی معیار کے مطابق زمزم کا پانی پینے کے لئے محفوظ اور ہر طرح سے قابل استعمال ہے راجہ ابوسمن اور طرابلس کی ٹیم نے آب زمزم میں موجود کیمیائی عناصر کے بارے میں دریافت کیا جسکی تفصیل یوں ہے۔

Total Dissolved Solids 1620

Chlorine 234

Calcium Carbonate 365

Sulphate 190

Calcium +V6

Magnesium +VE

Sulphur -VE

Nitrates -VE

بعض لوگوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات بیان کئے ہیں کہ زمزم کے پانی سے پیٹ اور جسمانی اذیتیں ختم ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ بعض نے بیان کیا ہے کہ کینسر کا جاں بلب مریض روزانہ زمزم کا پانی پی کر صحت یاب ہو گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر خالد غزنوی (طب نبوی اور جدید سائنس ۲ ص ۵۰) نے اپنا ذاتی مشاہدہ یوں بیان کیا ہے ”ذیابیطس کا جو بھی مریض حج کرنے گیا اور اس نے باقاعدگی سے زمزم پیا اسکے خون اور پیشاب سے شکر ختم ہو گیا جتنی دیر وہ حجاز مقدس میں رہے ان کو انسولین لینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ اس قسم کا ہمارا مشاہدہ بلڈ پریشر کے بارے میں ہے کہ حج کے دوران بلڈ پریشر کے کسی مریض کو کبھی کسی

دوائی کی ضرورت نہیں پڑی۔ زمزم پینے کے بعد پیٹ کی گرانی فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ تیزابیت جاتی رہتی ہے اور بھوک باقاعدہ گی سے لگنے لگتی ہے باقاعدگی سے زمزم پینے کے بعد حافظہ بہتر ہو جاتا ہے۔ زمزم کے فوائد کسی عقیدہ یا ایمان کی بات نہیں جو بھی یقین کے ساتھ اسے پیتا ہے اپنا مطلب پالیتا ہے۔

آب زمزم تمام پانی کے قسموں میں عمدہ و افضل ہے۔ لوگوں کے پاس بھی سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کوئی بھی فرد اس کے پینے سے انکار نہیں کر سکتا ہے بس ملنے کی دیر ہے ہر ایک کی چاہت یہی ہے کہ آب زمزم پینے کو ملے۔

رسولؐ نے فرمایا: **إِنَّهَا مَبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامٌ طَعِيمٌ**۔ (مسلم ۱۶/۲۳۵۔ شرح نووی)

آب زمزم بابرکت پانی ہے وہ کھانے والوں کا کھانا ہے امام نووی کے بیان کے مطابق اس کا پینے والا ویسا ہی آسودہ ہو جاتا ہے جس طرح کھانے والا کھانے سے آسودہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہؐ کا ارشاد ہے: **زَمْزَمٌ لِّمَا شَرِبَ لَهُ**۔ (صحیح سنن ابن ماجہ ۳/۵۹۸)

آب زمزم اسی کے لئے ہے جس کی خاطر نوش کیا جائے بعض فقہاء نے اس کے آداب شرب کو بیان کیا ہے۔ قبلہ رو ہونا، بسم اللہ پڑھنا، دایاں ہاتھ میں برتن پکڑنا تین بار بار سانس لینا، اس سے آسودہ حال ہونا، چہرہ دوسرے پونچھنا، اپنے من پسند مسنون دعائیں کرنا۔ علامہ ابن تیمیہ (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۶/۱۳۴) آب زمزم کو پینا اور اس سے آسودگی حاصل کرنا شرعی دعاؤں میں اپنی چاہت کے اعتبار سے پیتے وقت دعا کرنا ہاں! اس سے غسل کرنا مستحب نہیں ہے۔

دودھ اور جدید سائنس

دودھ ایک ایسی غذا ہے جس سے انسان کو قوت و توانائی ملتی ہے اور بہت سارے وٹامن بھی اس سے مل جاتے ہیں صحت کا انمول خزانہ دودھ بھی ہے نبی اکرم ﷺ کو جب معراج میں شراب و دودھ پیش کیا گیا تو آپ نے دودھ ہی پسند فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى كَيْلَةَ أُسْرَى بِهِ**

بِإِيلِيَاءَ بَقْدَ حَيْنٍ مِنْ خَمْرٍ وَ لَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ فَقَالَ لَهُ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَاكَ لِلْفُطْرَةِ ، لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ ، غَوَتْ أُمَّتُكَ“۔ (صحیح مسلم : ۲۲۵/۵ ، کتاب الاشربہ)

یعنی جس رات کو رسول ﷺ بیت المقدس میں لائے گئے تو آپ ﷺ کے پاس دو پیالے آئے۔ ایک میں شراب تھا۔ اور ایک میں دودھ۔ آپ نے دونوں کو دیکھا اور دودھ کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: شکر اس اللہ کا جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت کی۔ اگر آپ شراب کو پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ اور آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسیوں کی طرف سے دودھ ہدیہ میں آتا تو اس کو پی کر زندگی کے کچھ اوقات گزارتے تھے۔ دودھ ماں کا ہے اور جانوروں کا بھی اور سب کی خصوصیات و فوائد الگ الگ ہیں۔

دودھ میں سماوی برکت بھی شامل ہے

مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں اور میرے دوست تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ سخت بھوک لگی تھی۔ ہم نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں ، لیکن کسی نے بھی ہماری ضیافت نہیں کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے گھر لے کر آئے۔ آپ کے پاس چار بکریاں تھیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے مقداد! اس کا دودھ ہمارے درمیان چار حصوں میں بانٹ دو۔ چنانچہ میں اسے چار حصوں میں بانٹ دیا کرتا۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ کسی کام میں پھنس گئے۔ میں نے سوچا کہ آپ کسی انصار کے پاس گئے ہیں اور وہیں سے کھاپی کر آسودہ و سیراب ہو گئے ہوں گے۔ چنانچہ آپ کا حصہ بھی میں پی لوں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ آپ کا حصہ اٹھا کر پی گیا اور پیالہ ڈھانپ دیا۔ جب میں پی چکا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے آئیں اور کھانے کے لیے کوئی چیز نہ پائیں۔ ابھی اسی فکر میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ آپ نے اس طرح سلام کیا جسے بیدار لوگ سن سکیں ، سوئی ہوئی قوم بیدار ہو جائے۔ پھر آپ پیالے کے پاس آئے

اور اسے کھولا لیکن اس میں کچھ نہ تھا۔ پھر آپ نے کہا: اے اللہ! تو اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور اسے پلا جو مجھے پلائے۔ میں نے اس دعا کو غنیمت جانا۔ میں نے ایک چھڑی لی اور بکریوں کے پاس آیا اور یہ معلوم کرنے کے لیے گیا کہ ان میں سے موٹی کون ہے۔ میں انہیں ہاتھ سے چھونے لگا۔ پھر میرا ہاتھ جس بکری کے تھن پر گیا اس کو دودھ سے بھرا ہوا پایا۔ چنانچہ میں نے دودھ دوہا، یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ پی لیجیے۔ آپ نے میری طرف اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے مقداد! تمہاری بعض عادت بری ہے۔ بتاؤ کیا خبر ہے؟ میں نے کہا: آپ اسے نوش فرمائیں پھر میں خبر بتاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نوش کیا یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔ پھر آپ نے مجھے دیا اور میں نے بھی پیا پھر آپ نے فرمایا: کیا خبر ہے؟ میں نے آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: یہ برکت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا یہاں تک کہ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی پلا دیتے۔ میں نے کہا کہ جب مجھے اور آپ کو برکت مل گئی تو اب مجھے پرواہ نہیں کہ میں نے کس کو نہیں پلایا ہے۔

دودھ کے اندر برکت بہت ہے۔ امام ابن ماجہ نے کتاب الاطعمہ میں ام سالمہ را سین کی ایک روایت بیان کی ہے وہ کہتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب دودھ لایا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: ایک برکت یادو برکت۔

مسند احمد (۱۴۵/۶) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا جاتا تو آپ فرماتے: گھر میں کتنی برکت ہے ایک یادو برکتیں ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد (۳۸۴/۴) میں فرماتے ہیں: ”دودھ اگرچہ محسوس کرنے میں معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن وہ آدمی کی اصل خلقت میں مرکب ہے اور اس طبعی ترکیب میں تین جواہر ہیں۔ پنیر، گھی اور پانی۔ پنیر ٹھنڈا، مرطوب اور بدن کو غذا پہنچانے والا ہے۔ گھی معتدل ہے۔ اور بدن انسانی کو صحیح رکھنے کے لیے مناسب ہے۔ پانی گرم ہے۔ یہ طبیعت و بدن کے لیے مرطوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس

دودھ لایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: ”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ“ اے اللہ! تو ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے ہمیں بڑھا۔ مسند احمد کی ایک حسن روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے علم میں دودھ کے علاوہ کوئی بھی کھانے یا پینے کی چیز کافی نہیں ہوتی ہے۔ پھر اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ محمود ہے۔ وہ عمدہ خون پیدا کرتا ہے اور خشک بدن کو مرطوب بناتا ہے۔ عمدہ غذا ہے۔ وسوسہ اور غم اور سودا کی امراض سے بچاتا ہے۔ اگر اسے شہد کے ساتھ پیا جائے تو اندرونی زخم کو فاسد مادہ کے ساتھ ملنے سے بچاتا ہے۔ اگر شکر ملا کر پیا جائے تو اس سے رنگ بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ جماع کے ضرر کا تدارک کرتا ہے اور ٹی بی کے مریضوں کے سینے اور پیچھے پڑے کے لیے مناسب ہے۔

ماں کا دودھ۔ قدرت کا انمول عطیہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملہ کا مکمل ثبوت اس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان ماں کے دودھ پر غور کرتا ہے۔ ماں کی چھاتیوں سے نکلنے والا دودھ دراصل ماں کا خون ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سفیدی کی شکل میں بچوں کے لئے غذا بنا دیتا ہے۔ ماں کا دودھ بچوں کیلئے بہترین غذا ہے۔ شیر خوار بچوں کی نفسیاتی اور جسمانی اعتبار سے بہترین نشوونما اور بھرپور طاقت و توانائی ماں کے دودھ میں ہے۔

آج کے موجودہ فیشن زدہ دور میں سماجی، معاشی اور خانگی نظام میں بڑی تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں بہت ساری تبدیلیاں ناخوشگوار ہوتی ہیں اور ان کے برے اثرات سماج پر مرتب ہوتے ہیں عورتوں کو نئے فیشن نے اپنے چنگل میں لے لیا ہے اور مغربی تہذیب کا اس قدر دلدادہ بن گئی ہیں کہ خوبصورتی اور حسن و جمال کو باقی رکھنے کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں خواہ اسکے نتیجہ میں جو قیمت بھی چکانی پڑے۔ آج عورتوں کو شادی کر نیکا وقت تو مل جاتا ہے لیکن اسکے بعد عائلی زندگی کو بہتر ڈھنگ سے گزارنے کا موقع نہیں مل پاتا ہے۔ اپنے بچوں کی پرورش و پر داخت اور صحیح ڈھنگ سے نگہداشت کا موقع نہیں پاتیں پیشتر گھریلو معاملات فون ہی پر طے ہوتے ہیں۔ اپنے نو نہالوں کو گلے

لگانے کی فرصت نہیں ملتی گھر کی آیا ہی بچوں کی ماں ہوتی ہے اور بوتل کا دودھ بچوں کی غذا ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ بچوں کی مانوسیت ماں کے مقابلہ آیا سے زیادہ ہوتی ہے اس طرح ماں اور بچوں میں کافی فاصلہ ہو چکا ہوتا ہے۔

ایسی صورت میں بریسٹ فیڈنگ (چھاتی سے دودھ پلانا) کے تعلق سے باتیں کرنا عجیب سا لگتا ہے لیکن یہ بڑا ہی حساس اور غیر معمولی سنجیدہ موضوع ہے معاشرہ میں بہت ساری خواتین بریسٹ فیڈنگ سے اس لئے کتراتے ہیں کہ ان کی خوبصورتی متاثر ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

ڈاکٹر عذرا سلطانہ (ایم بی بی ایس ایم ڈی) ایک مضمون میں لکھتی ہیں:

”بریسٹ فیڈنگ سے متعلق جائزوں اور رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بچوں کو دودھ پلانے سے ماں اور بچے دونوں ہی کی جسمانی صحت پر بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں مثلاً آج کینسر موت کا ایک عام سبب بن چکا ہے ہندوستانی اور ایشیائی خواتین میں Cervical Cancer اور یورپی خواتین میں پستانوں کا کینسر سب سے زیادہ عام ہے اور مختلف میڈیکل تحقیقاتی رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی مائیں جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان میں نہ صرف پستانوں کے کینسر بلکہ Carvix اور Ovary کے کینسر کا امکان دودھ نہیں پلانے والی خواتین کے مقابلہ میں کم ہو جاتا ہے چونکہ یورپی اور ترقی یافتہ ممالک کی خواتین ایشیائی عورتوں کے مقابلہ میں بریسٹ فیڈنگ بہت کم کرتی ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ یورپی ممالک کی خواتین میں پستانوں کے کینسر کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے ایشیائی عورتوں میں پستانوں کے کینسر ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آج بھی یہاں کی عورتوں میں بہت حد تک دودھ پلانے کا رواج باقی ہے اور میڈیکل رپورٹوں سے یہ اشارے ملتے ہیں کہ دودھ پلانے کی وجہ سے Fast soluble pollutant اور Carcinogen جسم میں جمع نہیں ہوتا جس کی وجہ سے کینسر کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے دودھ پلانے والی عورتوں میں کینسر کے امکان کم ہونے کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ بریسٹ فیڈنگ کی وجہ سے Estrogen اور Exposure کم ہو جاتا ہے بریسٹ فیڈنگ اس

لئے ضروری ہے کہ ماں کے دودھ میں بچہ کو غذا فراہم کرنے کی بہترین صلاحیت ہوتی ہے بلکہ غذا کے علاوہ انس و محبت اور مقدس رشتہ کی پاسداری کی بنیاد پڑتی ہے بازاروں میں دستیاب مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کی جگہ نہیں لے سکتے اس لئے بہت سے ایسے ضروری اجزاء ہی جنہیں صرف ماں کا دودھ ہی فراہم کرتا ہے ماں کا دودھ بچے کو ایک بہترین اور آسانی سے ہضم غذا فراہم کرنے کے ساتھ بچے کی قوت مدافعت کو بھی مضبوط کرتا ہے جس کی وجہ سے بچے کا نازک جسم مختلف بیماریوں سے لڑنے کے قابل ہو پاتا ہے ماں کے دودھ کی وجہ سے بچہ غذا کی الرجی Diarrhoea ڈائریا، داد، کھجلی Eczema Gastro Intestine infection اور Respiratory infection وغیرہ سے بہت حد تک محفوظ رہتا ہے۔

بعض تجزیاتی اور تحقیقاتی رپورٹوں سے انداز ہوتا ہے کہ ایسے بچے جو ڈبے کا دودھ پیتے ہیں ان میں کینسر کا امکان آٹھ گنا زیادہ ہوتا ہے ایک مطالعہ کے مطابق ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں Leukemia کے امکان ۳۰ فیصد تک کم ہو جاتا ہے نیز ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں بڑی عمر کے ہونے کے بعد جوڑوں کے درد کی شکایت کا امکان کافی کم ہو جاتا ہے۔ بریسٹ فیڈنگ سے بچے بہت حد تک دل کی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں اور آسٹریلیائی سائنس دانوں کے مطابق جو بچے ابتدائی تین مہینہ تک اپنی ماں کا دودھ پی لیتے ہیں ان میں ذیابیطیس کی بیماری کا امکان ۳۰ فیصد تک کم ہوتا ہے۔ وہ مزید لکھتی ہیں: ہمارے سماج میں بریسٹ فیڈنگ کی کمزور پڑ رہی روایت سے ہمارا خانگی اور سماجی نظام متاثر ہوتا ہے اس لئے کہ اس روایت کی کمی کی وجہ سے ہمارے سماج کے مقدس ترین رشتے کی بنیادیں کمزور ہو رہی ہیں اور ایک غیر محسوس انداز میں ماں اور بچے کے درمیان ایک فاصلے کی دیوار جنم سے رہی ہے اس حقیقت کے باوجود کہ ماں اور بچے کے درمیان فطری طور پر ایک ایسا رشتہ ہوتا ہے جسے دنیا کے مقدس ترین رشتے کا نام دیا جاتا ہے مگر اس رشتہ کی استواری اور استحکام اور پائیداری میں بریسٹ فیڈنگ کے عمل کو غیر معمولی دخل ہے جیسے صرف دیکھ کر بھی محسوس کیا جاتا ہے کہ ایک عورت جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو وہ محض

اس عمل سے اپنے بچے کی غذائی ضرورت کی تکمیل نہیں کرتی بلکہ وہ اپنے مخصوص دلبہانہ انداز سے بچے کے پورے وجود کو سیراب کر دیتی ہے گویا ماں کے پستانوں کا دودھ ماں کے صرف ایک غذائی مادہ نہیں بلکہ پیار کے اظہار کا ایک اچھوتا انداز بھی ہے اور دودھ ماں کے سینے سے پھوٹنے والا ایک شیریں چشمہ ہے جو ماں اور بچے کی بیچ کے رشتے کی جڑوں کی آبیاری کرتا ہے اور اسے قوت بخشتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق یونیسیف کا کہنا ہے کہ ماں کے پستانوں سے دودھ پینے والے بچے بوتل کا دودھ پینے والے بچوں کے مقابلہ میں دس فیصد کم اسپتال لائے جاتے ہیں یہ بات تو اب سو فیصد درست ثابت ہو رہی ہے کہ پستانوں سے دودھ پینے والے بچے نفسیاتی لحاظ سے بہت اچھے ہوتے ہیں کیوں کہ ماں کا دودھ قدرتی طور پر ایسا شفا بخش ہوتا ہے کہ بچہ اسے پی کر تندرست و توانا رہتا ہے۔

یونیسیف نے شیر خوار اطفال و خواتین کی فلاحی تنظیموں سے درخواست کی ہے کہ وہ وسیع پیمانے پر اس طبی نکتہ کو اجاگر کریں کہ ماں کے پستانوں سے بچوں کا دودھ پینا بچوں کے خوراک حاصل کرنے کا فطری طریقہ ہے خصوصاً ان حاملہ خواتین کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے جو اپنے نومولود بچوں کو اپنی چھاتیوں سے دودھ پلانا چاہتی ہیں۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس: ۹۶/۳)

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین میں چھاتی کا سرطان کم ہوتا ہے برطانوی ماہرین تشخیص و علاج کے بقول چھاتی میں گلیٹیاں ہوتی ہیں ان میں سے ۱۰ بے ضرر اور ایک سرطان ہوتی ہے لیکن آج کل اس مرض میں مبتلا خواتین کو شفا یابی مل جاتی ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق ماں کا دودھ پینے والے بچے نہایت ذہین ہوتے ہیں ان کے سلسلہ میں یہ Children drinking Mother's milk are intelligent کہا جاتا ہے گویا ماں کے پستانوں سے دودھ پینے والے بچے ذہن کا دودھ پینے والے بچوں کے مقابلہ میں قوی و طاقت ور اور ذہین و فطین ہوتے ہیں برطانوی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق جو بچے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتے وہ کلاسوں میں اکثر خاموش اور سہمے

سمے ہوتے ہیں اور ان کے دوست بھی بہت کم ہوا کرتے ہیں ایک تحقیق کے مطابق دماغی شیر و فرنیسا کا شکار ہونے والے ۷۰ فیصد بچوں نے اپنی ماں کا دودھ پینے والے بچوں کا اوسط آئی کیو ۱۱۰ اور گائے کا دودھ پینے والے بچوں کا اوسط آئی کیو ۱۰۰ درج کیا گیا ہے ایک برطانوی ماہر نفسیات کے مطابق ماں کے دودھ میں کچھ ایسے اجزاء ہوتے ہیں جو بچے کی ذہنی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جو گائے کے دودھ میں نہیں ہوتے۔ (دیکھئے: سنت نبوی اور جدید سائنس: ۹۷/۲)

ماں کا دودھ بچوں کی صحت و تندرستی کے لئے عظیم ترین نعمت ہے دودھ پلانے والے ہر جاندار کے دودھ میں اس کے بچوں کی نشوونما کے لئے مفید اور ضروری چیزیں مثلاً حیاتین وغیرہ مناسب مقدار میں رہتی ہیں لیکن شیر خوارگی کے زمانے میں ماں کے دودھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مناسب غذا نہیں ہے بچوں میں جو قوت و صلاحیت ماں کا دودھ پیدا کرتا ہے وہ بکری، بھیڑ بھینس و گائے کا دودھ نہیں کر سکتا ہے۔

ماں کا دودھ کبھی خطرناک بھی ہو سکتا ہے ایسا کیوں؟

ماں کا دودھ قدرت کا انمول تحفہ اور بچوں کے لیے عظیم نعمت ہے۔ لیکن ایک اخباری بیان کے مطابق ماں کے دودھ کا ضرورت سے زیادہ استعمال بچوں کے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ عالمی صحت تنظیم (WHO) کی ایک تازہ ترین رپورٹ شائع ہوئی تھی جس کو ہندوستان چاراردو (یکم اپریل ۲۰۰۷) میں ذکر کیا گیا تھا: اس میں لکھا تھا: جنم کے بعد پہلے چھ ماہ تک بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جانا چاہیے لیکن اس کے بعد اس کی مقدار رفتہ رفتہ کم کر دینی چاہیے، کیوں کہ بڑھتے بچے کی ضروریات صرف ماں کے دودھ سے پوری نہیں ہو سکتیں جس سے بچوں کے فروغ میں رکاوٹ پڑ سکتی ہے۔

اگر چھ ماہ کے بعد بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جائے اور آدھی ٹھوس خوراک نہ دی جائے تو بچہ اپنی اجزاء وغیرہ مقوی اشیاء کی کمی سے خون کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کے مطابق ایک سال میں پچہ تین گنا زیادہ رفتار سے بڑھتا ہے۔ اسی لیے اس رفتار سے بچے

کے فروغ کرنے کے لیے اسے کیلشیم، آئرن اور کاربوہائیڈریٹس جیسے اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف ماں کے دودھ پر منحصر رہنے سے بچے کو یہ اجزاء نہیں مل پاتے ہیں اور وہ سوکھے کی بیماری اور قلت خون کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغ کے فروغ اور سیکھنے کی صلاحیت پر بھی اثر پڑتا ہے۔

ماہرین کے مطابق ایک سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا بند کروادینا چاہیے۔ نہیں تو ماں کے دودھ کی عادت ہو جانے کی وجہ سے بچہ ٹھوس غذا کو قبول نہیں کر پاتا ہے۔ ہاں! بیمار پڑنے کی حالت میں اسے ایک سال کے بعد بھی کبھی ماں کا دودھ پلایا جاسکتا ہے۔ ویسے ایک سال کے بعد بچوں کو نہ صرف ماں کا دودھ بند کروانا چاہیے بلکہ بوتل سے بھی دودھ پلانا بند کروادینا چاہیے۔ اس کے بعد بچہ سمجھ دار ہو جاتا ہے اور آسانی سے ماں کا دودھ بند نہیں کرتا۔

بکری کا دودھ

یہ بہت ہی مرغوب مشروب ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جب نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری ایک صحابی کے گھر ہوئی تو اسنے آپ کی خدمت میں بکری کا دودھ پیش کیا بنی اکرم ﷺ کی خدمت میں بکری کا دودھ ہدیہ میں آتا تھا اور نبی ﷺ اسکو بڑے شوق سے نوش فرماتے تھے۔

بکریوں کے دودھ میں فائدہ زیادہ کیوں ہے؟ اسکے تعلق سے ضروری امر یہ ہے کہ بکریاں جنگل جھاڑیوں میں یا چراگاہ میں مختلف قسم کے گھاس اور بڑی بوٹیاں چرتی رہتی ہیں اور وہ تمام چیزیں جسم میں ہضم ہوتی ہیں اور ان کے اثرات دودھ میں مل کر انسانوں تک پہنچ جاتے ہیں انسان کو اس کے ذریعہ قوت و توانائی ملتی ہے۔

امریکہ کا معروف ماہر غذائیات ڈاکٹر ڈوگلز تھامس اپنی تجربات کی روشنی میں بیان کرتا ہے کہ ”بکری کا دودھ دوسری تمام پینے والی چیزوں کے مقابلہ میں افضل اور مفید ہے“۔

ماہرین غذائیات کے بقول بکری کا دودھ زود ہضم ہوتا ہے اس میں لطافت، چکنائی اور نمکیات کے اجزاء بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس میں کیلشیم بھی ہوتا ہے جو جسمانی پرورش کے لئے

بہت ضروری ہے۔ پوٹاشیم کی مقدار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بکری کے دودھ میں فلورین کثرت سے پائی جاتی ہے۔ یہ ہڈیوں کی نشوونما، دانتوں کی مضبوطی اور آنکھوں کی پرورش کے لئے بیکہ ضروری ہے۔ بکری کے دودھ میں مینینشیم اور سوڈیم کی مقدار بھی زیادہ پائی جاتی ہے۔ گھروں پر گھاس پھوس کھانے والی بکریوں کے مقابلہ میں جنگلات اور چراگا ہوں میں چرنے والی بکریوں کا دودھ سب سے زیادہ مفید خیال کیا جاتا ہے۔ انکے دودھ سے کھانسی، سٹرونی، تپ دق، سل، یرقان، ورم جگر اور قدیم بخار بواسیر اور قلبی و دماغی امراض سے حفاظت ہوتی ہے۔

بکریوں کا دودھ قدرتی نعمت ہے جسمیں بہت ساری بیماریوں سے نجات دلانے والی قوت ہوتی ہے اور یہ بہت ساری توانائیوں کو فراہم کرتا ہے۔

اونٹنی کا دودھ اور جدید سائنس

اونٹنی کا دودھ بھی بہت زیادہ مفید ہے عہد رسالت میں اکثر اونٹنی کے دودھ پر بھی گزارہ کرنے والے لوگ تھے۔ انکو پالتے تھے اور ان کے دودھ پر گزر بسر کرتے تھے۔ ایک نئی ریسرچ کے مطابق ماہرین اطباء نے یہ تشخیص کیا ہے کہ جو لوگ اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں اور اونٹوں کی سواری کرتے ہیں۔ ان میں کینسر جیسا مہلک مرض نہیں ہوتا ہے گویا اونٹنی کے دودھ میں ایسے کیمیاوی اجزاء ہوتے ہیں جو سرطان کو اپنے پہلو میں بھٹکتے نہیں دیتے۔

کچھ دنوں قبل اخباروں میں یہ رپورٹ شائع ہوئی تھی کہ راجستھان کے ان علاقوں میں ماہرین اطباء کی تحقیق جاری ہے جس میں لوگ اونٹوں کی سواری کرتے ہیں اور ان کے دودھ پر گزارہ کرتے ہیں۔ ماہرین اطباء اور ریسرچ اسکالروں کا کہنا تھا کہ راجستھان کے علاقوں میں جہاں لوگ اونٹ پالتے ہیں اور اونٹنی کا دودھ کثرت سے استعمال کرتے ہیں ان میں کینسر جیسا جان لیوا مرض نہیں دیکھا گیا ہے اور نہ کسی کی یہ شکایت رہی ہے کہ وہاں کے اکثر افراد اس مرض کا شکار ہو کر دم توڑ دیتے ہیں۔ اس کا بنیادی سبب انہوں نے یہی بتایا ہے کہ اونٹنی کا دودھ ہی اس کے لئے تریاق ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں قبیلہ عکّل اور عربینہ کے چند افراد نے آکر اسلام

قبول کیا تھا اور مدینہ میں ہی قیام کیا تھا کہ اتفاقاً مدینہ کی آب و ہوا خراب ہو گئی۔ ان کو کارش ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ان کو جہاں صدقہ کے اونٹ رہتے تھے وہاں بھیج دیا اور حکم دیا کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا کریں۔ چند دنوں کے بعد وہ لوگ تندرست ہو گئے۔

ہندوستان ٹائمز: مجریہ، ستمبر: ۲۲، ۲۰۰۵ء میں ایک بار یہ شائع ہوا تھا کہ آج سائنس داں اونٹ کے دودھ پر ریسرچ کر رہے ہیں: ان محققین کا کہنا ہے کہ:

Do you want to get rid of wrinkles? need a good body lotion? Try camel milk

یعنی کیا آپ جھریوں سے چھٹکارا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کو ایک اچھی باڈی لوشن کی ضرورت ہے؟ تو آپ اونٹ کا دودھ استعمال کیجیے۔ سائنس داں کہتے ہیں:

Scientist experimenting with camel milk also claim, It has lower fat and is a healthier option to ordinary milk.

یعنی جو سائنسٹ اونٹ کے دودھ پر ریسرچ کر رہے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ اونٹ کے دودھ میں چربی کا مادہ کم ہوتا ہے اس لئے عام دودھ کے مقابلہ میں یہ زیادہ صحت بخش ہوتا ہے۔ سائنسٹ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اونٹ کا دودھ شوگر، ٹی، بی، اور دمدوغیرہ کے مریضوں کے لئے شفاء ہے۔ اس کے لئے تجربات جاری ہیں:

National Research Centre on camel's research is on to use camel protein powder on diabetic patients. Scientists are also trying to prove that camel milk helps patients suffering from leprosy, jaundice, tuber culosis, asthma and piles.

یعنی نیشنل ریسرچ سنٹر آن کیمل شوگر کے مریضوں میں کیمل پروٹین پاؤڈر استعمال کرنے پر ریسرچ کر رہا ہے۔ سائنس داں یہ بھی ثابت کر رہے ہیں کہ اونٹ کا دودھ جذام، پیلیا، ٹی بی، دمدہ اور بواسیر کے مریضوں میں فائدہ مند ہے۔

سمصر میں جزیرہ نماسنائی کے بدوزمانہ قدیم سے یقین رکھتے ہیں کہ اونٹنی کا دودھ تقریباً تمام اندرونی بیماریوں کا علاج ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسانی جسم میں موجود میکٹریا کو ختم کرنے کی صلاحیت ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک و زراعت کی ایک رپورٹ کے مطابق روس اور قزاقستان میں اکثر ڈاکٹر اونٹنی کا دودھ کئی مریضوں کے علاج کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ ہندوستان میں اونٹنی کا دودھ یرقان، ٹی بی، دمہ، خون کی کمی اور بواسیر کے علاج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور ان علاقوں میں جہاں اونٹنی کا دودھ خوراک کا باقاعدہ طور پر حصہ ہے، لوگوں میں ذیابیطس کی شرح بہت پائی گئی ہے۔ (راشٹریہ سہارا، نئی دہلی: ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۹ بروز پیر)

بھینس اور گائے کا دودھ اور جدید سائنس

بھینس اور گائے کا دودھ بھی ایک حد تک مفید ہے اور ان کے دودھ کو کثرت سے ہندوستان ہی نہیں دوسرے ممالک میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

بھینس کے دودھ کے مقابلہ میں گائے کے دودھ میں فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ ماہرین اطباء کا کہنا ہے کہ گائے کے دودھ میں ایسے کیمیائی عناصر موجود ہیں جو بہت ساری بیماریوں کے لیے تریاق ہیں اور ان سے جسمانی اعضاء و جوارح اور اعصاب کو تقویت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مریضوں کو زیادہ تر روٹی کے ساتھ گائے کے دودھ کے استعمال کا مشورہ دیتے ہیں اور یونانی دواؤں کے ساتھ بھی اسی دودھ کے استعمال پر زور دیا جاتا ہے۔

صحیح الجامع میں علامہ البانی نے گائے سے متعلق ایک حدیث یوں نقل کی ہے: ”لُحُومُ الْبَقَرِ دَاءٌ، أَلْبَانُهَا شِفَاءٌ وَشُحُومُهَا دَوَاءٌ“۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گائے کے گوشت میں بیماری ہے۔ اس کا دودھ شفاء ہے اور اس کی چربی علاج ہے۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ دودھ دینے والے جانوروں کو بھی اچھی

غذائیں فراہم کرانی چاہیے تاکہ انکا دودھ خالص بن سکے یہی وجہ ہے کہ نجاست خور جانور کے گوشت کھانے اور ان کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

سنن ابی داود (۳۷۸۵) کے اندر ابن عمرؓ کا بیان ہے: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْجَلَالَةِ وَالْبَانِيَا“۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے نجاست خور جانور کے گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری روایت میں (۳۷۸۷) میں ہے: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ الْجَلَالَةِ فِي الْأَبْلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا أَوْ يُشْرَبَ مِنْ الْبَانِيَا“۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹ کی سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

ان تمام روایتوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایسی چیز موجود ہے جو انسانی صحت کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔

نجاست خور جانوروں کا دودھ پینا اور جدید سائنس

انسان جانوروں کو پالتا ہے۔ ان کی نگہداشت کرتا ہے۔ ان کے لئے چارہ لاتا ہے اور عمدہ قسم کے گھاس اور چاری کا انتظام کرتا ہے۔ دودھ دے سکے اس کو فطری طور پر یہ پسند نہیں کہ اس کے جانور نجاست خور بنیں اور اپنے دودھ کو فاسد بنا لیں۔ گائے، بھیس، اونٹ اور بکریاں گندگیاں کھانے لگیں اور گندے مقامات میں رہنے لگیں تو انسان ان سے فطرتاً نفرت کرنے لگے گا۔ شرعی نقطہ نظر سے بھی ایسے جانوروں کا دودھ پینا صحیح نہیں ہے۔ اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی ہدایتیں قابل مطالعہ ہیں۔ ان حدیثوں پر نظر ڈالئے جن میں آپ نے نجاست خور جانوروں کے دودھ پینے سے منع کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْجَلَالَةِ وَالْبَانِيَا“۔ (ابوداؤد: ۳۷۸۵) ترمذی: ۱۸۲۵، بیہقی: ۱۱/۳۱۸۵ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نجاست خور جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔

دوسری روایت میں ہے: **وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْجَلَالَةِ فِي الْإِبْلِ أَنْ يَرْكَبَ عَلَيْهَا، أَوْ يُشْرَبَ مِنَ الْبَانِهَا**۔

رسول اللہ ﷺ نے غلاظت کھانے والے اونٹ کی سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔ نسائی (۴۴۵۳) اور مسند احمد (۲۴۱۸۲۲۶/۱) میں بھی اس طرح کی ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے۔

ان تمام روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے جانوروں کے دودھ میں فساد کا امکان اغلب ہے جو نجاست و گندگی کھانے والے ہیں، جدید سائنس نے آپ کی تعلیمات کی تصدیق یوں کر دی ہے کہ گندگی کھانے والے دودھاری جانوروں میں ایسے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جو دودھ کے راستے انسانی جسم میں پہنچ جائیں تو انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور کئی بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں، ان کی وجہ سے دودھ میں بھی فساد پیدا ہو جاتا ہے اور ان سے انسانی صحت برا بر متاثر ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ ایسے جانوروں کے دودھ اور ان کی صحت سے انسان کو بچنا چاہئے تاکہ صحت و عافیت بحال رہے۔

دودھ کی لسی اور جدید سائنس

گرمی کے موسم میں میوہ جات کے مشروب پائے جاتے ہیں لیکن دودھ کی لسی ایسی مشروب ہے کہ جب بھی چاہیں آپ پی سکتے ہیں۔ دودھ یا دہی کے اندر پانی ڈال کر پینا ہی اصل لسی ہے۔ ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق لسی ایسے انسان کو بلایا جائے جو ٹائیفائیڈ کا مریض ہو۔ اس کے معدے میں سوزش و جلن اور تیزابیت ہو یا السر کا مریض ہو۔ طبی تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پیشاب کی نالیوں میں رکاوٹ کی علامتوں میں دودھ کی لسی بہت مفید ہے۔ گرمی کے موسم میں جب پیاس کی شدت بڑھ گئی ہو اس وقت پانی اور دودھ کی لسی ہی ایسی مشروب ہے جس سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ انسانی جسم میں بیماریوں سے مدافعت کرنے میں لسی کا بہت بہترین کردار ہوتا ہے۔ پتھری کی بیماری قیمتی دواؤں کے استعمال سے بھی لسی کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتی۔ لسی بہت ساری بیماریوں کا تریاق ہے۔

ڈاکٹروں کی صلاح یہ ہے کہ پتھری کے مریضوں کو برابر بکری کے دودھ کی لسی پینی چاہیے۔ لسی میں لیکٹک ایسڈ ہونے کی وجہ سے تیزابیت کی شکایت نہیں ہوتی۔ اس میں پروٹین پانے کے سبب گوشت بھی پیدا ہوتا ہے اور پروٹین جلد ہضم ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھی ہضم کرتا ہے۔ طبی ریسرچ کے مطابق لسی میں کیلشیم، میکشیم، پروٹین، سوڈیم، فاسفورس، کلورین، سلفر اور نمک وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ تمام گوشت اور ہڈی پیدا کرنے میں اور ان کی نمو پر داخت میں معاون ہیں۔ لسی پینے سے انتڑیوں کی صفائی ہو جاتی ہے اور جو بھی غلیظ مادے ہوتے ہیں وہ سب باہر آ جاتے ہیں اور پیٹ صاف اور ہلکا ہو جاتا ہے۔

”فرانس کے پاسپورٹ انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر سچین نے تجربات سے ثابت کیا ہے کہ لسی کے استعمال سے بڑھاپا جلد نہیں آتا۔ جسم کی پرورش کرنے کے لیے لسی اعلیٰ درجہ کی غذا ہے۔ تازہ اور میٹھی لسی پینے سے انتڑیوں میں زہر پیدا کرنے والے جراثیم فوراً ہلاک ہو جاتے ہیں اور قوت ہاضمہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

دودھ پینے کے وقت کی دعا

کسی بھی جانور کا دودھ ہو جب خدمت میں پیش کیا جائے تو اس کو پیتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے۔ ”إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَاِذَا سَقَىٰ لَبَنًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزَىٰ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا الْبَرَكَةُ“۔

(ابوداؤد: ۳۴۳/۳، ترمذی: ۳۳۵۵، ابن ماجہ: ۳۵/۳، علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۳۱۱/۵)

میں اسے حسن قرار دیا ہے)

تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ“ پڑھے۔ اے اللہ! اس میں ہمارے لئے برکت دے اور اس سے بہتر ہمیں کھانا کھلا جب دودھ پیئے تو ”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ“ پڑھے کہ اے اللہ اس میں ہمارے

لئے برکت دے اور ہمیں اس سے زیادہ دے، دودھ کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے سے کفایت کرے گویا دودھ کے اندر ایسی چیزیں اللہ نے رکھی ہیں جن سے انسان کا بھوک و پیاس بھی ختم ہو جاتی ہے اور پھر دوسری چیزوں کی خواہش نہیں ہوتی ہے اس بناء پر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ دودھ قدرت کا انمول عطیہ ہے جو غذا بھی ہے اور انسان کو قوت و توانائی فراہم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

پلانے والا سب سے آخر میں پیا کرے

کوئی شخص جب اپنے گھر مہمانوں کی ضیافت کر رہا ہو یا وہ کسی محفل میں شربت یا پانی پلا رہا ہو تو پلانے والے کو سنت نبوی کا خیال رکھنا چاہیے اللہ کے رسول کا معمول تھا کہ آپ سب سے آخر میں پیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا بھی:

حضرت ابو قتادہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بِسَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ يَعْنِي شَرْبًا۔“ (مسلم) (۶۸۱) ترمذی (۱۸۹۵) ابوداؤد (۲۷۳۵)

لوگوں کو پلانے والا شخص سب سے آخر میں پیا کرے اس کے اندر حکمت بھی ہے کہ یہ عین ممکن ہے کہ جب پلانے والا میزبان اولاً پینے کی کوشش کرے گا اور اس کے گھر والے پینے لگیں گے تو مہمان کی باری آتے ہی مشروب ختم ہو جائے، ہاں ہمیں تمام تر تاویلات سے احتراز کرتے ہوئے اور مفہوم مخالف کی وضاحت نہ کرتے ہوئے سنت رسول پر عمل کی سعی کرنی چاہیے دوسرے حضرات کو پلانے میں مقدم رکھنا چاہیے اور اپنے آپ کو پینے میں آخری درجہ میں یہ جذبہ رکھنا ایک مسلمانی وطیرہ ہے اور یہ ہر ایک کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔

خاتمہ

ان تمام باتوں سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مسلمانوں کی زندگی میں کھانے اور پینے کے مسئلہ کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام نے اس کے لئے زیریں اصول و آداب وضع کیے ہیں جن کا مختصر خاکہ میں نے پیش کیا ہے۔ ان تمام اسلامی آداب کے پاس و لحاظ رکھنے کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (ذاریات: ۵۶) کے پیش نظر اس وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور رضا مندی کا حصول ہے اور بس۔

اللہ تعالیٰ کی نوازشات و انعامات کی تذکیر اور ان پر شکر گزاری لازم ہے جو اس نے بندوں پر نچھاور کیا ہے۔ انھیں آسودگی کی دولت سے نواز کر حرص و طمع اور کبر و ناز سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ اسلام نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس نے جملہ انسانیت کو نظافت کے زریں اصول، امراض اور ان کے اسباب سے حفاظت کی تدابیر، معاشرت و صحبت کے آداب سے روشناس کرانے کی ہر ممکنہ کوشش کی ہے۔ ایثار و قربانی اعتدال و میانہ روی اور لوگوں کے ساتھ احسان مندی کی تاکید کی ہے۔ اور ان جملہ امور کا تعلق محاسن دین سے ہے اور یہ خصوصیات و امتیازات صرف دین اسلام کو حاصل ہیں۔ دوسرے مذاہب کے اندران کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔

چنانچہ مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کو اپنا حرز جاں بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا حسین عملی گلدستہ پیش کریں جس سے اللہ کی خوشنودی کے گل بوٹے نمودار ہوں اور جنت میں جانے کی راہ ہموار ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو میری سیہ کاریوں کی صفائی کا وسیلہ بنائے۔ زبان و قلم میں توانائی عطا کرے۔ فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ مستحبات کی تعمیل کا جذبہ دروں خانہ دل میں پیدا کرے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں قرآن و حدیث کی پاس داری کا جذبہ و دبیعت فرمائے۔ آمین اللہم آمین



جملہ ادیان و ملل میں مذہب اسلام امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس نے جہاں اسلامی معاشرے کو صالح بنانے کے لیے بہترین ضابطے وضع کئے وہیں کھانے پینے کے صحیح آداب کو بھی حسین قالب میں ڈھال کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ درحقیقت نظافت و طہارت، صحت و تندرستی کے اصولوں کو برتنے پر اسلام کی خصوصی توجہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مسلمانوں کو محض مادی اعتبار سے ہی قوی دیکھنا پسند نہیں کرتا بلکہ انسانوں کے جسموں کو ایسا دیکھنا چاہتا ہے جن کی رگوں میں دم عافیت کی روانی ہو، لوگ مکمل طور سے نشاط انگیز ہوں، کمزوری اور نقاہت سے عاری ہوں، اور برے امراض کے شکار نہ ہوں۔ یہ اوصاف جن کے اندر پائے جائیں گے وہ معاشرے کی صالحیت کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوں گے۔



ALHUDA
PUBLICATIONS

4158, URDU BAZAR, JAMA MASJID
DELHI-110006 TEL.: 011-65577445
E-mail.: alhudadelhi@gmail.com